اردو ترجمہ

صقال الضمائر

مصنف

حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ

صَقَالُ الضَّمَائِر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گُل

حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید صدّیقی نقشبندی مہاجر مکّی قدس سرہٗ

﴿پانچویں سجادہ نشین درگاہ عَالیہ لُواری شریف﴾

کی فارسی تصنیف

صَقالُ الضَّمائر

کا اُردو تَرجُمہ

مُترجم:

غُلامِ غلامانِ ''مکان شریف'' لُواری

مُحمَّد آدم اِسُحَاقانی

نظرِ ثانی:

شیخ طریقت، عالی مرتبت ، فیض درجت

حضرت پیر فیض محمّد نقشبندی مجدّدی قدس سرہٗ

آٹھویں سجادہ نشین درگاہِ عَالیہ لواری شریف

ناشر:

مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

کتاب	صقال الضمائر اردو ترجمہ
سرورق تصویر	درگاہ عالیہ لواری شریف ضلع بدین (سندھ)
اشاعت اول	شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ مطابق جون ۱۹۸۸ء
اشاعت دوم	۷ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ مطابق اپریل ۲۰۰۳ء
	ایک سو چھبیس (۱۲۶) واں عرس مبارک
	حضرت خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی قدس سرہٗ
تعداد	پانچ سو
مطبع	لیزرانٹر پرائزز اردو بازار کراچی

ملنے کا پتہ

۱۔ مرکزی آفس جماعت لواری شریف

اسلام قلب ۶۷ چیسٹ نٹ اسٹریٹ گارڈن ایسٹ کراچی

۲۔ درگاہ عالیہ لواری شریف

ڈاکخانہ لواری شریف ضلع بدین (سندھ)

۳۔ درگاہ شریف قاضی احمد

ڈاک خانہ قاضی احمد ضلع نواب شاہ (سندھ)

فہرست مضامین

حضرت امام الاولیاء قدس سرہ' کے سفر حج

☆☆☆

حضرت پیر بادشاہ خواجہ گل حسن صدیقی قدس سرہٗ (ساتویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف) کے تحریر کردہ فارسی دیباچہ کا اردو ترجمہ جو "صقال الضمائر" مطبوعہ ۱۹۷۶ء کے اوائل میں دیا گیا ہے۔

دیباچہ

(اُردو ترجمہ)

یہ کتاب مستطاب ''صقال الضمائر'' حضرت خواجہ پیر محمد سعید صدیقی نقشبندی عرف حضرت خواجہ مہاجر مکّی (قدس سرہٗ) کی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ پیر محمد حسن نقشبندی (قدس سرہٗ) کے حالاتِ زندگی قلمبند کئے ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار آپ کے معتقد مسمّیٰ محمد صدیق (مرحوم) نے بمبئی سے شائع کی تھی۔ بعد ازاں میں نے ضرورت محسوس کی کہ اس کتاب کو دوبارہ شائع کروایا جائے۔ کیونکہ پہلی اشاعت میں جو تقریباً اسّی (۸۰) سال قبل منظرِ عام پر آئی تھی۔ متعدّد غلطیاں رہ گئیں تھیں۔ چنانچہ قدیم قلمی نسخہ سے موازنہ کرکے ضروری تصحیحات کے بعد دوبارہ اسے شائع کروایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ پیر محمد حسن عرف حضرت خواجہ مہاجر مدنی (قدس سرہٗ) اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد زمان ثانی (قدس سرہٗ) کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ اس کتاب میں حضرت خواجہ پیر محمد حسن مہاجر مدنی (قدس سرہٗ) کے (چھ) سفر (حج) اور ان بزرگان کے حالات و ملفوظات اور خواجہ محمد سعید (قدس سرہٗ) کی مناجاتیں شامل ہیں۔ خواجہ مہاجر مدنی (قدس سرہٗ) کی وفات کے بعد آپ کے فرزند خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ سجادہ نشین ہوئے۔ اُن کی وفات کے بعد میرے پدر بزرگوار حضرت خواجہ پیر احمد زمان (قدس سرہٗ) مسند نشین ہوئے۔ آپ نے یکم رجب ۱۳۵۷ھ کو وصال فرمایا۔ اور یہ غلام درویشان، بزرگان کی اس خدمت کے لئے سجادہ نشین ہوا۔ دعا کرتا ہوں کہ ان بزرگان کے طفیل خداوند کریم مجھے اپنے فضل سے دین و دنیا میں سرفراز فرمائے۔ واللہ المُستعان و علیہ التکلان۔

گل حسن صدیقی

۱۵ دسمبر ۱۹۷۶ء
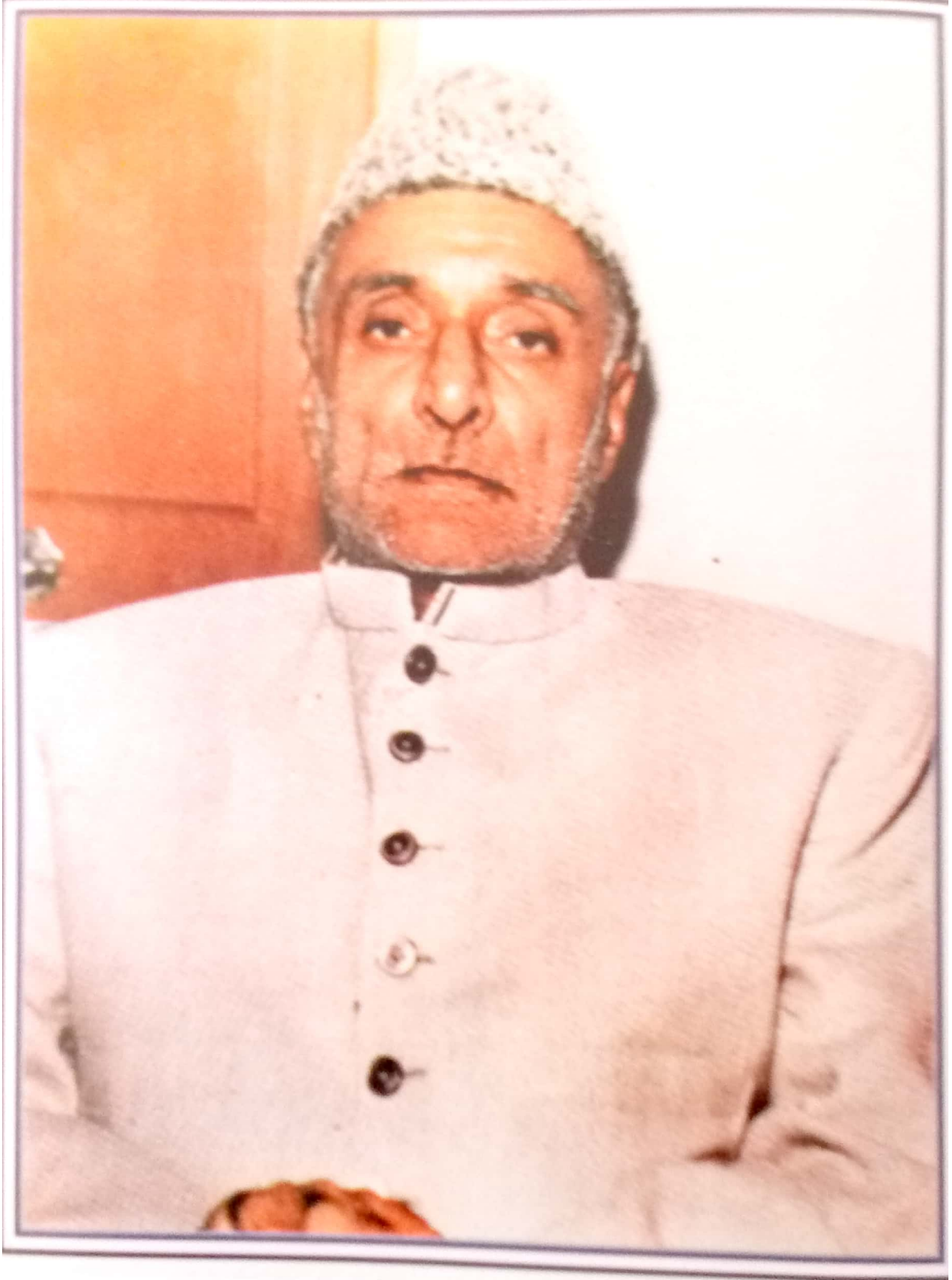
حضرت پیر بادشاہ خواجہ گل حسن صدیقی قدس سرہٗ

(ساتویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف)
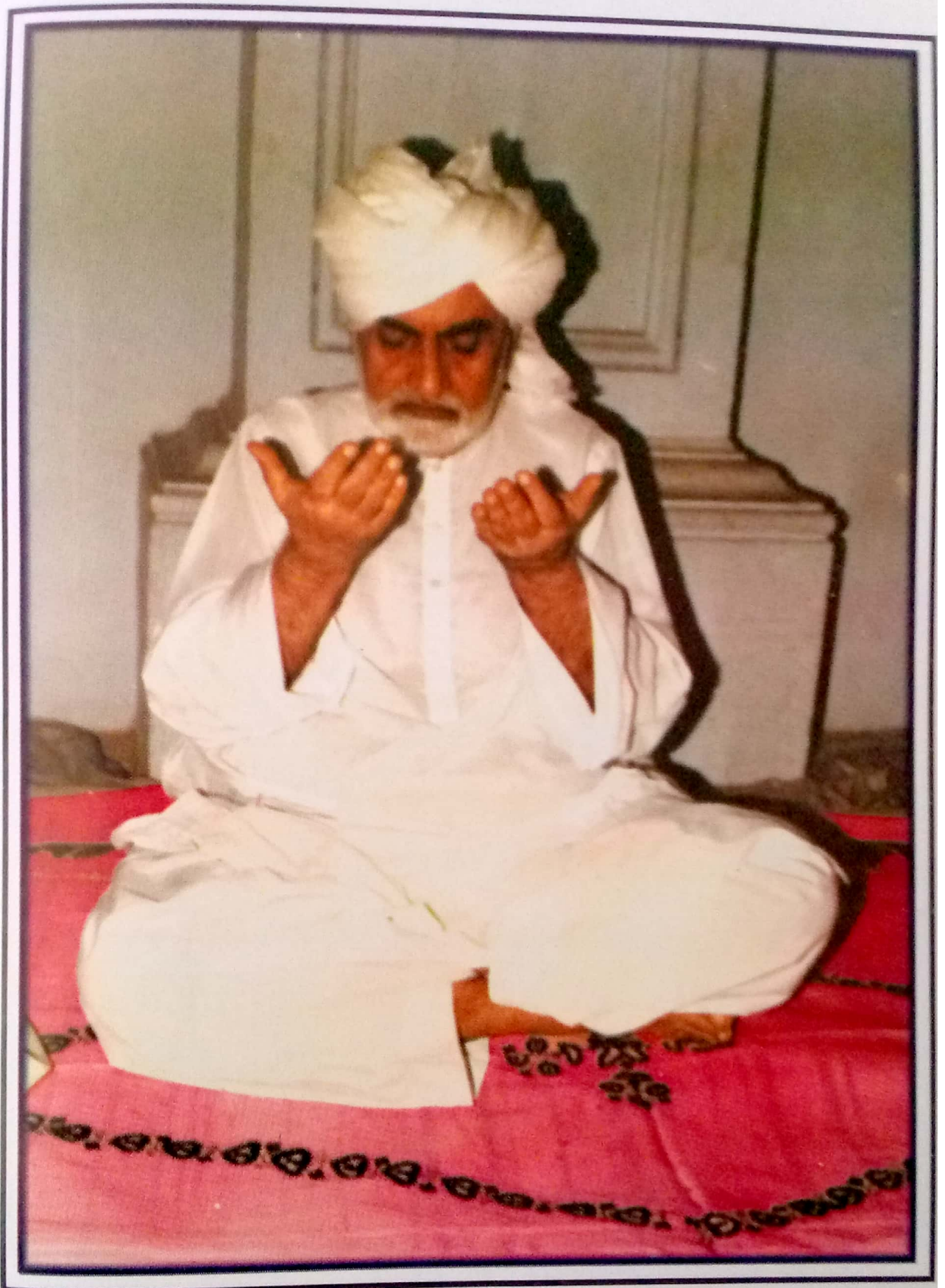
حضرت راحمی بادشاہ خواجہ پیر حاجی فیض محمد نقشبندی مجددؔ دی قدس سرہٗ

(آٹھویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف)

پیش لفظ

یہ کتاب، حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ (پانچویں سجادہ نشین درگاہِ عالیہ لُواری شریف) کی فارسی تصنیف ''صقال الضّمائر'' کا اردو ترجمہ ہے۔ جس میں آپ قدس سرہٗ نے اپنے والد ماجد حضرت خواجہ پیر محمد حسن مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے حالاتِ حیاتِ مبارکہ، آپ کے چھ (۶) سفرِ حج اور ملفوظات بیان کئے ہیں۔ مذکورہ فارسی تصنیف پہلی بار ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۶ء میں مطبع محمدی میں چھپ کر بمبئی سے شائع ہوئی۔ اس کے بعد مرشدنا قطب الاقطاب، غوث الاغیاث حضرت پیر بادشاہ خواجہ گُل حَسن صدیقی قدس سرہٗ (ساتویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف) نے ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں اسے کراچی سے دوسری بار شائع کروایا اور اس کا دیباچہ بھی آپ نے فارسی میں تحریر کیا۔ جس کا اردو ترجمہ اس کتاب کے اوائل میں دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں کتاب کے آخر میں حضرت امام الاولیاء مہاجر مکّی قدس سرہٗ کے مختصر حالاتِ زندگی بھی شامل کئے گئے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے عزیز گرامی قدر محمد آدم اسحاقانی سلمہٗ کو جنہوں نے ''صقال الضّمائر'' کو فارسی سے اردو زبان میں منتقل کیا اور حضرت امام الاولیاء مہاجر مکی قدس سرہٗ کے حالاتِ حیات مبارکہ کا بھی، جو سندھی زبان میں تھے، اُردو میں ترجمہ کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تصنیف وتالیف کی طرح ترجمہ کرنا بھی مشکل کام ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ تصنیف وتالیف کے مقابلہ میں ترجمہ کرنا زیادہ مشکل ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیوں کہ مترجم کو ترجمہ کرتے وقت جہاں سلاست اور روانی کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ ترجمہ آسان زبان میں ہوتا کہ قاری اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکے۔ وہاں اس کو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ مصنف کے مفہوم کو اس طرح ادا کیا جائے جس سے مصنف کے خیالات متاثر نہ ہوں۔

عزیزی محمد آدم اسحاقانی نے یہ منزل بہت آسانی سے سَر کی ہے۔ اور ایک ایسی کتاب کو جو بزرگان لُواری شریف کے حالات وملفوظات، سفرِ حج کے احوال اور تصوف کے

ادق مسائل پر مشتمل ہے، نہایت مہارت کے ساتھ اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ ایسا عظیم خیر و برکت اور عام ہدایت کا کام اُن کی کوشش سے پورا ہوا۔ جس کے لئے میں اُنہیں صد مبارکباد دیتا ہوں۔

میں نے اپنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود ترجمہ کو پڑھا ہے۔ بعض مقامات پر قوسین کا اضافہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں مسودہ کو میرے دوست جناب مولانا محمد اطہر نعیمی، مہتمم دارالعلوم نعیمیہ و رکن مرکزی رُویتِ ہلال کمیٹی کو نظر ثانی کے لئے بھی بھیجا۔ مولانا صاحب نے باوجود اپنی گونا گوں مصروفیات کے وقت نکال کر مسودہ کا مطالعہ فرمایا اور کئی جگہوں پر ضروری ترامیم و تصحیحات بھی کیں جس کے لئے میں ان کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرشدانِ کرام کے طفیل اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے اور قارئین کو اپنے پیاروں کی پیروی نصیب کرے۔ نیز سلسلۂ عالیہ لُواری شریف سے مترجم کی عقیدت و محبت میں اضافہ فرمائے۔ خانقاہِ عالیہ لواری شریف کے فیض کو عام فرمائے اور درگاہ شریف کے سلسلے میں لوگوں کے اذہان میں جو شکوک و شبہات ہیں ان کو دور فرمائے۔ اور راقم الحروف کو طریقۂ عالیہ اور اپنے ملک وملت کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین ﷺ. واللّٰہ الموفق.

فیض محمد نقشبندی مجدّدی

پیش لفظ

اشاعت دوم

کتاب ''صقال الضمائر'' مصنفہ حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ، پانچویں سجادہ نشین درگاہِ عالیہ لُواری شریف کی فارسی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی، چھ (۶) حج کے سفر اور ملفوظات قلمبند کئے ہیں۔

یہ کتاب مبارک ۱۸۹۶ء میں پہلی بار بمبئی سے شائع ہوئی اور شیدائیان اولیاء کرام اور تصوف کے شائقین میں بیحد مقبول ہوئی۔ پھر ۱۹۷۶ء میں مرشد گرامی قطب الاقطاب، غوث الاغیاث حضرت پیر بادشاہ خواجہ گُل حَسن صدیقی قدس سرہٗ (ساتویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف) نے اسے دوبارہ شائع کروایا۔ آپ حضرت پیر بادشاہ قدس سرہٗ، حضرت مہاجر مکّی قدس سرہٗ کے پوتے تھے۔

میرے والد محترم حضرت مرشدنا و مولانا قطب الاقطاب، غوث الاغیاث حضرت راحمی بادشاہ پیر حاجی فیض محمد قریشی قدس سرہٗ (آٹھویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف) کو حضرت پیر بادشاہ قدس سرہٗ کی مانند طریقت کی کتابیں شائع کروانے اور انہیں عام لوگوں تک پہنچانے کا بیحد شوق تھا۔ لہٰذا ۱۹۸۶ء میں انہوں نے محترم محمد آدم اسحاقانی کو اس کتاب کے ترجمے کا حکم فرمایا جو محترم موصوف نے احسن طریقے سے سرانجام دیا اور پھر آپ نے اپنی زیرِ نگرانی اسے ۱۹۸۸ء میں شائع فرمایا۔

چونکہ اب یہ اردو ایڈیشن بھی ناپید ہو چکا ہے لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ اس ترجمے کو دوبارہ شائع کروایا جائے۔ راقم کو یہ جان کر بیحد مسرت ہوئی کہ مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف نے اس کتاب مبارک کی دوبارہ اشاعت کا بیڑہ اٹھایا ہے۔

میں مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف کے ان تمام کارکنان کو مبارکباد دیتا

ہوں جنہوں نے اس نیک کام میں باوجود گوناگوں مصروفیات کے، کتاب مبارک کی اشاعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کتاب مبارک کے قارئین کو اپنی خاص نعمت و برکت سے نوازے اور ہم سب کو اپنے پیارے اولیائے کرام کی حقیقی پیروی نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ سیّدالمرسلین ﷺ. وَاللہ الموفق.

۲ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ مطابق ۶ مارچ ۲۰۰۳ء
محمد صادق نقشبندی مجددی

سوال عرس مبارک

حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ

عرض مترجم
(طبعِ اوّل)

ماہ اپریل ۱۹۸۶ء میں یہ حقیر پُرتقصیر درگاہِ عالیہ لُواری شریف، زیارت کے لئے گیا تھا۔ وہاں پر قیام کے دوران میرے برادر طریقتی جناب منشی اللہ ڈنہ جونیجو نے کاپی کے کچھ اوراق مجھے لاکر دیئے۔ جن میں فارسی کتاب ''صقال الضّمائر'' مصنفہ حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ کے کچھ حصہ کا اردو ترجمہ درج تھا۔ ان اوراق کے مطالعہ سے دل میں اس کتاب کے ترجمہ کی تحریک پیدا ہوئی۔

ماہِ اگست ۱۹۸۶ء میں اسی شوق وجذبہ کے ساتھ ایک دن سیّدی ومرشدی حضرت قبلہ پیر فیض محمد نقشبندی مجدّدی ☆ دام برکاتہٗ سجادہ نشین درگاہ عالیہ لُواری شریف کی خدمتِ بابرکت میں مذکورہ کتاب کے اُردو ترجمہ کی خواہش لے کر ظاہری وباطنی رہنمائی کے لئے عرض گذار ہوا۔ آپ نے میرے اِس ارادے کو سراہتے ہوئے کمال شفقت ومہربانی سے کتاب کے سندھی ترجمہ کا مسودہ، جو ماسٹر غلام حسین مرحوم ومغفور کا کیا ہوا تھا، مجھے عنایت فرمایا تاکہ میں اس سے بھی مدد لے سکوں۔ چنانچہ میں نے آپ کی اجازت لے کر ترجمہ کا کام شروع کیا۔ اس کام کے دوران جب بھی پیر ومرشد کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوتا رہا، کتاب میں وارد اُن ثقیل فارسی وعربی الفاظ وعبارات کے متعلق، جو اس عاجز کی سمجھ سے باہر تھے، پوچھتا رہا۔ جن کے معانی ومفاہیم آپ سمجھاتے رہے۔ اِس طرح یہ کٹھن منزل آسان ہوئی۔ ترجمہ کی تکمیل کے بعد حضرت قبلہ مدظلہ العالیٰ نے اس پر نظرِ ثانی فرمائی۔

عاجز کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ اس کتاب میں مصنف حضرت امام الاولیاء مہاجر مکّی قدس سرہٗ کے حالاتِ حیاتِ مبارکہ بھی شامل ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ایک دن یہ خواہش لے کر سیّدی ومرشدی حضرت قبلہ دام برکاتہٗ کی خدمت شریف میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس

☆ آپ نے ۱۹۹۵ء میں وصال فرمایا۔

سے اتفاق کرتے ہوئے کرم نوازی کے ساتھ حضرت مہاجر مکّی قدس سرہٗ کے حالاتِ زندگی کی نقل، جو میر حاجی سہراب مرحوم و مغفور نے سندھی زبان میں قلمبند کیے تھے، مجھے مرحمت فرمائی۔ اختصار کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ان میں سے چیدہ چیدہ حالات و روایات کا اُردو ترجمہ کیا گیا جو ماہِ اگست ۱۹۸۷ء میں حضرت قبلہ مدظلہ العالی کی خدمتِ اقدس میں برائے منظوری پیش کیا گیا۔ آپ نے اس کا مطالعہ کیا۔ ضروری درستگیاں کیں اور کتاب میں شامل کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضرت امام الاولیاء مہاجر مکّی قدس سرہٗ کے یہ مختصر حالاتِ حیاتِ مبارکہ کتاب کے آخر میں شامل کیے گئے ہیں۔

سیّدی و مرشدی حضرت قبلہ پیر فیض محمد نقشبندی مجدّدی دام فیوضاتہٗ نے کتاب کے ترجمہ کے تمام مراحل میں قدم قدم پر میری رہنمائی کی۔ آپ نے اس کا ''پیشِ لفظ'' لکھا اور مینیجنگ کمیٹی جماعت لُواری شریف کی زرِ کثیر سے مالی معاونت بھی فرمائی۔ آپ کی رہنمائی و کرم نوازی کی بدولت یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ جس کے لئے میں بہ صمیمِ قلب خدمتِ اقدس میں ہدیۂ تشکّر پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عزّو شرف۔

میں پروفیسر خلیل نقوی صاحب کا بھی دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے ہماری درخواست پر اپنا قیمتی وقت دے کر پورے مسودہ کو بغور پڑھا اور ضروری تصحیحات کیں۔ جزاک اللہ۔

میں برادرانِ طریقت جناب منشی اللہ ڈنہ جُونیجو اور جناب محمد لائق جُونیجو کا بھی مشکور ہوں۔ جنہوں نے اپنے مسودوں سے میری مدد کی۔ نیز خدا بخش ارباب، حاجی سلیمان، طاہر محمد میمن اور عبدالستار اسحاقانی صاحبان کا بھی ممنون ہوں۔ جنہوں نے کتاب کی چھپائی کے آخری مرحلے تک عملی تعاون کیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

آخر میں، قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اِس عاجز کو اپنی دعاؤں میں شامل فرمائیں۔ امید کرتا ہوں کہ مطالعہ کے دوران اگر کہیں، اُنہیں کسی غلطی، سقم یا سہو کا احساس ہو تو از راہِ کرم دامنِ عفو و درگزر سے پوشیدہ فرمائیں گے۔

محمّد آدم اسحاقانی

عرضِ مترجم

(طبع دوم)

فارسی کتاب ''صقال الضمائر'' مصنفہ حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہ، پانچویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف، پہلی بار ممبئی (انڈیا) سے ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔ اس فارسی تصنیف کو دوسری بار حضرت پیر بادشاہ خواجہ گل حسن صدیقی قدس سرہ، ساتویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف نے ۱۹۷۶ء میں کراچی سے شائع کروایا۔ اس فارسی تصنیف کا اردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا جسے مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف نے ۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع کروایا۔

چونکہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن تقریباً ناپید ہے لہٰذا اس کی مقبولیت اور افادیت کے پیشِ نظر اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مریدین و معتقدین اور تصوّف کے شائقین کے بیحد اصرار پر اس کتاب کو دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ درگاہ عالیہ لواری شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر محمد صادق دام برکاتہٗ نے بکمال شفقت و مہربانی، مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف کی دوبارہ اشاعت کی درخواست کو فی الفور شرفِ قبولیت بخشا جس کے لئے ہم تہِ دل سے تشکّر کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری بار یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔

میں، مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف کے ان تمام اراکین کا جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں عملی کوشش کی، خاص طور پر مولوی عرض محمد صاحب، جناب پیر بخش ارباب صاحب، جناب علی اکبر چھٹو صاحب اور جناب خدا بخش ارباب صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں، جن کی سعیٔ پیہم سے اشاعت کا کام تکمیل کو پہنچا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ ہمیں ان نقشبندی بزرگان برگزیدگان کی سوانح حیات کی حقیقی معنوں میں پیروی کی توفیق بخشے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد آدم اسحاقانی

سیکریٹری جنرل جماعت لواری شریف

فارسی کتاب صقال الضمائر مطبوعہ ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۶ء
کے سرورق کا جزوی عکس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الّذی جعل السّادة النقشبندیه من الاولیاء نقاشا لاسم ذاته فی احجار قلوب الطلاب بتائید اسمائه وصفاته والصلوٰة والسلام علیٰ سیّدنا محمدنِ الذی نقش نقش التوحید من مداد سماته وعلیٰ اٰله وصحبه الذین صاروا منقوشین نبقوش رموز القرآن واٰیاته.

تمام تعریفیں اس ذات (پاک) کے واسطے ہیں جس نے اپنے اسماء صفات کی تجلیات سے سرخیل اولیائے نقشبندیہ کو ان کے ارادتمندوں کے پتھر دلوں پر اسمِ ذاتی کا نقاش بنایا۔ صلوٰۃ وسلام ہوں ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کی ذات والاصفات نے اپنے سمات (رفعت) کی روشنائی سے توحید کا نقش ثبت کیا اور آپ ﷺ کی آلِ امجاد اور اصحاب پر جو رموزِ قرآن اور اس کی آیات کے نقش سے منقش ہوئے۔

امابعدؔ واضح ہو کہ ایک مدتِ مدیدو عرصۂ بعید سے بعض طالبانِ خیر خصال و عاشقانِ ایزدلایزال، اس خادم الفقراء بلکہ خاکپائے اصفیا سے بہ صمیم قلب بہ منت والتجا کرتے آئے تھے کہ میں چندسطریں حضرت حضور فیض نشور قطبیت منشور، مرجع الاوتاد، ملاذ الافراد، قطب المدار والارشاد، الداعی الی السبیل السداد، مرشدنا المہاجر کے مناقب میں لکھوں، جن کا اسمِ فاخر قدس سرہٗ آگے آتا ہے۔

آنکہ زو گویم ہمہ مدح و ثنا
نسبت وے ہست آں ذم و غنا

(میں جو کچھ ان کی مدحت و تعریف میں کہوں اسے ان کی طرف نسبت دینا ذم و عنا ہے)۔

باایں ہمہ، ان کے مناقب میں تحریر کردہ ہر فقرے کی سیاہی کے قطرات زمینِ دل پر

مثل بارانِ رحمت برستے ہیں۔ بالآخر مرضیٔ احباب ورضائے عاشقان کو بہتر وانسب جان کر ان سطور کو رقم کرنے میں مشغول ہوا۔ اس طرح میں نے اپنا نام دُعا خواہی بدرگاہِ الٰہی کے زمرے میں شامل کرلیا۔ بہ وسیلہ نام نامی واسم سامی میرے ان مرشد گرامی وقطب عظامی قدس سرہٗ کے، جن کے مناقب کے بیان کی غرض کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، جن کی صورتِ جمیلہ کا عکس اور جمال کا پرتو میرے دل میں گھر کر گیا ہے اور ان کے سلسلۂ طریقت کو اپنے قلب میں مسلسل پاتا اور لاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور ان اکابران وحضرات خواجگان علیہ رحمتہ والرضوان کی حرمت سے اس ہیچ مندان کو جان وتن کے ساتھ دنیا وآخرت میں ان کے ہمراہ رکھے اور ان کی صحبت عطا فرمائے۔ کیونکہ

لا یشقی جلیسهم ولا یحرم انیسهم ولا یخیب میسهم. وهم جلساء اللّٰه وهم اذار او ذکر اللّٰه وهم من عرفهم وجد اللّٰه نظر هم دواء کلامهم شفاءٌ حضور هم بهاء و صحبتهم ضیاء و هم من رائی ظاهر هم خاب و خسر و من رائی باطنهم نجی وفالح نسال اللّٰه سبحانه هذا و نعوذبه منه'.

(ان کی صحبت میں بیٹھنے والا کبھی شقی نہیں ہوتا۔ ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں ہوتا۔ ان کے درمیان بیٹھنے والا بد نصیب نہیں ہوتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں جنہوں نے ان کو دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ذاکر ہوئے۔ جنہوں نے ان کو پہچانا انہوں نے اللہ کو پالیا۔ ان کی نظر دوا ہے۔ ان کا کلام شفا ہے۔ ان کی حضوری تروتازگی ہے اور ان کی صحبت روشنی ہے۔ جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا وہ ذلیل ہوا اور خسارے میں رہا اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا اس نے نجات اور فلاح پائی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اسی چیز (باطنی معرفت) کا سوال کرتے ہیں اور تصنع سے پناہ مانگتے ہیں)۔

شجرئہ سِلسلہ'

یا الٰہی اس مسکین بے تسکین جامع کلمات سدید محمد سعیدؔ کو بحرمتِ شہباز لاہوت عنقا جبروت ملاذِ ملکوت قائدِ ناسوت۔

زاسمش چو بُلبل شوم نغمہ زن
بباغ زماں گل محمد حسن☆

☆ان کا نام لے کر زمانے کے باغ میں بلبل کی طرح گاتا پھروں۔ آپ کا اسم شریف محمد حسن (قدس سرہٗ) ہے۔

بحرمت مہر سپہر دیانت مرکز دائرۂ امانت **خواجہ محمد زمان ثانی** قدس سرہٗ، بحرمت بحرِ علم وحیا معدنِ جود وسخا **خواجہ گل محمد** قدس سرہٗ، بحرمت جامع اسرارِ قطبیت حاوی انوارِ غوثیت واقفِ اسرارِ نہاں **خواجہ محمد زمان کلاں صاحب الارشاد فی اللواری** حرسہ الباری قدس سرہٗ، بحرمت قطب سماء ولایت، ماہ برج ہدایت **خواجہ ابوالمساکین حاجی محمد الٹھٹوی** مسکناً والمکی مدفناً قدس سرہٗ، بحرمت حضرت سرور متقی **خواجہ محمد زکی** قدس سرہٗ، بحرمت حضرت مہتر عفیف **خواجہ محمد حنیف** قدس سرہٗ، بحرمت حضرت قطب امجد ارشد **خواجہ عبدالاحد** قدس سرہٗ، بحرمت حضرت قطب الاقطاب فرید **خواجہ محمد سعید** قدس سرہٗ، بحرمت مجمع البحرین مکمن النورین، مرجع الخافقین، غوث الثقلین ملاذ الافراد والاقطاب ملجاء الاصفیاء والاحباب حضرت **خواجہ مجدّد الف ثانی** قدس اللہ بسرہ السامی، بحرمت فانی درحق وہم باو باقی حضرت **خواجہ عبدالباقی** قدس سرہٗ، بحرمت صاحب رشادت لم یزلی حضرت **خواجہ امکنگی** قدس سرہٗ، بحرمت ہدایت وصفوت کیش حضرت **خواجہ محمد درویش** قدس سرہٗ، بحرمت محقق عابد حضرت **خواجہ محمد زاھد** قدس سرہٗ، بحرمت ستودگانِ ابرار حضرت **خواجہ عبیداللّٰہ احرار** قدس سرہٗ، بحرمت ملاذ سنکانِ ارضی وچرخی حضرت **خواجہ یعقوب چرخی** قدس سرہٗ، بحرمت سید السادات صاحب اندراج النہایات فی البدایات نقاش حق الیقین حضرت **خواجہ بهاء الدین** قدس سرہٗ، بحرمت صاحب کمال والاکمال حضرت **خواجہ میر کلال** قدس سرہٗ، بحرمت ارشاد واسعاد اساس حضرت **خواجہ محمد بابا سماس** قدس سرہٗ، بحرمت مقتداءِ انس وجان حضرت **خواجہ علی** معروف بعز یزان قدس سرہٗ، بحرمت مکمل مسعود حضرت **خواجہ محمود** قدس سرہٗ، بحرمت صاحب العلوم والمعارف حضرت **خواجہ محمد عارف** قدس سرہٗ، بحرمت مرجع الخلائق حضرت **خواجہ عبدالخالق** قدس سرہٗ، بحرمت مزیل التاسف حضرت **خواجہ یوسف** قدس سرہٗ، بحرمت صاحب اسرار خفی و جلی حضرت **خواجہ ابوعلی** قدس سرہٗ، بحرمت عالم علوم عیانی ونہانی حضرت **خواجہ**

ابوالحسن خرقانی قدس سرہ، بحرمت ہادی صراط سدید حضرت خواجہ بایزید قدس سرہ، بحرمت جناب مطہر اطہر حضرت خواجہ امام جعفر رضی اللہ عنہ، بحرمت متفقہ عالم حضرت خواجہ قاسم رضی اللہ عنہ، بحرمت حافظ الانجیل والقرآن حضرت خواجہ سلمان رضی اللہ عنہ، بحرمت اتقی الناس شیخ شفیق حضرت خواجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، بحرمت حضرت خواجہ عالم عالمیان صاحب اللواء والفرقان ختم المرسلین فخر الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی ﷺ خداوندا ہمیں اس گروہ سے اوراس جماعت کے ساتھ دنیا و آخرت میں رکھ۔ آمین یاارحم الراحمین۔

ویرحم اللہ عبداقال امینا

(اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو آمین کہے)۔

ضرورت اور حالات کے مطابق یہ مناسب معلوم ہوا کہ دوسرے سلسلے (شجرہ) کے بزرگوں کی نسبت اوران کے وسیلے سے یہی دعا کی جائے تاکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جلد قبولیت کے درجے تک پہنچے۔

یا الٰہی حرمتِ پیغمبرؐ و آلش علیؓ
حرمتِ حسنینؓ ہم زین العبادؓ منجلی

یاالٰہی پیغمبر ﷺ اور ان کی اولاد علیؓ کے صدقے۔ حسنؓ اور حسینؓ اور زین العابدینؓ منجلی کے صدقے۔

حُرمتِ باقرؓ امام و حُرمتِ صادقؓ امام
حُرمتِ کاظمؓ و علیؓ کز حق برایشاں صدسلام

امام باقرؓ اور امام صادقؓ کے صدقے۔ امام کاظمؓ اور علیؓ کے صدقے کہ خدا کی طرف سے ان پر سو (۱۰۰) سلام ہوں۔

حُرمتِ معروفؓ وسریؓ و جنیدؓ و بوعلیؓ
حُرمتِ شیخ سعیدؓ و شیخ گرگانؓ ولی

معروف کرخیؒ اور سری سقطیؒ اور جنید بغدادیؒ اور بوعلیؒ کے صدقے۔ شیخ سعیدؒ اور شیخ گرگانؒ ولی کے صدقے۔

خرمت فاریمدیؒ صاحب ہر دو طریق
خرمت ہریک ولی این طریق خوش انیق

فاریمدیؒ کے صدقے جو صاحب ہر دو طریق ہیں۔ اس طریق خوش انیق کے ہر ولیؒ کے صدقے۔

کن زایشانم و بالیشان رونما و رہنما
اے کریمی و وہابی و رحیم و ذوالعطا

مجھے انہی میں سے کر اور ان کو ہمارا رونما اور راہنما بنا۔ اے کریم و وہاب ورحیم،عطا کرنے والے۔

آگاھی

اے مخلص تجھے اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں نیک بنائے۔ جاننا چاہیئے کہ میں نے اس رسالہ قدسیہ (کتاب) کا نام" **صقالُ الضّمائر وَالْمَسامرۃ للسرائر**" رکھا، اس میں ایک مقدمہ اور چار ابواب ہیں۔

باب اول میں وہ بشارتیں مذکور ہیں جو آپ (قدس سرہٗ) کے حق میں وارد ہوئیں۔

باب دوم میں آپ (قدس سرہٗ) کی عبادات کا ذکر ہے۔

باب سوم میں آپ (قدس سرہٗ) کے حج کے سفروں کا بیان اور آپ (قدس سرہٗ) کی وفات کا تذکرہ ہے۔ اور

باب چہارم میں آپ (قدس سرہٗ) کے ملفوظات واحوال کا بیان ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس کتاب میں جہاں لفظ "حضرت ایشان" آئے گا۔ اس سے مراد آپ قطب مہاجر قدس سرہٗ ہیں۔ اور جہاں لفظ "خواجہ ثانی" آئے گا۔ اس سے مراد قطب عالم غوثِ اُمم خواجہ محمد زمان ثانی قدس سرہٗ ہیں اور جہاں لفظ "خواجہ حلیم" آئے گا اس سے مراد حضرت محبوب الصمد خواجہ گل محمد قدس سرہٗ ہیں اور جہاں لفظ "خواجہ کلاں" آئے گا اس سے مراد حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زماں کلاں صاحب الارشادی اللواری قدس سرہٗ ہیں اور جہاں لفظ "ابوالمساکین" آئے گا اس سے مراد خواجہ جواد حاجی محمد ٹھٹھوی قدس سرہٗ ہیں اور جہاں لفظ "جامع الکلمات" آئے گا اس سے مراد یہ خاکپائے ایشان قدس سرہم (حضرت خواجہ محمد سعید نقشبندیؒ) ہے۔

مقدمہ

طالبانِ باصفا اور رہروانِ طریقۂ عالیہؒ کو چاہئے کہ وہ صاحبانِ قلوب وحال کے اقوال وافعال اور احوال غیر ماٰل کو دیدہ عبرت وچشم ارادت سے دیکھیں نہ کہ کوتاہ نظری و حقارت کی نظر سے کیونکہ اس میں خسارہ وگمراہی ہے۔ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا ھُوَ بِالْھَزْلِ [پ ۳۰۔ سورہ الطارق ۸۶۔ آیت ۱۴] (تحقیق وہ قول فیصل شدہ ہے اور وہ کوئی ہنسی مذاق نہیں)۔ (کتاب) فتح الفضل میں حضرت خواجہ کلاں قدس سرہٗ سے منقول ہے "لا یھتدی من جادلنا و انما یھتدی من تبعنا" (وہ شخص ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا جو ہمارے ساتھ جھگڑا کرے (یعنی جماعت الاولیاء اللہ سے) اور ہدایت یافتہ نہیں ہوسکتا سوائے اس شخص کے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طلب میں ہماری (یعنی اولیاء اللہ کی) پیروی کرے)۔ چنانچہ ہر کام میں رضائے پیر کے لئے کوشاں رہے۔

مکاتیب مجددیؒ میں ہے کہ جو کچھ عمل پیر سے صادر ہو، اسے صواب ودرست سمجھے اگرچہ بظاہر وہ ٹھیک معلوم نہ ہوتا ہو اور یہ سمجھے کہ جو کچھ پیر کرتا ہے وہ الہام واذن الٰہی سے کرتا ہے اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ چونکہ خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے اس لئے اس میں اعتراض و ملامت کی مجال نہیں۔ شیخ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں کہ "اے اللہ جس کو تو راندۂ درگاہ کرنا چاہتا ہے اُسے ہمارے خلاف برسرِ پیکار کردیتا ہے"۔

اسی طرح مکاتیب مجددیؒ میں ہے کہ اس گروہ (اولیاء اللہ) کا انکار سمِ قاتل ہے اور ان بزرگوں کے افعال واقوال پر اعتراض کرنا زہر افعی (سانپ کا زہر) ہے۔ جس سے موت ابدی اور ہلاکت سرمدی واقع ہوجاتی ہے۔ اس گروہ کا منکر ان بزرگوں کی دولت سے محروم ہوجاتا ہے اور اس گروہ پر معترض ہمیشہ بدنصیب اور زیان کار بن جاتا ہے اور اگر مرید اپنی دانست میں پیر سے متعلق سرمو بھی اعتراض کی گنجائش پائے تو اسے بجز اپنی خرابی کے اور کچھ نہ سمجھے (انتہیٰ)۔

شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ان (بزرگوں کے ارادتمندوں) میں اور ان

کے دوستوں میں شمار کر، تا کہ کل (روز قیامت) تجھ سے پوچھیں کہ تو کون ہے؟ تو تو جواب دے سکے کہ میں ان کے دوستوں میں سے ہوں۔ اگر تو ان کی گفتگو سنے اور اس کا مطلب نہ سمجھے تو بھی سر تسلیم خم کر، تا کہ کل ان کے ماننے والوں میں تیرا حشر ہو اور تجھے کہا جائے کہ یہ تیرا حق ہے کہ ان کے طفیل تیری رہائی لابدی ہے (انتہی)۔

سبحان اللہ! فقط ان بزرگان (کی بزرگی) کے اعتراف اور ان کی دید و محبت سے ہی جب اس قدر فوائد حق سبحانہٗ کی جناب پاک سے حاصل ہوتے ہیں تو ان کی سچی محبت اور ان سے ارادت کیا کچھ کفایت نہ کر سکے گی۔

مشہور ہے کہ یحیٰ عمادؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ عالم برزخ (قبر) میں کیا معاملہ ہوا، فرمایا۔ کہ "مجھے خطاب ہوا کہ تیرے ساتھ بہت سختی ہونے والی تھی۔ مگر ایک روز تُو ہماری وحدت کا بیان کر رہا تھا کہ ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست کا وہاں سے گزر ہوا جو تیرے بیان سے بہت خوش ہوا اُس کی اس خوشی کے سبب ہم نے تجھ کو بخش دیا"۔

یہ ہے شانِ عالی اور سرمدی دولت ان دوستان حق سبحانہٗ کی۔ پس ان اکابر عظام اور معظمان فخام سلسلۂ نقشبندیہ خصوصاً مجددیہ قدس اللہ اسرارہم کے فضائل میں ہم کیا لکھ سکتے ہیں جیسا کہ کہا گیا ہے۔

منقبت درشانِ اولیائے نقشبند

(تصنیف جامع الکلمات)

(۱) الاای نقشبند انند نقاشانِ حقانی
بنقش لافنا سازند صد ہانقش وصدمانی

آگاہ رہو نقشبندی نقاش حقانی ہیں، (جو) لاؔ کے نقش سے صد ہا نقوش اور مانی کے شاہکار فنا کر دیتے ہیں۔ (مانی مشہور عالمی نقاش)

(۲) ہمہ گردندہ چوں پرکار گرد مرکز ذاتند
ہمہ ہشیار انداز گردش پرکار سبحانی

سب مرکز ذات الٰہی کے گرد پرکار کی مانند گھومنے والے ہیں۔ سب پرکار سبحانی کی گردش سے ہشیار ہیں۔

(۳) دراقصائے جہان بنود کسے نقاش دل چوں شان
چہ دراجناس جن وہم ملک ہم نوع انسانی

اکناف عالم میں ان کی مانند کوئی نقاش دل نہیں۔ خواہ جنوں میں خواہ ملائک میں خواہ انسانوں میں۔

(۴) اگر یک ذرہ نور دل خور خوئے شان رخشد
بسنگ دل شو درخشان ورشك لعل پیکانی

اگر ایک ذرہ بھی خورشید کی طرح ان کے روشن دل سے نکلے۔ تو پتھر دل بھی مثل لعل کے چمک اٹھے

(۵) اگرچہ ہند کفرستان بوداز ظل ہماء شان
چوں ہنداز کفر نحسیت برآمد درمسلمانی

اگرچہ ہند کفرستان تھا لیکن انکے ہما کی پر چھائیں سے۔ ہند وکفر سے نکل کر اسلام میں آ گیا۔

(۶) بظلمات ایں اگر گنجنیئہ فیض خدا باشد
نہ بشمر عیب گردرجستجوئے آب حیوانی

اس اندھیرے میں اگر خدا کے فیض کا خزانہ ہے۔ تو اس میں کوئی عیب نہیں کیونکہ آب حیات بھی ظلمات میں ہے۔

(۷) یمن ساگشت حدہندازمین دل ایشان
دمادم ازدم شان مید مدانفاس رحمانی

ان کی برکت سے ہندوستان کی حد یمن جیسی ہوگئی۔ ہر گھڑی ان کی سانس سے انفاس رحمانی پھیلتے ہیں۔

(۸) سفر اندر وطن دارند ہمچون ماہ در ہالہ
زخلوت انجمن حسن مہ و انجم ہمیدانی

جس طرح چاند اپنے مدار میں گردش کرتا ہے اسی طرح یہ سفر وطن میں اختیار کرتے ہیں۔ انجمن میں انکی خلوت ایسی ہے جیسے چاند ستارے باہم متعلق ہیں۔

(۹) زہر یك اولیا اصفیا دعوائے ہمتائی
بشان حکم سہا دارد نجاور لاف رخشانی
اولیاواصفیامیں سے ہرایک کو اپنی شان کادعوی ہے۔ان کے حکم سے چھوٹاستارہ مشرق ومغرب میں روشنی پھیلانے لگا۔

(۱۰) زقیض نوربخش ایں شموش اندر کسوف افتد
خورتا باں چولافد پیش شان درشان ہماشانی
ان کے فیض کے نور سے سورج گرہن میں پڑ گئے (یعنی ان کی روشنی ماند پڑگئی)۔ان کی شان کے آگے چمکتاہوا سورج کیالاف مارے گا۔

(۱۱) کندرو بہ شکار شیر گر منسوب شان گردد
بقہرشان کشدنمرود وش راشہ ز آسانی
لومڑی شیر کا شکار کرے،اگر ان سے منسوب ہو جائے۔ان کے قہر سے نمرود کو مچھر آسانی سے مار دے۔

(۱۲) دم عیسیٰؑ یدموسیٰؑ بغمز چشم شان پنہان
بیك جا جان دہ لاشہ بیك جانور افشانی
دمِ عیسیٰؑ یدِ موسیٰؑ انکے غمزہ چشم میں پوشیدہ ہے۔(یہ) بیک وقت مردہ میں جان ڈالیں اور نور افشانی بھی کریں۔

(۱۳) ہزاران کور مادر زادہَ باطن زبوئے شان
شود بینا چُو یعقوبؑ از قمیص ماہ کنعانیؑ
ہزاروں باطنی مادر زاداندھے انکی خوشبو سے۔اس طرح بینا ہوگئے جیسے یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض سے ہوئے۔

(۱۴) نہ خرچنگاں کجرواند جو رقص زراقی
بسان ماہیان راست رودر بحردیانی
کیکڑوں کی مانند ٹیڑھے ترچھے نہیں چلتے،مکاری کے ناچ جیسا۔مچھلی کی طرح براہ راست (خدائی) بحرِ عمیق میں جانے والے ہیں۔

(۱۵) کسے گراز حسد جوید عیوب شان عجب نبود
که آب نیل خوں میدید چشم قوم گبرانی
اگر حسد کا مارا ان کی عیب جوئی کرے تو عجب نہیں۔ کیونکہ دریائے
نیل کا پانی قوم گبرانی (کافروں) کو خون دکھائی دیتا تھا۔

(۱۶) اگرچہ نقشبند انند چوں آئینہ صافی
ولی زنگی برنگ زنگ بنید رنگ نادانی
اگرچہ نقشبندی آئینہ کی طرح صاف ہیں۔ لیکن شیدی نادانی سے
(آئینے میں) اپنی وہی کالی کلوٹی شکل دیکھے گا۔

(۱۷) بہ بلبل دزاغ فرح و غم زبوئے گل مثل باشد
بہ ہیزم نار وبہر یار حق آن شان بستانی
بلبل کو پھول سے فرحت ملتی ہے کوّے کو غم نصیب ہوتا ہے۔ جس طرح آگ
بابرے (حضرت ابراہیمؑ) کو آتشکدہ دکھائی دیتی تھی لیکن حقیقت میں وہ گلستان تھی۔

(۱۸) محمد دارمحی الشرع ہریک میبود زایشاں
وحید العصر فردالدہر گویا احمد ثانی
محمد ﷺ کی طرح ان میں سے ہر ایک شرع شریف کو زندہ کرنے
والا ہے۔ اپنے زمانہ کا یکتا یگانہ روزگار جیسے احمدِ ثانی ہو۔

(۱۹) فلک ازبحر خضرایش کند ہرشب نثار شان
ہزاراں لولوئے رشك در دریائے عمانی
فلک اپنے ہوئے سمندر میں سے ہر شب ان پر نثار کرتا ہے۔ ہزاروں بے
بہا موتی جن پر (اس) دریائے عمانی کے موتی رشک کرتے ہیں۔

(۲۰) بود ہریک از ایشاں قطب اعظم غوث کزجودش
سیاہ آید خجالت یاب کریاں ابرنیسانی
ان میں سے ہر ایک قطبِ اعظم اور غوث ہے کہ ان کی سخا سے۔
ابرنیساں سیاہ اور شرمندہ ہوجاتا ہے۔

(۲۱) ہزاراں اولیائے دیں ہزار ابدال ہم نجبا
زلوح جبۂ ایشاں سبق خوان ودلبستانی
ہزاروں اولیائے دین، ہزاروں ابدال و بزرگ۔ ان کی ہوئے
مبارک کی لوح سے سبق پڑھتے ہیں

(۲۲) ہزاراں ہم چو منصورؒ و ہزاراں شیخ شبلیؒ وش
بدرس صحوشان سازند چوں طفلاں سبق خوانی
منصورؒ شیخ شبلیؒ جیسے ہزاروں کامل۔ ان کے صحو کے مدرسے سے
بچوں کی طرح سبق خوانی کرتے ہیں۔

(۲۳) سعیدؔ ازوصف شان لب بستہ ماند کاین ست خوئے شان
چہ طاقت مور کارد در بیان شان سلیمانیؑ
اے سعیدؔ اب ان کی وصف بیانی میں خاموشی اختیار کر کہ یہ توان
نقشبندیوں کی عادت ہے۔ چیونٹی کو کیا طاقت ہے کہ وہ حضرت
سلیمانؑ کی شان بیان کرسکے۔

حضرت خواجہ مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ جو چاروں سلسلہ ہائے طریقت کے جامع بلکہ چاروں طریقوں میں صاحب ارشاد ہیں طریقۂ نقشبندیہ کو اتباعِ شریعت کے سلسلے میں واثق جانتے ہیں اور وصولِ حقیقت کے درجات میں اقرب شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنے مکتوب نمبر۲۳ میں فرماتے ہیں کہ ”صوفیائے وقت اگر انصاف سے کام لیں اور اسلام کے ضعف (یا بعض حالات میں) جھوٹ کی کثرت ملاحظہ کریں تو انہیں چاہیے کہ بجز سنت کے اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں، اور امور مخترعہ کی اپنے شیوخ کے عمل کے بہانے سے ہرگز پیروی نہ کریں کیونکہ اتباع سنت ہی نجات ہے اور یہی خیرات و برکات کا ثمرہ ہے اور سنت کے علاوہ تقلید میں خطرات ہی خطرات ہیں۔ ما علی الرسول الا البلاغ، (قاصد پر حکم کا پہنچا دینا ہے)“۔

اللہ تعالیٰ ہمارے پیروں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے پسماندگان کو امور مبتدع (نت نئے کاموں) کی بجا آوری کا حکم نہیں کیا اور اپنی تقلید سے ہلاکت کے

اندھیروں میں نہ ڈالا اور سنت کی متابعت کے سوا کوئی اور راستہ نہ بتایا اور صاحب شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اتباع کے سوا اور ان کی عزیمت پر عمل کرنے کے علاوہ اور کچھ ہدایت نہ فرمائی بلا شک وشبہ اس عمل کی وجہ سے ان بزرگوں کا سلسلہ بلند ہوا اور ان کے وصول (حق) کا ایوان اعلیٰ وارفع ہو گیا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سماع اور رقص کو ٹھوکر ماری ہے اور وجد وتواجد کو انگشتِ شہادت سے دو (۲) نیم کر دیا ہے۔ دوسروں کا مکشوف ومشہود ان بزرگوں کے لئے ماسوا میں داخل ہے اور اوروں کا معلوم ومتخیل ان کے نزدیک نفی کے قابل ہے۔ ان بزرگوں کا معاملہ دید ودانش سے ماورا ہے اور ماورا میں معلوم ومتخیل ہے اور تجلیات وظہور سے وراء اور مکاشفات ومعائنات سے وراء الورا ہے۔ دوسروں کا اہتمام وتوجہ اثبات میں ہے اور ان بزرگوں کی ہمت ماسوا کی نفی میں ہے۔ پس دوسرے طریقوں میں ذکر نفی واثبات مبتدیوں کے حال کے مناسب ہے اور اس کے بعد ذکر اللہ مناسب ہے۔ برخلاف ان بزرگان کے طریق کے جو اس کے برعکس ہے کہ اول 'اثبات' ہے پھر اس 'اثبات' کی 'نفی'۔ پس اس طریق میں اللہ کا ذکر ابتداء میں مناسب ہے اور ذکر نفی واثبات اس کے بعد صورت اختیار کرتا ہے۔ اگر ان بزرگوں کے حصول کے بیان میں لب کشائی کی جائے تو خواص عوام میں مل جائیں اور منتہی مبتدیوں کی طرح الف وب کا سبق اختیار کرنے لگیں۔

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب وحدیث عجیب ہست

(نہیں ہے فائدہ حافظ کی فریاد۔ بہت دلچسپ اس کا ماجرا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا وہ مراقبہ جو دوسروں نے اختیار کیا ہے ان حضرات کے نزدیک سطح ظاہری وجسم محوی کے اعتبار سے ساقط ہے اور جو ماحصل ومراقبے کے اعتبار سے ایک پرچھائی کے سوا اور کچھ نہیں۔ غرض اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی نظر ہمت بہت بلند ہے وہ ہر زراق (مکار) اور ہر رقاص (ناچنے والے) سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ اس لئے دوسروں کی نہایت (انتہا) ان کی بدایت (ابتدا) میں مندرج ہے۔ اور اس طریقہ کا مبتدی دوسرے

طریقوں کے منتہی کے ہم پلہ ہے۔ ابتدا ہی سے ان کا سفر وطن میں مقرر ہوا ہے اور انہیں خلوت در انجمن حاصل ہے اور دائم حضوری ان کا نقدِ وقت ہے۔

یہ وہ بزرگ ہیں کہ طالبوں کی تربیت ان کی صحبت عالیہ سے مربوط ہے اور ناقصوں کی تکمیل ان کی توجہ پر منحصر ہے۔ ان کی نظر امراض قلب کے لئے شفا ہے اور ان کا التفات باطنی امراض کو دور کرتا ہے۔ ان کی ایک توجہ سَو (۱۰۰) چِلّوں کا کام دیتی ہے اور ان کا ایک التفات برسوں کی ریاضتوں اور مجاہدات کے برابر ہے۔

ان بزرگوں کا طریق (رشد و ہدایت) بعینہٖ وہی ہے جو اصحاب کرام علیہم الرضوان کا طریقِ کار تھا اور یہ اندراج النہایت در بدایت (انتہا کا اندراج ابتداء میں) کا اثر ہے کہ جو خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی صحبت سے میسر آجاتا تھا کیونکہ سرور عالم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والسلام کی پہلی ہی صحبت میں وہ سب کچھ مل جاتا تھا جو دوسروں کو انتہا میں بمشکل حاصل ہو سکا اور یہ وہ فیوض و برکات ہیں جو قرن اول میں ظہور پذیر ہوتے تھے (انتہیٰ)۔

(خلاصہ، مکتوب)

شیخ المشائخ حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوب چہارم میں ہے ''جاننا چاہئے کہ ہر سو (۱۰۰) سال کے بعد ایک مجدد گذرا ہے لیکن سو (۱۰۰) سال کا مجدد اور ہے اور ہزار کا مجدد اور۔ جس قدر سو اور ہزار کے درمیان فرق ہے، اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ دونوں مجدّدوں کے درمیان فرق ہے اور مجدّد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جو فیض امتوں کو پہنچنا ہوتا ہے وہ اسی کے توسط سے پہنچتا ہے باوجود یکہ اس دور میں اقطاب واوتاد، ابدال و نجباء (برگزیدہ) بھی موجود ہوں۔

خاص کند بندہ مصلحت عام را

(عام مصلحت کے لئے ایک بندہ کو خاص کیا جاتا ہے)'' (انتہیٰ)۔

پس اس سے قیاس کرنا چاہئے کہ جس طرح مجدّد الف (ہزار سالوں کے بعد آنے والے مجدّد) کو گذشتہ صدیوں میں مجدّدانِ مائۃ سَو (۱۰۰) سال بعد آنے والے مجدّدوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اسی طرح سَو (۱۰۰) کا مجدّد ہزار کے مجدّد (قدس سرہٗ) کی وراثت سے

اور اس کی شاہراہ کی متابعت کے بعد، ان تمام سابقہ و متقدم سو (۱۰۰) کے مجددوں پر وہی فضیلت و اعلیٰ مرتبت رکھتا ہے۔ خصوصاً یہ نسبت عالی مرتبت حضرت خواجہ کلاں قدس سرہٗ جو تمام نسبت ہائے مجددیہ سے ایک خصوصیت کی حامل ہے کہ جو نگاہ عبرت سے دیکھنے والے کے لئے باعث حیرت ہے۔ چنانچہ جو نسبت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہی بایزید بسطامیؒ کو ابوالحسن خرقانیؒ سے، حکیم ترمذیؒ، حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو شیخ محی الدین ابن العربیؒ سے۔ احادیث نبویہ میں سے ایک حدیث میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ، شیخ اکبرؒ موصوف اور شیخ احمد جامؒ کی ذات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے جو امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی کے دنیا میں تشریف لانے سے پیشتر کی خبر دیتا ہے۔ اور حدیث شریف۔ سیکون فی هذه الامه رجل یقال له صله (عنقریب اس امت میں ایک مرد کامل ہوگا جس کو صلہ کہا جائیگا۔) میں آپ کے وجود مسعود کی طرف اشارہ ہے۔

اسی طرح میرے خواجہ کلاں قدس سرہٗ کے متعلق حضرات اکابر عظام قدس سرھم نے آپ کے وجود مسعود کے ظہور سے پیشتر بشارتیں اور خوشخبریاں دی ہیں۔ چنانچہ فردوس العارفین، مرغوب الاحباب اور دیگر متفرق کتب میں جملہ بشارتیں مفصل درج ہیں جن میں سے چند کا ذکر یہاں پر کیا جاتا ہے جنہیں تفصیل درکار ہو تو وہ کتب مذکورہ سے رجوع کریں۔

مکاتب ہدایت اسالیب میں ہے کہ قطب رحی الارشاد، مرکز دائرہ امانت وسداد، مولانا مخدوم آدم ٹھٹھوی قدس سرہٗ نے جو علمائے مشاہیر اور اولیائے کبار میں سے ہیں، حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم قدس سرہٗ الاطہر کے فرمان واجب الاذعان سے شہر ٹھٹھہ میں ایک خانقاہ شریف کی بنیاد ڈالی جس کی زیارت سے آج تک اہل صفا باطنی کشائش اور فوائد حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ''میں نے عروۃ الوثقیٰ کے حکم کے مطابق اس خانقاہ کو تعمیر کروایا ہے اس خانقاہ پر اصل الاصل کے انوار برستے ہیں اور اس خانقاہ میں دیہات سے تعلق رکھنے والا ایک جوان جو اولیاء اللہ میں سے ہوگا، تربیت حاصل کرے گا جس پر طریقہ نقشبندیہ کے تمام کمالات ختم ہوں گے'' (انتہیٰ)۔

اور مذکورہ بالا کتابوں میں دیہات سے تعلق رکھنے والے جوان سے مراد صریح طور پر

حضرت خواجہ کلاں قدس سرہٗ کی ذات ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں کہ ایک بار بزرگ عالی قدر مولانا مخدوم ممدوح (مخدوم آدم قدس سرہٗ) سرہند شریف کے سفر پر تیار ہوئے تو شیخ عبداللطیف قدس سرہٗ والد حضرت خواجہ کلاں قدس سرہٗ کو اپنا جانشین بنایا اور ان سے وعدہ فرمایا کہ ''میں تمہاری سفارش خواجہ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہٗ سے کرونگا''۔ اِس سفر سے واپسی کے بعد آپ نے فرمایا کہ ''تم کو مبارک ہو جب میں نے تمہارے لئے توجہ کی استدعا کی تو خواجہ قدس سرہٗ ازراہِ شفقت متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اُن کا سلوک اور علوم صحیح ہیں اور ہم نے ان کو ترقی عطا کی ہے باقی ان کے ہاں ایک لڑکا تولد ہوگا جس سے اس طریقہ عالیہ کے تمام کمالات ترویج وتزئین پائیں گے۔'' (انتہیٰ)

نیز ایک دن کامل محقق شیخ مدقق ابوالقاسم (قدس سرہٗ) جو مخدوم آدم قدس سرہٗ کے کامل خلفاء میں سے تھے اور جو بذاتِ خود یگانۂ روزگار اور صاحبِ ہمت وفراست تھے، اپنے کئی ساتھیوں کے ساتھ جن میں خواجہ ابوالمساکین، شیخ عبداللطیف موصوف اور مولانا عبدالسلام شامل تھے ایک تناور درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس پیڑ پر قسم قسم کے ہزارہا پرندے جمع تھے جو خوش الحانی سے چہچہا رہے تھے۔ اس شور وغوغا کے عالم میں حضرت شیخ محقق نے خواجہ ابوالمساکین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ''تمہارے مریدوں میں سے ایک مرد اس کمال کو پہنچے گا کہ طالبانِ حق اس کے گرد، ان پرندوں کی مانند جمع ہونگے''۔ اور پھر شیخ عبداللطیف کی طرف ملتفت ہوکر فرمایا کہ ''وہ مردِ کامل تمہاری پشت میں ودیعت ہے''۔ مولانا عبدالسلام جو خود جماعت ابدال میں سے تھے، اس مجلس میں اپنی دختر (نیک اختر) شیخ عبداللطیفؒ کو بخش دی تاکہ اس طرح وہ مرد کامل شاید ایک نسبت سے میرے (ان کے) فرزندوں میں سے ہو۔ (انتہیٰ)

اور حافظ ہدایت اللہ کی روایت کے مطابق مولوی قاضی زکریا مرحوم ساکن قصبہ بدین سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ کلاں قدس سرہٗ کی پیدائش سے چند سال قبل شیخ ابوالقاسم قدس سرہٗ کی زبان غیب ترجمان سے میں نے سنا کہ ''شیخ عبداللطیف کی پشت سے ایک ایسے مرد کامل ولی کا ظہور ہوگا جس کے فیض کا چراغ قیامت تک روشن رہے گا۔'' (انتہیٰ)

بالآخر حضرت کی ولادت یعنی خواجہ کلاں قدس سرہٗ کی دنیا میں شریف آوری کے

بعد آپ اس کمال لامتناہی اور مورد افضال الٰہی کے حامل ہوئے کہ آپ کے مرشد خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ آپ کو اور آپ کے فرزند خواجہ حلیم قدس سرہٗ کو جو ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے، بشارت دیتے ہوئے اس طرح خطاب فرمایا کرتے کہ ''ملک کے مشائخ کے سَر تمہارے قدموں تلے کئے گئے ہیں۔ تم کو ملک کے تمام خاندانوں پر سرداری عطا کی گئی ہے اور تم مشائخ کے سرتاج ہو۔ تمہارا فرزندِ ارجمند تمہاری مسندِ خلافت پر بیٹھے گا اور تمہارا مکان ہمیشہ معمور (آباد) رہے گا۔'' (انتہیٰ)

اس طرح خواجہ کلاں اور خواجہ ثانی قدس سرھما کو یہی بشارت دی گئی جیسا کہ کتاب مرغوب الاحباب میں مرقوم ہے اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابوالمساکین قدس سرہٗ نے خواجہ کلاں قدس سرہٗ کو بشارت دی کہ ''جو حالت تم پر وارد ہوئی ہے وہ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو (حضرات) پر وارد ہوئی تھی۔ ایک حضرت جنید قدس سرہٗ جو سید الطائفہ کہلائے اور دوسرے بایزید قدس سرہٗ جو سلطان العارفین ہوئے۔ لیکن ان ہر دو عزیزوں نے اس حالت کو تمام نہیں کیا اور اختتام تک نہیں پہنچایا۔ امید ہے کہ تم اس کو اتمام تک پہنچاؤ گے اور سلطان الاولیاء کہلاؤ گے''۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح کی بکثرت بشارتیں خواجہ کلاں قدس سرہٗ کی شان میں وارد ہوئی ہیں۔ لہٰذا آپ کی اس مجددی نسبت کو اقدس گردانناچاہئے نہ کہ بیباکی اور جرأت کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔

پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید
احول از چشم دوبین در طمع خام افتاد

(پاک بین اپنی نظر عقیدت کی بدولت اپنے مقصد کو پہنچا۔ (جبکہ بھینگا، اپنی نظر کے عیب کی وجہ سے طمع خام میں پڑ گیا)۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ کی یہ مقدس نسبت جو آپ کی ذات میں مظہر بن کر ظہور پذیر ہوئی اس نسبت کے اسرار بے رنگی اور انوار بے چگونگی آپ کے سینہ سے روز روشن کی طرح آشکارا ہوئے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس بیان میں کوشاں ہوں اور یہی ان کلمات کے جمع کرنے کی علت غائی وہ ان کی مدح سرائی ہے۔

اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارا خاتمہ ان کی محبت اور تعریف وتوصیف میں ہو اور قیامت کے دن ہمارا حشر ان (قدس سرہٗ) کے ساتھ ہو۔

نام من زین ستودہ کیشان باد

حشر من درمیان ایشان باد،

(میرا نام ان کی تعریف کرنے والوں میں ہو، میرا حشر ان کے ساتھ ہو)۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین.

☆☆☆

باب اول

بشارت اور ولادت

حضرت ایشان (قدس سرہٗ) کی شان میں اولیائے صغار اور کبار نے آپ (قدس سرہٗ) کی ولادت سے پہلے اور بعد کئی بشارتیں دیں۔ جاننا چاہیئے کہ حضرت ایشان (قدس سرہٗ) قطب کبیر اور غوثِ شہیر تھے اور شریعت غرا کے عامل بر عزیمت اور طریقت علیا کے عالم بر حقیقت تھے۔

زسنت در جنید افگند آشوب
بہ جذبہ بایزیدش آستاں روب

((آپ) کامل کی پیروی کی وجہ سے جنید پریشانی میں پڑ گئے۔ اور جذبہ کی بدولت بایزید خاکروب آستاں ہوئے)۔

ابوالوقت دو عالم قطب ارشاد
مجدد وار ازوے دین شد آباد

(اپنے وقت کے صاحب دو عالم کے قطب ارشاد۔ مجدد کی مانند ان سے دین آباد ہوا)۔

جس نے ایک بار صدق دل اور خلوصِ ارادت سے **سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ** [پ ۲۶۔ سورہ الفتح ۴۸۔ آیت ۲۹] (ان کی علامت اِن کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے) کے مثل ان کے وجود مسعود اور انوار پیشانی کو دیکھا ہوگا تو اس کے دل سے نزع کے وقت تک ان کی جبین کے انوار کی شعاعیں محو نہیں ہوئی ہوں گی۔

کسے کو گشت فانی درجمال و حُسن پرخود
فراموش کے کند گاہے ہمیں شکل وشمائل را

(جو شخص اپنے پیر کے حسن و جمال میں غرق ہو گیا۔ وہ کیسے اس کے شکل و شمائل کو فراموش کر سکتا ہے)۔

ایسے 'فنافی اللہ'، 'باقی باللہ' اور 'متخلق با خلاق اللہ' کی مدحت میں 'لا احصیٰ ثناءً' (یعنی ان کی ثنا کا احاطہ ممکن نہیں) وردِ زبان ہے۔

منقبت

از جامع الکلمات'

(۱) قطب چرخ قطبیت و غوثِ دین
طائف او ہست تا عرش و زمین
وہ چرخ قطبیت کے قطب اور دین کے غوث ہیں۔ عرش سے زمین تک سب کچھ ان کے گرد گھوم رہا ہے۔

(۲) طالبان را غمزہ او نور جان
وسوسہ رانجم ثاقب بالیقین
طالبوں کے لئے ان کا غمزہ چشم دل کا نور ہے۔ وسوسہ رکھنے والے کے لئے یقینا نجم ثاقب ہے۔

(۳) درولیاں ختم چوں درانبیاءؑ
حضرت ختم الرسل شاہ امین'
یہ زمرہ اولیاء میں درجہ کمال پر فائز ہیں۔ جیسے انبیاء میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ختم الرسل ہیں۔

(۴) رہطۂ ابدال چل ہم پیش او
از سر عجز اند دار ندہ جبین
چالیس ابدال کا گروہ ان کے آگے۔ عاجزی سے سرنگوں ہے۔

(۵) صد ہزاراں چشم چرخ اندر زمانش
برزمین قطبی ندیدہ این چنیں
چشم افلاک نے زمانے بھر میں۔ زمین پر ایسا قطب نہیں دیکھا۔

(۶) کن محمدً تاج بر فرق حسن
از جمالِ اسم او بہرہ گزین؛

حسن کی مانگ پر محمدی تاج زیب سر کر۔ پھر اس نام (پاک) کے جمال سے بہرہ ور ہو۔

(۷) کنہ آں محقق قطب را
کس نداند غیر رب العالمین

اس محقق قطب کے علم کی انتہا کو۔ سوائے رب العالمین کے اور کوئی نہیں جانتا۔

ولادت حضرت خواجہ محمد حسن مُہاجر مَدنی قدس سرہ؛

حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت دوشنبہ (پیر) مورخہ ۵ محرم الحرام ۱۲۳۵ھ کو ہوئی۔ آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کے والد حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کے ہاں ۱۲۲۱ھ میں فرزندِ اوّل موسوم بہ شیخ محمد سعید قدس سرہٗ تولد ہوئے۔ اُن دنوں اختر برج نقابت، گوہر درج نجابت، عرفانِ پناہ، ولایت دستگاہ، میر نور علی شاہ، ساکن لکھی فیض آباد جو خواجہ حلیم قدس سرہٗ کے مرید اور ان کی بارگاہ کے فیض یافتگان میں سے تھے اور جو مناقب عجیبہ اور حالاتِ غریبہ کے حامل تھے، صاحبزادہ نومولود کے دیدار کے لئے جن کی عمر اس وقت سات ماہ تھی، لواری شریف تشریف لائے۔ حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بکمال آرزو و شوق وتمنائے ذوق عرضداشت پیش کی۔ جس پر حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ نے صاحبزادہ باسعادت کو طلب فرمایا۔ میر نور علی شاہ فرماتے ہیں کہ ''ایک دایہ صاحبزادے کو گود میں لئے دہلیز تک آئی۔ صاحبزادے کو دیکھتے ہی مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں ایک ساعت کیلئے بے خود ہو گیا۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو دایہ صاحبزادے کو واپس لے گئی۔ اور وہ تحائف جو میں انکے لئے لایا تھا میرے ہاتھ ہی میں رہ گئے۔ پھر میں حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں واپس آیا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ ''کیا دیکھا''؟ میں نے عرض کیا کہ انوارِ ولایت ان کے چہرے پر جلوہ فگن ہیں۔ عجیب گوہر نایاب وجود میں آیا ہے۔ حضرت خواجہ ثانی

قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ''ایسا ہی ہے مگران کی عمر کم دکھائی دیتی ہے''۔ پس اس بات کو سنتے ہی میں مغموم دل ہو کر خواجہ کلاں قدس سرہٗ کے روضہ شریف میں جو ''قبہ حضرت خواجہ کلاں'' کے نام سے مشہور ہے، جا کر بیٹھ گیا۔ یہاں مجھے کشف ہوا کہ ان کے بعد ایک اور فرزند تولد ہوگا جو بڑی عمر والا اور ان سے زیادہ برگزیدہ ہوگا''۔ (اسی طرح کتاب مرغوب الاحباب میں ہے)۔ چنانچہ ٹھیک ایسا ہی ہوا۔ میر مغفور کے اس کشف کے پندرہ سال بعد حضرت ایشان قدس سرہٗ اس دنیا میں تشریف لائے اور خواجہ باسعادت نے ۱۱۳۷ھ میں وصال فرمایا۔

سیادت پناہ معرفت آگاہ سید علی شاہ بخاری سے جو جامع الکلمات کے استادوں میں سے ہیں، میں نے سنا۔ آپ میر نور علی شاہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اس فرزند ارجمند یعنی حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ولادت سے پیشتر چند بشارتیں میں نے اپنے مکشوفات میں دیکھیں۔ نیز حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ اور سارے اصحاب ولایت اور ارباب معرفت نوریافتگان خواجہ حلیم قدس سرہٗ اور خواجہ کلاں قدس سرہٗ سے میں نے سُنا کہ ان کے مثل کمیاب ہے جو ظہور میں آئے اور وفات پا جانے والے مشائخ بھی بقید حیات مشائخ کی مانند ان کی رضا جوئی کے خواہاں ہونگے اور مشائخ زمانہ بھی در پردہ ان کی اعانت فرمائیں گے اور یہ سب ان سے دانستہ یا نادانستہ فیض حاصل کریں گے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ولادت کے بعد ہی نہیں بلکہ آپ کے مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد بھی میر صاحب موصوف بقید حیات تھے اور فرماتے تھے کہ جو کچھ نزولِ برکات وحلولِ حالات بہ التفات اور توجہ اپنے مرشدوں یعنی خواجہ حلیم قدس سرہٗ اور خواجہ ثانی قدس سرہٗ سے میں نے پایا، اس سے بہتر فیوض اور واردات حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ادنیٰ توجہ سے پاتا ہوں بے شک یہ بیشہ ولایت و ہدایت کے شیر ہیں کہ سب ان کا شکار کھاتے ہیں۔ (انتہیٰ)۔

درویش عالی کہ جو مقامات عالی اور حالاتِ متعالی کے صاحب ہیں اور خواجہ حلیم قدس سرہٗ کے متوسلین اور حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ ہیں اور تصرف اور خوارق (کرامات) پر دسترس رکھتے ہیں، جن کو جامع الکلمات نے بچپن میں دیکھا اور کئی دفعہ اس جامع الکلمات کو برائے استدعا دعوات وتوجہ باطنی ان کے پاس بھیجا کہ ابھی تک ان کے انوار جبین کی شعاعیں میرے مطلع خیال پر جلوہ فگن ہیں، ان سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ثانی

قدس سرہ نے حضرت ایشان قدس سرہ کے ایام طفولیت میں انہیں حکم دیا کہ "صاحبزادے کو اٹھا کر محمد عیسیٰ درویش دشتی قدس سرہ (جو خواجہ کلاں قدس سرہ کے خواص میں سے تھے اور جو اصل الاصل کے معاملے میں مافوق سے مشرف تھے)، برائے توجہ دُعا و حصولِ کمال اس طائفہ عالیہ (جماعت اولیاء) کے، اس کی خدمت میں لے جائیں اور اس درویش سے کہیں کہ ان پر توجہ فرمائیں"۔ اور تھوڑے انگور جو تازہ توڑے گئے تھے درویش کو پیش کرنے کے لئے عطا فرمائے۔ یہ حقیر فقیر حضرت ایشان قدس سرہ کو گود میں لے کر درویش دشتی کی خدمت میں لے گیا۔ ہدیہ پیش کیا اور توجہ کے لئے عرض گذار ہوا۔ درویش نے اولاً اپنی نیاز مندی کا تذکرہ کیا اور پھر حضرت خواجہ ثانی قدس سرہ کے حکم کی تعمیل میں توجہ اور مراقب ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ درویش کے جسم کے تمام بال کھڑے ہوگئے۔ اور آثارِ جمال وجلال الٰہی ان کے چہرۂ انور پر ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ [پ ۲۳۔ سورہ الزمر ۳۹۔ آیت ۲۳] (ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر سے نرم ہو جاتے ہیں)۔

وہ کافی دیر تک مراقبہ میں رہے۔ بعد میں ان کے بدن کے تمام بال اپنی اصلی حالت پر آ گئے اور آثارِ کثافتِ بشری ان کے چہرے سے پھر نمودار ہوئے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ "یہ مسکین کیا کر سکتا ہے۔ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے لیکن جو کچھ حضرت ایشان کی طرف سے مجھے حاصل تھا وہ میں نے ان کو واپس دے دیا اور میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نہایت کامل و اکمل ہونگے جو لوگ زندہ ہوں گے وہ جلد ہی ان کے کمالات دیکھیں گے۔"

کتاب مرغوب الاحباب کے مؤلف سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ثانی نے حضرت ایشان قدس سرھما کو کامل مجذوب درویش یعقوب، جو حضرت خواجہ حلیم قدس سرہ کے کرشمۂ ناز و عشوہ طناز، جمال برکمال کی بدولت جذب و مستی سے سرشار تھے اور جولُواری شریف کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے، کی خدمت میں بھیجا۔ یہ مجذوب وارداتِ قلبی سے واقف ہو جاتے تھے ہزاروں لوگ اس جہاں اور عالم جاودانی کی اغراض لئے ان کے پاس آتے تھے اور ابھی حرفِ مطلب زبان پر لاتے ہی نہ تھے اور اپنا دلی مسئلہ بیان ہی نہ

کرتے تھے کہ خود بخود یہ مجذوب محمود ان کے جوابِ باصواب سے بلا کسی تردد کے مطلع کردیتے تھے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ، جن کی عمر اُس وقت پانچ (۵) چھ (۶) سال تھی، چند خدمت گاروں کے ہمراہ اس صاحب صفا کی پسِ پشت اس طرح بیٹھ گئے کہ ان کی نظر آپ پر نہ پڑے۔ اگرچہ ان کی دیدۂ بصیرت دائمی واتھی۔ مجذوب توجہ کئے یا گردن گھمائے بغیر ہی حضرت ایشان قدس سرہٗ سے نہایت محبت وترغیب سے ہمکلام ہوئے اور آپکو آپ کے کامل ہونے اور منصب رشد وہدایت کی خوشخبری دی اور اس کے بعد تمام یاران وخدمت گاران کے سوالات کے جوابات دیئے جس پر ہر ایک حیرت زدہ رہ گیا۔

معرفت کیش عالی درویش سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''آج رات میرے پاس دو (۲) رحمانی فرشتے آئے اور مجھے حضرت بے چون و بے چگون عزّ اسمہٗ وجل سلطانہٗ وتعالیٰ شانہٗ کی خدمتِ منزّہ ومعرّا ومقدس ومبرّا کی بارگاہ میں لے جاکر حاضر کیا۔ میں مسرور وشادمان امیدِ وصال لایزال ایزد متعال عریانی وجنانی جاودانی بارگاہِ سبحانی میں لئے۔ گوش روزہ دار بر اللہ اکبر است .(جس طرح روزہ دار کے کان آواز اللہ اکبر (اذان) کی طرف ہوتے ہیں) کے مصداق حکمِ الٰہی کا منتظر کھڑا تھا کہ خطاب مقدس سماعت پذیر ہوا کہ ''اگرچہ ہم نے تمہیں اسی مطلب کے لئے طلب کیا تھا لیکن فی الحال تم واپس جاؤ تا آنکہ ہم تمہارے فرزند کو تمہارا قائم مقام کریں''۔ اس خطاب اور بشارت باصواب کے بعد حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ اس جہاں میں دوسال سے زیادہ نہ رہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ [پ ۲۹۔ سورہ الجن ۷۲۔ آیت ۲۶] (اللہ تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے ان رسولوں میں سے جس سے وہ راضی ہو)۔ ☆

حاجی خیر محمد اور سیادت پناہ سید تاج محمد شاہ سے منقول ہے کہ حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کے حاسد بھائیوں، ظاہر بینوں اور کور باطنوں نے بحکم۔ مَنْ رای ظَاهِرهم خَاب خَسِرَ وَ مَنْ رای بَاطنهم نجیٰ وَ افلح (یعنی جس نے انکے ظاہر کو دیکھا وہ خسارے میں پڑا اور جس نے ان کے باطن کو دیکھا اس نے نجات اور فلاح پائی)۔ آپ سے عداوت رکھتے تھے

☆ رسول کریم ﷺ کے طفیل مقربین کو بھی یہ منزل عطا ہوتی ہے۔

اور لایھتدی من جادلنا (جو ہم سے جھگڑا کریگا وہ ہدایت نہیں پائے گا) کے مصداق علم بغاوت بلند کیا تھا کہ اگر اس کی تفصیل کے بیان میں قلم اٹھایا جائے تو دفتر بھر جائیں۔ بساد رد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد۔ (جو اہل درد سے اڑتا ہے وہ خود گرتا ہے)۔

الغرض حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ جو اللہ سبحانہٗ کے فرمان سے اپنی حیات کی بقیہ مدت جانتے تھے یہ مناسب سمجھا کہ اپنی زندگی میں ہی اپنا قائمقام مقرر کردیں۔ مبادا آپ کے بعد بھائیوں کی عداوت اور مریدوں کے اختلاف وتفرقہ کی وجہ سے کوئی تنازعہ پیدا نہ ہو۔ لہٰذا حضرت ایشان قدس سرہٗ کو بامرِ الٰہی اپنی حیات میں خانقاہ خواجہ حلیم الفواد قدس سرہٗ میں مسندِ ارشاد پر بٹھا کر تمام مریدوں کی اُن سے بیعت کروائی۔ چندروز کے بعد فرمایا کہ ''ابھی عوام کے خیال میں حقیقتِ مرام انجام پذیر نہیں ہوئی''۔ چنانچہ دوسری بار حضرت ایشان قدس سرہٗ کو اپنے حجرۂ پر انوار (اوطاق) میں جہاں آپکی مسند فیض رسانی معہ گاؤ تکیہ کے بچھی تھی، اس پر بٹھا کر بیعت کروائی اور تمام حاضرین کو بزبان وحی ترجمان فرمایا کہ ''جس نے حضرت ایشان قدس سرہٗ کا ہاتھ تھاما روز قیامت میں اس کی دستگیری کروں گا اور اس کی (بطفیل نبی کریم ﷺ) شفاعت بھی کروں گا۔ تم سب کو چاہئے کہ ان کے تابعدار ہو جاؤ اگر یہ تم کو لاٹھی اٹھانے کا ارشاد فرمائیں تو تم تیغ بے دریغ اپنے دوش پر جوش پر اٹھالو۔ اگر یہ تلوار اٹھانے کا حکم دیں تو تم فی الفور اور بلا تاخیر تلوار سے وار کرنے کی کوشش کرو کیونکہ اس نوجوان کا کاملوں کی مسند پر جلوہ فرما ہونا طالبوں کے ارشاد کے واسطے فرمانِ ایزد سبحانی کے مطابق ہے اور بمثال اگر کوئی ان برداران حسد طنیتان کی طرف چلا جائے تو اسے جانے دو۔ واللّٰہ غالب علیٰ امرہٖ (اللہ اپنے امر پر غالب ہے)''۔

اسی طرح ہدایت شاہل موذن شاہل سے منقول ہے کہ ان ایام میں ایک دن قدوۃ انام یعنی حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ السامی کی خدمت میں، میں اور عالی درویش اور کچھ عاشقان دلریش حاضر تھے اور طریقہ نقشبندیہ کے مطابق مہر برلب یعنی خاموش اور کوچہ ادب میں مستغرق تھے کہ حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ ازخود فقیر عالی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ ''ابھی تک تمہارے دل میں وہی خیال جاگزیں ہے تم کو معلوم ہو کہ جب کوئی کامل اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کرتا ہے تو اپنا قائم مقام مقرر کرنے کے لئے اور اختیارات کی باگ ڈور اس کے سپرد کرنے کے لئے وہ اپنے مرشد کامل کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوتا

ہے۔ اسطرح اس کے مرشد اپنے مرشد کی طرف یہاں تک کہ علی الترتیب تمام مرشدوں کے مرشد اور تمام رہبروں کے رہبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ معاملہ پہنچتا ہے اور پھر حضرت ختمی مرتبت بارگاہِ کبریا عزاسمہٗ وجل شانہٗ میں رضائے حق کے لئے متوجہ ہوتے ہیں۔ نامزد کردہ شخص کو بارگاہ الہٰی سے شرفِ قبولیت بخشا جاتا ہے اور حضرت ختمیت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے اس کو قائم مقام ہونے کی رخصت اور اطمینان، اللہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔ پھر اس شاہ کے توسط سے ہر کامل حق آگاہ کو اس کے قائم مقام ہونے پر مطلع کیا جاتا ہے۔ پس عسر ویسر (تنگی وراحت) میں اور سفر وحضر میں یہ تمام اکابر حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید سے اس دار ورسن میں بلکہ بحکم اللہ اکبر اس (قائم مقام) کے معاون (مددگار) ہوتے ہیں۔ پس اس کو کیا غم اور اس کے متوسلین (مریدوں) کو کیا فکر"۔ چنانچہ جب ہم حضور فیض گنجور خواجہ ثانی قدس سرہٗ کی مجلس سے اٹھے یعنی مجلس حضور گرامی برخاست ہوئی تو تمام یاروں نے حضرت کے کلام بلاغت نظام کو عالی درویش کی خاطر خواہی کے لئے جواب تصور کیا۔ عالی درویش نے بے کم وکاست اس مسئلے کو اس طرح بیان کیا کہ "حضرت ایشان قدس سرہٗ کے اس عہدِ طفولیت میں جب کہ ان کی عمر اس وقت ۱۳ سال ہوگی اور حاسدوں کی جماعت کی تکبر اور خودنمائی کے پیش نظر جبکہ ان میں ہر ایک عمر وعقل میں بڑا اور عاقل تھا، یہ قیاس کرتے ہی دل میں وسوسہ گذرا کہ بعد پناہ مسکیناں یعنی حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کے بعد یہ حاسد ہم ضعیفوں کا خون اس طرح پئیں گے جیسے بھیڑیئے بھیڑوں کا خون پیتے ہیں۔ چنانچہ اس وسوسہ کے جواب میں آپ نے کلام فرمایا اور اس وہم کو رفع کیا جو آپ نے دیکھا اور سنا"۔

نیز اسی درویش عالی مقام سے منقول ہے کہ ایک رات اچانک ان حاسد باغیوں نے وقت فرصت کو غنیمت جانا اور قلعہ کی دیوار پھلانگ کر مع چند مفسد بدطینتوں کے جنگ وجدال اور کشت وخون کی نیت سے آدھمکے اور چند گوشہ نشین فقراء کو شہید کر دیا۔ ان ظالموں نے اس رات جو کچھ تعدی، جور وستم اور ظلم روا رکھا اگر اس کو تفصیل سے لکھا جائے تو بات طویل ہو جائے گی۔ الغرض کسی نے آدھی رات کو حضرت خواجہ ثانی کی خدمت میں یہ حالت بیان کی اور کہا کہ ان ظالم قاتلوں نے چند اشخاص کو شہید کر دیا ہے اور ان میں سے بعض اس دیوار کو پھاند کر یہاں بھی بری نیت اور بُرے مقصد کے ساتھ پہنچے ہیں۔ حضرت خواجہ ثانی بوجہ سخت علالت کے اس وقت جسمانی طور پر

بہت ناتواں ہو چکے تھے اور عالم جاودانی کو سدھارنے کے لئے تیار تھے، اس روئداد کو سنتے ہی اوّل حضرت ایشان قدس سرہٗ کے متعلق دریافت کیا کہ "وہ کہاں ہیں؟"۔ یاروں نے جواب دیا کہ وہ موجود ہیں۔ پھر انہیں اپنے پاس بٹھا کر فوراً فرمایا کہ "کچھ غم نہ کرو اور ہرگز محزون نہ ہو۔ اس سے پہلے میں صرف ایک تھا اور اب یہ شیر الٰہی اور میں دو (۲) اشخاص بیٹھے ہیں۔ آج ظہر سے قبل ہی ان (دشمنوں) کو اس جگہ سے گھسیٹ کر قلعہ سے باہر نکال دیں گے"۔ تمام حاضرین آپ کی اس خوشخبری اور غیب کی خبر سے حیران ہو گئے۔ حتیٰ کہ فی الحقیقت اسی روز زوال آفتاب کے وقت بحکم نصرت بالرعب (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم کو رعب سے نصرت دی گئی) ان حاسدوں کے لشکر کے دلوں میں اور مفسدوں کے رفیقوں میں رعب پڑ گیا۔ کہ قلعہ سے نکل کر گرتے پڑتے بھاگ گئے۔ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ [پ ۲۹۔ سورہ مدثر ۷۴۔ آیت ۵۱،۵۰] (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھاگے ہوں)۔

ہیچ قومے راخدا رسوا نکرد
تا دلِ صاحبدلے نامد بدرد

(کسی قوم کو خدا نے رُسوا نہیں کیا۔ جب تک اس نے کسی صاحبدل کو دکھ نہ دیا ہو)۔

آپ کے رحلت فرمانے کے بعد ہر چند (دشمنوں نے) حضرت ایشان کے ساتھ بھی جھگڑنا چاہا اور طبلِ جنگ بجایا لیکن لاحاصل سوائے۔

فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ [پ ۱۔ سورہ البقرہ ۲۔ آیت ۱۶] (پس ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے)۔

فارسی غزل

تصنیف (جامع الکلمات)

(۱) جاہل از اہل بلاغت روشکنج ارشد چہ شد
جعل اس خوشبوئے گل گر سرمخد رشد چہ شد

جاہل اگر اہل بلاغت سے ہمکلام ہوا تو کیا ہوا۔ گوہ کا کیڑا پھول کی خوشبو سے مدہوش ہو گیا تو کیا ہوا۔

(۲) روز روشن شد قسم گاهِ خدا در والضّحیٰ
ظُلمتِ افزا دیده بے نور شپّر شد چه شد
(سورہ) والضحیٰ میں خدا نے روز روشن کی قسم یاد فرمائی۔ چمگادڑ کی بے نور آنکھیں اگر ظلمت افزا ہوئیں تو کیا ہوا۔

(۳) قدر زر یا نقره را صراف داند نے شبان
کاسه روئین پشیش صورت زر شد چه شد
سونے چاندی کی قدر صراف جانتے ہیں نہ کہ چرواہے۔ پیتل کا پیالہ اسے سونے کا دکھائی دے تو کیا ہوا۔

(۴) نیک دیدن خویش را بر ہمسراں ابلہی است
از تکبر کردن افزا شاخ بے برشد چه شد
اپنے آپکو دوسرے سے اچھا سمجھنا بے وقوفی ہے۔ بے پھل ٹہنی تکبر سے اونچی ہو گئی تو کیا ہوا۔

(۵) کس که خود را دید به زاستاد نبود هیچ غم
بار مشك و عود و عنبر و عطر بر خر شد چه شد
کوئی اگر اپنے آپکو استاد سے اچھا سمجھے تو کچھ غم نہیں۔ مشک و عود و عنبر و عطر کا بوجھ گدھے پر لادا گیا تو کیا ہوا۔

(۶) گل بود ز آب و لطافت زیب دیہم شہاں
خار در پہلوئے گل شکل بُرادر شد چه شد
پھول اپنی آب و لطافت کے سبب بادشاہوں کے تخت کی زینت ہے۔ کانٹا پھول کے پہلو میں شکل برادر ہوا تو کیا ہوا۔

(۷) فضل بر پندار نبوبین که دستار حباب
بر رخ سیلاب شکل گنبدی گر شد چه شد
پندار میں کوئی فضیلت نہیں کہ حباب کا کلاوہ۔ سیلاب کے رُخ پر شکل گنبد بن گیا تو کیا ہوا۔

(۸) فضل علم ست، و نه از ریش سفید و عمر پیر
بو مره از بو البشر پیش و پس ترشد چه شد
فضیلت علم سے ہے نہ کہ سفید داڑھی اور عمر پیری سے ۔ بو مرہ گر ابو البشر سے پہلے یا بعد میں ہوا تو کیا ہوا۔

(۹) علم در قعر دل ست وقال بر سطح زبان
خس بروئے یم اگر بالائے گوہر شد چہ شد
علم (حال) دل کی گہرائی میں ہے اور قال (بات) زبان کی سطح پر ۔ خس وخاشاک دریا میں اگر گوہر سے اوپر ہو گیا تو کیا ہوا۔

(۱۰) کار بہ اخلاصِ دل است نے وبہ تکلیف زبان
بے خلوص دل اگر واعظ بہ منبر شد چہ شد
مطلب خلوص دل سے ہے نہ کہ زبان کی تکلیف (بولنے) سے ۔ بغیر خلوص دل کے اگر واعظ منبر پر آ گیا تو کیا ہوا۔

(۱۱) زینتِ ظاہر گزار وزینتِ دل جو سعیدؔ
از دو تارِ موئے بر طاؤس افسر شد چہ شد
اے سعیدؔ! ظاہر کی زینت چھوڑ اور دل کی زینت ڈھونڈ ۔ بالوں کے دو (۲) تار سے مور کے ماتھے پر کلاوہ ہوا تو کیا ہوا۔

نیز میر محمود، جو اہلِ مراقبۂ قلبیہ اور خواجہ حلیم قدس سرہٗ کے بہرہ یافتہ تھے اور خلیفہ غلام محمد تالپور سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت ایشان اوائل عمر میں سفید لباس میں ملبوس اور سر پر پگڑی باندھے حضرت خواجہ ثانی کی خدمت میں تشریف لائے ۔ حضرت خواجہ ان کو دیکھ کر مُسکرائے اور فرمایا کہ ''ہمارا یہ فرزند عربی اور حاجی دکھائی دیتا ہے'' (انتہیٰ) ۔ اگرچہ اس وقت سب حاضرین نے بوجہ اس لباس کے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلام کو تشبیہ پر محمول کیا، لیکن یہ تشبیہ حقیقی تھی نہ کہ مجازی ۔ کیونکہ بالآخر آپ نے چھ بار حج کیا اور چھ ہی بار زیارتِ فیض بشارت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے مشرف ہوئے اور آخری حج کے لئے ہجرت کی نیت کی اور مدینہ طیبہ میں وفات پا کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

عارفان را تا قیامت ہرچہ گرد د روشن است

(قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے وہ عارفوں پر روشن ہے)۔

نیز اس جامع الکلمات نے زبانِ فیضِ ترجمان حضرت ایشان قدس سرہٗ سے سنا۔ آپ کہتے تھے کہ "مجھکو حضرت خواجہ ثانی نے مسند ارشاد پر بٹھایا۔ ایک روز میں اوطاق کے مغربی حجرے میں تھا اور حضرت خواجہ ثانی اس بیٹھک کے مشرقی حجرے میں تھے۔ اچانک میرے دل میں ایک ناشائستہ خطرہ (خیال) پیدا ہوا۔ جھٹ آپ نے حجرے سے ہی مجھے آواز دیکر اپنے پاس بلایا۔ میں فوراً ہی خدمت شریف میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ "اے پسر، میں نے تم کو اس جہاں کے تعلقات سے کھینچ کر باہر کیا ہے۔ ابھی تک تم اس قسم کے خطرات کو راہ دیتے ہو۔ ہرگز ان خطرات کو راہ نہ دو (دل میں نہ آنے دو)"۔

نیز میں نے سید غلام شاہ سے جو نہایت نیک خصلت تھے، سُنا کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ نے امانتِ ارشاد عطا فرماتے وقت اس طرح مژدہ سنایا کہ "تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختار ہو، چاہو تو میری طرح جہاں میں بود و باش رکھو۔ یا مثل خواجہ کلاں قدس سرہٗ کے رہو یا گر چاہو تو سب سے ممتاز ہو جاؤ۔

بہر جا کہ باشی خدا یار تو

محمدؐ ہمیشہ نگہدار تو

(تم جہاں بھی ہو خدا تمہارا مددگار ہو۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے نگہبان ہوں)۔

نیز صاحبِ مرغوب الاحباب سے، قاضی میر محمد، جو حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے، نقل کرتے ہیں کہ حضرت ایشان کا بچپن کی عمر میں علم ظاہری کی طرف میلان نہ تھا اور نہ ہی حضرت خواجہ ثانی اس کی کوشش یا تاکید فرماتے تھے۔ اس لئے میں نے ایک دفعہ حضرت خواجہ ثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ آخر آپ فرزند ارجمند کی تعلیم کی طرف سے عدم توجہ کیوں برتتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "اس سے پہلے میں نے بہت کوشش کی اور ان کو تنبیہہ بھی کی۔ آخر میں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا یہ پسر (یعنی حضرت ایشان) باوجود بہت کوشش اور تاکید کے تعلیم

کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''اپنے اس فرزند کا غم نہ کرو اور اسے میری کفالت میں دے دو۔ میں اس کا خود کفیل ہوں''۔ پس اس بنا پر میں ظاہری تکلفات سے یکسو ہو چکا ہوں اور میں نے ان کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت (سپردگی) میں دے دیا ہے۔

ہر کرا خوانند از تہ فرش بر عرشش برند

(جس کو آپ پڑھاتے ہیں۔ اسے زمین سے اٹھا کر عرشِ بریں پر لے جاتے ہیں)''۔

☆☆☆

باب دوم

عبادات

حضرت ایشان قدس سرہ کی عبادت یعنی فرائض و نوافِل سنن (موکدہ) اور مستحبات وغیرہ کے بیان میں

حضرت ایشان قدس سرہٗ اکثر اوقات باوضو رہتے تھے۔ سردی اور گرمی (کے موسم) میں غسل اور وضو گرم پانی سے کیا کرتے تھے (بڑھاپے میں یعنی چالیس (۴۰) سال کی عمر کے بعد تادم آخریں) اور یہ خصوصیت آپ کے واقعاتی امور سے تعلق رکھتی تھی گویا واقعات میں آپ اس پر معمور ہوچکے تھے۔ "اِلاندرةُ وضرورة" (اتفاق یا ضرورت کے تحت اس کے برعکس ہوتا) اور وضو ترتیبِ مسنونہ اور شرائطِ مشروعہ کے ساتھ اور رعایت مستحبات اور آداب کے ساتھ کیا کرتے تھے اور سردی کے موسم میں بھی وضو میں کمال مبالغہ فرماتے تھے۔ اس حدیث کی رو سے کہ "واسباغ الوضو علیٰ المکارہ" (سردی اور تکلیف کے وقت کامل وضو کرنا کفارہ گناہ ہے)۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ایشان قدس سرہٗ مرضِ شرئیٰ میں مبتلا ہوگئے۔ جس کی وجہ سے سرد پانی تو درکنار، گرم پانی کے چُھو جانے سے بھی مرض کی شدت میں اضافہ ہوجاتا تھا۔ اس وقت بھی دیکھا گیا کہ مرض کی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے اور فرض جان کر ترتیب وار وضو کی کوشش کرتے تھے اور کامل وضو بجالاتے تھے۔ اسی طرح بعض سفروں میں جبکہ تہجد کے وقت گرم پانی نہیں ملتا تھا اور موسمِ سرما میں جبکہ ہوا ایسی ٹھنڈی کہ پانی برف کی طرح جم جاتا تھا، ایسی حالت میں بھی آپ قدس سرہٗ، برف کی طرح نہایت ٹھنڈے پانی سے کامل وضو ادا فرماتے اور نمازِ تہجد پڑھتے تھے۔

کہنیوں کا دھونا ہاتھ کے دھونے میں تصور کرتے ہوئے ان کو اوپر سے دھونے میں

مبالغہ کرتے تھے اور مسح تمام سر، گردن اور دونوں کانوں کا، دونوں ہاتھوں سے ترتیب مرویہ کی مطابق کیا کرتے تھے۔ اور داڑھی اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال امور مؤکدہ بلیغہ سے شمار کرتے تھے۔

دورانِ سفر سمندر کے کھارے پانی سے احتیاطاً وضو نہیں کرتے تھے اس لئے کہ اختلاف آئمہ سے بچے رہیں کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت ہے "فانهم قائلون بعدم جوازالوضوء عن ماء البحر المالح" (وہ سمندر کے کھارے پانی سے وضو ناجائز ہونے کے قائل تھے) اس حدیث کی رُو سے کہ "تحت البحر نار" (یعنی سمندر کے نیچے آگ ہے)۔ اگر کبھی ضرورت کے تحت سمندر کے کھارے پانی سے وضو کرتے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں (بوجہ کھارے پانی) کراہت نہ کرتے بلکہ کامل وضو بجالاتے تھے۔

آپ بلاضرورت وضو کے درمیان دنیوی گفتگو نہ فرماتے اور وضو سے فراغت کے وقت دعا "اللهم ثبت قدمی یوم تزلل الاقدام" (اے اللہ میرے قدم ثابت رکھ اس دن جبکہ لوگوں کے قدم متزلزل ہوں گے) مانگتے اور فراغت کے بعد "اشهد ان لااله الاالله وحده' لاشریک له. لهٔ الملک ولهٔ الحمدُ یحی ویمیتُ وهو علی کل شیءٍ قدیر. واشهد ان محمد عبدهٔ و رسوله صلی الله علیه وعلیٰ اٰله واصحابه عدد ماخلق" (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ واحد ولا شریک ہے۔ اسی کے لئے بادشاہی اور حمد وثنا ہے۔ وہی جلاتا اور مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ان پر اور ان کی آل اور اصحاب پر لاتعداد درود وصلوٰۃ ہوں)۔ بارہا میں نے دیکھا کہ آپ قدس سرہٗ یہ دعا پڑھتے تھے اور اس حالتِ دعا میں آپ کی نظریں آسمان کی طرف ہوتی تھیں۔

اسی طرح سفر اور حضر میں مسح موزہ، سنت کے مطابق کبھی تین (۳) دن اور کبھی آٹھ (۸) پہر (یعنی ایک دن رات) حضرت ایشان قدس سرہٗ کا معمول تھا اور تہجد، ظہر، عصر اور عشاء کے وقت مسواک کیا کرتے تھے۔ منطوقہ حدیث شریف کے بموجب کہ تسوکوافان السواک مطهرة للفم ومرضات للرب، (مسواک کرو کیونکہ وہ منہ کو پاک کرنے والی اور خدا تعالیٰ کو راضی کرنے والی ہے)۔

اورحدیث۔ماجاء نی جبریل الا اوصانی بالسواک حتی لقد خشیت ان یفرض علی و علیٰ امتی (میرے پاس جبرائیل جب بھی تشریف لاتے تو مسواک کی طرف مجھے متوجہ کرتے حتی کہ مجھے ڈر ہوا کہ مجھ پر اور میری امت پر مسواک فرض نہ ہو جائے)۔

اورحدیث۔لولا انی اخاف ان یشق علیٰ امتی لفرضت علیهم. (اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ان پر مسواک فرض کرتا)۔

اورحدیث۔انی لاستاک حتی خشیت ان احفی مقادم فی مسواک (میں اس قدر مسواک کرتا ہوں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے سامنے کے دانت نہ ٹوٹ جائیں)۔

آپ ہمیشہ پیلو (پیار) کے درخت کی مسواک کیا کرتے تھے اور آخر عمر میں جبکہ آپ کے اکثر دانت اور بعض داڑھیں گر چکی تھیں، ادائے سنت کی خاطر آپ باقی ماندہ دانتوں پر حسب عادت مستمرہ مسواک کیا کرتے تھے۔ عشاء کو حضرت ایشان قدس سرہٗ کامل وضو کے بغیر کبھی نہیں سوئے اور دوزانو قبلہ رو متوجہ ہو کر عجز و انکساری سے چار (۴) قل سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور امن الرسول اور سورۂ ملک تلاوت کرتے۔ ہر ایک کے ساتھ ابتدا میں بسم اللہ شریف پڑھتے تھے اور سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر دو (۲) کلمے پہلے تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) بار اور تکبیر چونتیس (۳۴) بار (تاکہ تسبیح مکمل ہو) پڑھتے تھے اور حوقلہٗ (یعنی لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم) اور استغفار اور لاالہ الااللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ، لہٗ الملک ولہ الحمدٗ یحی ویمیت وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر. سونے سے پیشتر پڑھ کر ہاتھ پر دم کر کے چہرہ پر ملنا آپ کا معمول تھا۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ غالباً جوانی یا آخر عمر میں کبھی چارپائی پر نہیں سوئے، حتی کہ عالم نزع میں باوجود شدت مرض اور شاگردوں اور مریدوں کی عرضداشت کے کہ چارپائی پر سونے سے بدن کو آرام ملے گا، آپ نے منظور نہیں کیا اور فرمایا کہ ”مکان شریف میں جہاں میں اپنے اسلاف کبار کی طرف سے مختار تھا، چارپائی بچھانے کو مستحسن نہیں سمجھتا تھا اور خلاف ادب جانتا تھا۔ اب اس مدینہ پاک میں اس کام کا کب مرتکب ہو سکتا ہوں“۔ اور بسا اوقات چٹائی پر آرام فرماتے تھے اور چٹائی کے نقوش وجود مسعود پر منقش ہو جاتے تھے۔

(نیند سے) بیداری کے وقت آپ قدس سرہٗ کلمہ لاالہ الااللّٰہ اور توحید و تسبیح اور تحمید

اور تکبیر اور حوقلہ (لاحول ولاقوۃ الاباللّٰہ) اور الحمد للّٰہ الذی احیانی بعد ما اماتنی والیہ البعث والنشور ایک ایک بار پڑھتے۔ یہ آپ قدس سرہٗ کی ہمیشہ سے عادت تھی اور نمازِ تہجد آدھی رات کے بعد کبھی طویل قیام سے اور کبھی کثرتِ سجود کے ساتھ بجالاتے تھے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کی عادت تھی کہ گرمی کی راتوں میں دو (۲) گھنٹے اور سردی کی راتوں میں تین (۳) گھنٹے سے زیادہ قطعاً نہ سوتے تھے ورنہ ایک یا دو (۲) گھنٹے اور کئی راتوں میں متواتر تمام رات قیام اور قنوت اور مراقبہء انوار جبروت میں گذار دیتے تھے۔ خصوصاً ایام جوانی میں چند سال اس طرح گزارے کہ خواب (نیند) کے غبار کو اشک مبارک سے دھودیا اور نیند آنے کے ڈر سے دیوار میں ایک لمبی میخ لگائی ہوئی تھی، اس پر چڑھکر بیٹھتے اور عبادت وریاضت میں مشغول ہوتے تھے۔

تہجد کی دو (۲) نفل رکعتوں میں سورۂ یٰسین، سورۂ یوسف اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھتے تھے۔ اس طریق پر تمام رات نوافل میں بسر ہوجاتی تھی اور وتر غالباً وقتِ سحر کو پڑھتے تھے اور آخر عمر شریف میں ہمیشہ گیارہ (۱۱) رکعت مع وتر پڑھا کرتے تھے اور دو (۲) سجدوں کے درمیان رب اغفرلی وارحمنی وارزقنی و اجبرنی و عافنی واعف عنی پڑھتے تھے۔ اول دو (۲) رکعتوں سے دوسری میں خفیف (کم) تر اور دوسری سے تیسری میں اور تیسری سے چوتھی میں کم قیام فرماتے تھے۔ استراحتِ حضور اور مراقبہ سلوک کا وقت ہر دو (۲) نفلوں کے درمیانی وقت سے زیادہ ہوتا تھا۔

ہر ماہ کے آخر میں ہمیشہ صلوٰۃ التسبیح مقرر وموظف، تہجد کے بعد زائد ہوتی تھی۔ اور تہجد کے وقت اور اس کے بعد مراقبہ میں اس طرح خلوت گزین ہوتے تھے کہ خواص کو بھی آنے کی اجازت نہ تھی۔ بعد تہجد ہزار بار درود شریف بلفظ۔ الھم صل وسلم علیٰ سیّدنا محمد والہٖ واصحابہ عددماخلق اور ہزار بار تہلیل (یعنی لاالہ الااللّٰہ) بہ نیت برالوالدین (نیکی ماں باپ) اور ۷۰ بار استغفر اللّٰہ الذی لا الہ الاھو الحیّ القیوم واتوب الیہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کا معمول تھا۔ نیز صلوٰۃ و درود کے ورد میں آپ از خود واقعات میں معمور تھے اور بعد تہجد متوجہ الی اللہ ہوکر مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ تا آنکہ اس جگہ دو گانہ سنت فجر غالباً سورۂ کافرون اور سورۂ احد کے ساتھ پڑھکر تھوڑی دیر کروٹ کے بل لیٹتے،

پھر دوگانہ فرض ادا کرتے ، اوائل حال میں مناسب ترقیات اور برائے حصُول حالات لطائف لطیفہ اور علومِ خفیہ، امداد وعروج کی سورتیں پڑھتے تھے اور آخری حال میں سفر کی برقراری کی تائید میں اور برائے اسرارِ نزولیہ ومراتبِ انتہائیہ معینہ سورۃ وآیات نزولیہ قرأت فرماتے تھے اور یہ دعا سات (۷) مرتبہ پڑھتے تھے۔

اللّٰھم انت ربّی لاالہٰ الاانتَ علیک توکلت وانت رب العرش العظیم ولا حول ولاقوۃ الاباللّٰہ العلی العظیم، ماشاء اللّٰہ کان و مالم یشاء لم یکن اعلم ان اللّٰہ علیٰ کل شییءٍ قدیر و ان اللّٰہ قداحاط بکل شیءٍ علما واحصی کل شیءٍ عدد، اللھم انی اعوذبک من شرنفسی ومن شر کل دابۃ انت آخذ بنا صیتھا ان ربی علی صراط مستقیم واللھم اجرنی من النار.

(اے اللہ تو میرا رب ہے۔ نہیں کوئی معبود مگر تو۔ میں نے تجھ پر توکل کیا اور تو عرش عظیم کا رب ہے اور نہیں غلبہ و قوت مگر اللہ تعالی بلند عظیم کے لئے۔ جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ میں جانتا ہوں اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ اور اسے ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کی شرارت سے اور ہر چوپائے کی شرارت سے، اور تو اس کو پیشانی سے پکڑ لینے والا ہے۔ بیشک میرا رب صراط المستقیم پر ہے۔ اے اللہ مجھے آگ سے بچا)۔

اور تینتیس (۳۳) تینتیس (۳۳) بار **سبحان اللّٰہ و الحمد للّٰہ** اور چونتیس (۳۴) بار **اللّٰہ اکبر** ۔ یہ ورد آپ کا ہر نماز کے بعد تھا اور آپ کے ان تمام اخلاق پر عبارات اور کلام مجدّد یہ موید ہیں۔ یہ مختصر کتاب طوالت کی متحمل نہیں۔

نیز سورج طلوع ہونے کے بعد شاگردانِ رشید آپ کے گرد حلقہ باندھ لیتے تھے۔ جیسے چاند کے گرد ستارے حلقہ باندھتے ہیں۔ نہ صرف اتنا بلکہ آپ گمراہوں اور بھولے بھٹکے ہوؤں کے رہبر وامام تھے اور ہر خاص وعام کو خاموشی کی ہمت سے ارشاد فرماتے اور ایک توجہ سے ہزاروں تاریکی میں گھرے ہوئے لوگوں کو نکال کر سلامتی سے ہمکنار فرماتے تھے۔

یک نظر پیر ما بہتر از صد چلہ

(ہمارے پیر کی ایک نظر سو (۱۰۰) چلّوں سے بہتر ہے)۔

بعدازاں مسجد سے اٹھ کر اپنی جگہ (بیٹھک) پر تشریف لاتے اور تلاوتِ قرآن کا وظیفہ فمی بشوق ☆ (منزل) شوق سے ادا فرماتے اور آخر عمر میں روزانہ دو (۲) پارے پڑھنا آپ قدس سرہٗ کا معمول ہوگیا تھا۔ اور پھر دو (۲) یا چار (۴) رکعت نمازِ اشراق پڑھکر، حاجات اور مشکلاتِ امور دنیوی، خواص وعوام، عیال واطفال اور فقراء ومساکین کے حل کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ آپکی مجلس شریف ہر چھوٹے بڑے کے لئے عام تھی۔ آپ کے کلام بلاغت نظام سے قلوبِ محبت کے صدف، موتیوں سے بھر جاتے تھے۔ (بتوفیق اللّٰہ) آپ قدس سرہٗ کے ملفوظات میں سے کچھ (جواہر پارے) علیحدہ باب میں مندرج ہیں۔

بعدازاں اپنی رہائش گاہ (حویلی میں) تشریف لاتے تھے اور طریق مسنون کے مطابق جَو کی روٹی یا جو کچھ بھی موجبِ وقت اور حال، حاضر ہوتا تھا، بسم اللہ کہہ کر تناول فرماتے تھے اور بعض روایات ☆☆ کے مطابق کھانے سے پہلے اور بعد میں نمک چکھتے تھے اور سنتِ نبوی کی پیروی میں میٹھی چیز سے بھی شوق فرماتے تھے۔ الغرض اخیر عمر میں بخلاف اوائل عمر کے، لذیذ اور نفیس کھانوں، اشربہ مکلفہ معطرہ (خوشبودار مشروبات) وغیرہ کی طرف مائل تھے۔ تاکہ ترقی حالِ باطن کی خاطر بدنی قوت برقرار رہے جیسا کہ مکاتیبِ مجددیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ تاہم حتی الوسع پر تکلف کھانوں کی طرف رغبت نہیں کرتے تھے۔ اگر کسی ضیافت وغیرہ سے پر تکلف کھانا آتا تو اتنی ہی مقدار تناول فرماتے جتنا سادہ طعام کھاتے تھے اور کدو کو رعایت سنت کے تحت، بہت مرغوب رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات کدو کھانا مرض سوء القنیہ اور ضیق النفس، جس میں آپ قدس سرہٗ مبتلا تھے، مُضر پڑتا،

☆ فمی بشوق سے مراد قرآن کریم کو سات دن میں اس طرح ختم کرنا کہ پہلے روز سورہ فاتحہ سے شروع کر کے سورہ المائدہ کے اول تک، دوسرے روز سورہ المائدہ سے شروع کر کے سورہ یونس کے اول تک، تیسرے روز سورہ یونس شروع کر کے سورہ بنی اسرائیل کے اول تک، چوتھے روز سورہ بنی اسرائیل سے شروع کر کے سورہ الشعراء کے اول تک، پانچویں روز سورہ الشعراء سے شروع کر کے سورہ الصفت کے اول تک، چھٹے روز سورہ الصفت سے شروع کر کے سورہ قٓ کے اول تک اور ساتویں روز سورہ قٓ سے لیکر اخیر قرآن تک، یہ قرآن کریم کی سات منزلیں کہلاتی ہیں۔

☆☆ بعض روایات میں آیا ہے کہ اگر نمکین اور میٹھا کھانا ہو تو نمکین سے شروع کریں اور نمک پہ ختم کریں تو ستر (۷۰) بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

باوجود اس کے عمداً اور تاکیداً ایک یا دو دن کے بعد ضرور کھاتے۔ خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اور فرماتے تھے کہ ''نبی ﷺ کی مرغوب غذا 'عند المحب محبوب' کے مصداق محب کو محبوب ہونی چاہئے۔''

اور شوربے میں زیادہ پانی ڈالنا موجب حدیث شریف اکثر و المرق الخ (شوربا بڑھاؤ) آپ کو پسند تھا اور آپ پانی تین (۳) سانس میں پیا کرتے تھے اور شہد کا استعمال برعایت روایاتِ صحیحہ آپ کی عادت مبارک تھا اور کھجور کھانے کو (باوجود مرض حرارت وفشارِ خون کے کہ کبھی کبھی آپ پر طاری ہوجاتا تھا) سنتِ نبوی ﷺ پر نظر رکھتے ہوئے آپ اسے مرغوب جانتے۔ یعنی بیماری میں پرہیز صحت بدنی کا سبب ہے، اس سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اسے درجۂ سنت سمجھتے تھے۔ نئے موسم کے تازہ پھلوں کا بھی استعمال کرتے تھے اور آپ کے کھانے کی مقدار بہت تھوڑی تھی۔ اس حد تک کہ حاضرین کو اس سے تعجب ہوتا تھا کہ اتنے (قلیل) کھانے سے جسم میں قوت کہاں سے آتی ہے اور اعضا کو کیسے تقویت ملتی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''تین (۳) چیزوں کی کمی تین (۳) چیزوں کو بڑھاتی ہے۔

۱. قلة النوم تمد يقظة القلب

(کم سونا دل کی بیداری پیدا کرتا ہے)،

۲. قلة الاكل تمد روح العشق

(کم کھانا روحِ عشق کو بڑھاتا ہے۔ اور)

۳. قلة حرص الشهوة تمد الودع والحياء.

(حرص (خواہشات) کی کمی سے پرہیزگاری اور حیا میں زیادتی ہوتی ہے)''۔

نیز آپ خواجہ ثانی قدس سرہٗ سے روایت کرتے تھے کہ '' تین (۳) چیزوں کی کمی بیشی کا مدار ہمتِ انسانی پر ہے۔ کھانا سونا اور خواہشات کی حرص یعنی یہ تین (۳) چیزیں ہمت انسانی سے بتدریج زیادہ بھی ہوتی ہیں اور کم بھی، ہاں! قیام وقوت اور فربہی ومتانت اولیاء اللہ کی کھانے پینے سے نہیں۔

عشقِ نان بے نان غذائے عاشق است

(روٹی کا عشق بغیر روٹی کے عاشق کی غذا ہے)

ونہ نحافت ولاغری وضعف و ابتری ایشا نرادرغم واندوہ وعشق وھجران انبوہ کمال قال الشبلی. (اور نہ نحافت (کمزوری) لاغری، ضعف اور ابتری ان بزرگان کی غم واندوہ اور ہجر وفراق کی وجہ سے ہے جس طرح شیخ شبلی قدس سرہ' فرماتے ہیں)۔

احــب قــلبــی و مــادری بــدنــی
ولــودری مــا اقــام فــی الســمــن

(میرا قلب محبت کرتا ہے اور میرے بدن کو کچھ معلوم نہیں اگر وہ جانتا تو قید خانے میں نہ رہتا)۔

اور آپ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں وضوالطعام کیا کرتے تھے اور کھانے کے بعد شکرِ الٰہی بجالاتے اور اس کے بعد آپ قدس سرہ' اپنی اوطاق میں تھوڑی دیر حاضرین کو فیضیاب فرماتے، دوپہر کو چٹائی پر قیلولہ (استراحت) فرماتے۔ حضرت ایشان قدس سرہ' سونے کے وقت ابتداً دائیں پہلو پر اور پھر بائیں پہلو پر مساوی وقت سوتے اور پھر زوال کے بعد اٹھکر نمازِ ظہر کی تیاری فرماتے اور مسواک اور وضو کر کے خانقاہ شریف میں تشریف لاتے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر چار (۴) رکعت سنتِ ظہر اسی جگہ پر ادا کرتے اور فرض ظہر اوّل وقت میں مع آخری دوگانہ سنت کے مسجد میں ادا فرماتے۔ بعدازاں دارالارشاد خانقاہ فیض بارگاہ میں کچھ وقت بیٹھ کر اپنی اوطاق میں تشریف لاتے اور اگر صبح کے وظیفہ میں سے کچھ بقایا ہوتا تو اسے پڑھ لیتے۔ پھر ایک آدھ گھنٹہ طالبوں کے اغراضِ دنیوی کے امور (جن سے کسی بنی ونوع بشر کو چھٹکارا نہیں) کی طرف توجہ فرماتے اور علماء، فضلا، تبلاء (دانشور) محدثین، فقہا، بلغا (خطیب) اور شاگردان صلحا، مقیم ومسافران کی طرف بھی روئے التفات فرماتے۔ حتیٰ کہ نمازِ عصر تک وعظ ونصیحت کی محفل گرم رہتی۔ جس میں احادیث، آثار سنت، نکات تصوف اور مسائلِ فقہ بیان کئے جاتے۔ حضرت ایشان قدس سرہ' کی مجلس مبارک کا یہ معمول ہمیشہ جاری و ساری رہتا تھا۔ الحمد للہ! کہ یہ شاگردِ اِن استادالاساتذہ (استادوں کے استاد) کی خدمت اقدس میں اٹھارہ (۱۸) سال روزانہ آپ کی مجلس سے تربیت وسبق حاصل کرتا رہا۔ اور آپ کی عنایت بے نہایت سے تمام حاضرین پر مجھے سبقت حاصل تھی اور اس

جامع الکلمات کو لوگ آپ کی مخصوص عنایات کے سبب خاص جانتے تھے اور آپ کے التفات کی بدولت ممتاز سمجھتے تھے۔

فارسی غزل

(تصنیف جامع الکلمات)

۱۔ زاں دلنواز رعنا شکر ست بے شکایت
کزوے گہی ندیدم جزلطف جز عنایت
اس خوبصورت دل نواز (محبوب) کا بغیر کسی شکایت کے شکر ہے۔
اس کے ہاں بجز لطف و عنایت کے اور کچھ نہ دیکھا۔

۲۔ شہ مات گشت حاسد چوں شاہ عرصئہ دل
شطرنج باخت بامن مہر و کرم رعایت
حاسد کو شہ مات ہوگئی کہ بادشاہ نے بساط قلبی پر۔ میرے ساتھ اپنے
کرم و مہربانی کی رعایت سے شطرنج کھیلی۔

۳۔ اے دل بزلف دلبری پیچ تا بمیری
و زمن قتلتہ بین قیمت این جنایت
اے دل! زلف دلبری کے پیچ میں تا دم مرگ الجھارہ۔ 'من قتلتہ'
کے ثمرے کو دیکھا کر۔

۴۔ دردل لحاظ غمزۂ اش صیاد نفس آمد
ہم قوس ابردانش میسازدش حمایت
ان کا غمزہ (چشم) دل میں نفس کا صیاد بنکر آیا۔ ان کے ابرو کمان بنکر
حمایت کو آئے۔

۵۔ ہمرہ بنوح دوران در بحر عشق غم از
طوفان نفس نبود باکشتئے ہدایت
جب بحر عشق میں نوح دوران کا ساتھ ہے تو کیا غم ہے۔ طوفان نفس
سے کشتی ہدایت کو۔

۶۔ ذره بیان چه سازد از حسن آفتابش
بالاتر است جلوه و اجلالش از حکایت

ذرہ کیا بیان کرے گا ان کے خورشید حسن کا۔ ان کا جلوہ و جلال بیان سے بالاتر ہے۔

۷۔ کاخ جمال و حسنش بالا بلند گشته
بسیار از کمند گویائی و روایت

ان کے حسن و جمال کا محل بالا و بلند ہے۔ جو روایت اور گویائی کے کمند سے بہت اونچا ہے۔

۸۔ شبدیز هش بدشت در کش مرآن که آخر
عاجز شدن زور کش گردید خود درایت۔

اس دشت میں اپنی عقل کا گھوڑا مت دوڑا کہ بالآخر۔ اس میں عاجز آجانا ہی بجائے خود عقلمندی ہے۔

۹۔ یك گام راه جانان خالی مدان زمقصد
کاندر بداتیش شد هم مندرج نهایت

راہِ جاناں میں ایک قدم چلنا مقصد سے خالی مت سمجھ۔ کہ ان کی بدایت (ابتدا) میں نہایت (انتہا) مندرج ہے۔

۱۰۔ بے غایت است گردش پرکار دل که اندر
سیر حظ مد و رغایت بود بدایت

پرکارِ دل کی گردش بے انتہا ہے کہ اس کے اندر۔ کی ابتداء کو انتہا گردانا چاہیئے۔

۱۱۔ بے بخت نحس طالع بابخت شد سعیداً
سر کو نهاد بردرایں دار زیں ولایت

(وہ) بد بخت نحس قسمت والا با بخت ہو گیا اے سعیدؔ۔ جس نے اس مکانِ ولایت کی چوکھٹ پر اپنا سر جھکایا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ "جس دن، قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، یعنی

حدیث شریف معہ اسناد کے سنی نہیں جاتی، وہ روز بہت گراں اور دشوار گزرتا ہے"۔ بعدازاں تجدید وضو کر کے پھر خانقاہ اسرار بارگاہ میں تشریف لاتے۔ تھوڑی دیر محفل میں خاموشی رہتی۔ بموجب کلام اکابران متقدمہ کے کہ "جو ہماری خاموشی سے بہرہ مند نہیں ہوا وہ ہمارے کلام سے کیا فائدہ پائے گا"۔ پھر مسجد میں آ کر نمازِ عصر کی امامت فرماتے اور نمازِ عصر کے بعد نمازِ مغرب تک مراقبہ میں مشغول ہوتے۔ کہ یہ آپ قدس سرہٗ کی عادت مبارک بزرگانِ سلف کے طریق اور بزرگان خلف کے معمول کے عین مطابق تھی۔ جس کی اس طریقۂ مبارکہ (نقشبندیہ) میں سخت تاکید تھی۔

مغرب کی اذان کے وقت سر مبارک مراقبہ سے اٹھا کر اذان کی اجابت☆ فرماتے۔ اور ہر نماز کی اذان کے بعد دعائے ماثورہ پڑھا کرتے تھے (یعنی اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامه، الخ) اور نمازِ مغرب میں سورہ عروجیہ اور نزولیہ قصارہ (چھوٹی) موجب اوّل و آخر حال کی تلاوت کرتے اور پھر دو (۲) رکعت سنتِ مغرب اسی جگہ ادا کر کے حویلی میں تشریف لاتے اور عشاء کا کھانا کھا کر اوطاق میں آتے۔ جوانی میں نمازِ اوّابین وغیرہ نوافل ادا فرماتے تھے اور اخیر عمر میں سوائے فرائض، وتر اور سنتِ موکدہ اور نوافلِ تہجد اور صلوٰۃ التسبیح کے، غالباً اور نوافل آپ سے ادا نہیں ہوتی تھیں۔ اور عادت مبارک خواجگانِ نقشبندیہ کی اسی طریق پر منقول فرماتے۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ "قربِ نوافل حالِ توسط ہے اور قربِ فرائض حالِ منتہی۔ متبدی کو چاہئے کہ وہ سوائے فرائض اور سنتِ موکدہ کے نوافل کی طرف مائل نہ ہو۔ بلکہ اس وقت میں بقدر، ذکرِ قلبی کی طرف توجہ دے۔ من شغلة ذکری عن مسئلتی اعطیته افضل ماعطی السائلین حدیث قدسی ہے۔ (جو شخص میرے ذکر میں مشغول ہو اور مجھ سے کچھ مانگے تو میں اِسکو مانگنے والوں سے افضل چیز عطا کرتا ہوں)"۔ ہاں اسی طرح مکتوبات شریف میں ہے۔

☆ اجابت سے مراد یہ ہے کہ جو کلمہ موذن کہے، سننے والا بھی وہی کہتا جائے مگر اشھد ان محمد الرسول اللہ سنتے وقت درود شریف اور اللھم متعنی، بالسمع والبصر اور قرت عینی، یک بار یا رسول اللہ کہتا ہوا ہاتھ کے انگوٹھوں کے ناخن کو چوم کر آنکھوں پر ملے۔ یہ طریقہ آدم علیہ السلام کی سنت ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کا عمل مبارک اور خضر علیہ السلام سے یہی منقول ہے اور جواہر مجددیہ میں مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی کا معمول لکھا ہے۔

نمازِ عشاء کو موجب روایت مرویہ، شفق کے غروب ہونے کے بعد پسند نہ فرماتے تھے البتہ اس کے بعد ایک دو(۲) ساعت ٹھہر کر پھر نماز پڑھنا حضرت ایشان قدس سرہٗ کو پسند تھا۔ لہٰذا نماز عشاء کو تہائی رات گزرنے کے بعد، اوائل عمر میں مسجد میں اور اخیر عمر میں اوطاق میں ادا فرماتے تھے اور یہ اس لئے کہ آپ کو ضعف اور غلبۂ امراض لاحق ہو گیا تھا۔

فریضۂ عشاء کے بعد سوائے دو(۲) رکعت سنت مؤکدہ کے جامع الکلمات نے آپ کو اور نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مگر دن رات کے وظائف میں کلمہ طیبہ پانچ (۵) ہزار سے زیادہ کبھی سات (۷) ہزار اور کبھی نو (۹) ہزار کبھی گیارہ (۱۱) ہزار یا زیادہ حسبِ وقت اور حال ہمیشہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کا وظیفہ تھا۔ اور عشاء کے بعد کچھ وقت متوجہ الی اللہ، اذکار و افکار قلبی میں بحالتِ خلوت مشغول ہوا کرتے تھے کہ سوائے خواص کے اس شغل کو کوئی نہیں جانتا تھا۔

وتر ہمیشہ سحری کے وقت بعد اختتام تہجد ادا کرتے تھے مگر سفر اور رمضان شریف کے مہینے میں تراویح ختم ہونے کے بعد ادا کر لیا کرتے تھے ۔ غالباً رمضان شریف کے مہینے میں رات کو نہیں سوتے تھے۔ خصوصاً طاق راتوں کو غنیمت شمار کرتے تھے اور ماہِ رمضان میں شفق غالب ہونے کے بعد عام لوگوں کی سہولت کی خاطر مسجد میں تشریف لے آتے ۔ اور فریضہ نماز، نوافل وتراویح معہ رعایت ادعیہ وتسابیح (دعاؤں اور تسبیحوں) کے ادا کرتے ۔ حفّاظ اور قراء (حافظوں اور قاریوں) کی اقتداء میں کلامِ مجید سنتے ۔ جوانی کی عمر میں ستائیسویں رمضان شریف تک چار (۴) پانچ (۵) ختم قرآن مسجد شریف میں سنتے اور دن رات میں عبادات اس کے علاوہ بجالاتے اور بڑھاپے میں ایک ختم قرآن شریف ستائیسویں رات تک سنتے ۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت روزانہ، بعد مراقبۂ صبوحی کے، اور ظہر کے بعد مجلس، وعظ سے قبل، اور عصر سے پہلے، کیا کرتے تھے ۔ اس طرح چھ (۶) یا سات (۷) ختم تلاوت فرماتے تھے۔

خصوصاً آخری عشرۂ رمضان شریف کو غنیمت شمار فرماتے تھے ۔ شب و روز عبادت میں مشغول رہتے اور مقاصد اخروی کے لئے پوری پوری رات قیام فرماتے تھے ۔ تراویح، تسبیح اور تہجد میں جد و جہد کرتے اور مراقبہ حضور سراسر نور میں مشغول رہتے تھے اور سحری دیر سے کھاتے اور

افطار میں ہمیشہ جلدی کرتے۔ اخیر عمر میں آپ کا افطار، ایک کھجور اور ایک گھونٹ زمزم کا ہوتا تھا اور اوائل عمر میں آپ نفل روزے بہت رکھتے تھے۔ اور آخری عمر شریف میں اگر نفل روزے رکھتے تو صرف نو (۹) ذوالحجہ اور دسویں محرم الحرام کو رکھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''ان دو (۲) روزوں کی فضیلت میں کئی احادیث شریفہ صحیحہ قویہ وارد ہوئی ہیں''۔ ورنہ رمضان شریف کے روزوں کو جو فرض ہیں، غنیمت جانتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''فرض روزوں سے انوارِ اسرارِ غیبی بلاشبہ تمام نفل روزوں سے مستغنی (بے پرواہ) کردیتے ہیں اور جو برکتیں اس ماہ میں ہیں وہ دوسروں میں نہیں اور جو خصوصیات اس مہینے کے ساتھ مخصوص ہیں وہ تقریر و تحریر کے احاطے سے باہر ہیں۔

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تانچشی

(خدا کی قسم اس مے کے مزے کو تُو نہ جانے جب تک اس کا مزہ نہ چکھے)۔

اور ماہِ رمضان شریف میں حضرت ایشان قدس سرہ کے مطبخ (باورچی خانے) میں مختلف مہمانوں کا سلسلہ جاری وساری رہتا تھا۔ خصوصاً آخری دس (۱۰) دنوں میں (جبکہ) عام اور خاص فقرا کے لئے حسبِ مراتب پُر تکلّف کھانے باقی دنوں سے زائد تیار ہوتے تھے اور رمضان شریف کی عید سعید بلکہ دونوں عیدوں اور جمعہ کو آپ لباسِ فاخرہ مشروع (جس کی شرع شریف میں اجازت ہو) پہنا کرتے تھے۔ سفید عمامہ یا زری سفید کناروں والی سر پر باندھتے تھے۔ آپ کے نزدیک عمامہ پہننا بوجہ سنت نبوی ﷺ بہت پسندیدہ تھا۔ مگر شاذ و نادر عیدین اور جمعہ کو بسبب عارضۂ نزلہ، کلاہِ مشروع زیبِ سر فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ''عمامہ ملبوسات مسنونہ میں سے ہے اور بزرگانِ سلف بہت پہنا کرتے تھے، مگر مجھے مرضِ نزلہ نے بے بس کردیا ہے''، اور ان تین (۳) نمازوں (جمعہ وعیدین) کے بعد اکابران اسلاف یعنی خواجہ کلاں، خواجہ حلیم اور خواجہ ثانی قدس اللہ اسرارہم کے مزارات کی زیارت کرنا ہمیشہ حضرت ایشان قدس سرہ کی عادت (مبارکہ) تھی۔ ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد زیارتِ فیض بشارت کرنا فراموش ہوگیا۔ اس کی وجہ سے اتنے مغموم اور مہموم (رنجیدہ) ہوئے کہ افسوس کے ساتھ اس مافات (کوتاہی) کے لئے استغفار پڑھا اور ان ارواح قدسیہ کی نیت کر کے ایک عمدہ موٹی گائے قربان کی۔

غالباً رمضان شریف میں ما لانہ نصاب اور خیرات صدقہ وثواب کا از سر نو حساب فرماتے اور آپ کے لنگر سے ہمیشہ جو فقراء کو حصہ عام اور فیض تام ملتا تھا اس کو نصاب کی مد میں محسوب نہ کرتے اور ملکیت منقولہ وغیر منقولہ سے سال کے بعد زکوٰۃ ادا کرتے اور اگر سال کے نصاب کے بعد رقم مقررہ سے کچھ زائد خرچ ہو جاتا تو اس کو آئندہ سال کے حساب میں ڈال دیتے اور اگر کچھ رقم باقی رہ جاتی تو اس کو واجب الادا سمجھتے اور فرمایا کرتے تھے کہ "اگر چہ ہمارے ملک کے بعض علماء زکوٰۃ کے فرض سے بچنے کے لئے نصاب کو سال ختم ہونے سے پہلے کسی دوسرے کی ملکیت اور تحویل میں کر دیتے ہیں لیکن فرضی کاموں میں اپنی اغراضِ نفسانی کے لئے ایسی تاویل اور حیلہ نہیں کرنا چاہئے۔ مستحسن یہ ہے کہ فرض نصاب کو بخوشی ادا کیا جائے۔ اور آیت کریمہ۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضاً حَسَناً [پ ۲۔ سورہ البقرہ ۲۔ آیت ۲۴۵] (کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے) منظور ارادت رکھنا چاہئے" اور فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے تجربہ کیا ہے کہ ادائے حق نصاب (زکوٰۃ) اور زیارتِ حرمین شریفین بذاتِ خود زیادتی مال اور تبرک مال کا سبب ہیں"۔ بسا اوقات فرمایا کرتے تھے کہ "الحمد للہ، حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ہماری دنیا کو اپنی راہ یعنی حرمین شریفین میں صَرف کر دیا۔ حق تعالیٰ سبحانہٗ کی جناب میں آرزو ہے کہ وہ پھر ہمیں اپنی راہ میں پہنچائے۔"

اور آپ کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے تمام مال ومتاع کو اپنی زندگی ہی میں موجب حصصِ شرعیہ ذوی الفرائض (جن کے حصص قرآن شریف میں مقرر ہیں) اور عصبہ (رشتہ دار) وغیرہم میں تقسیم کر کے ان کے حوالہ کر دیئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "اب میری کوئی ملکیت نہیں ہے جو کچھ تھی وہ سب تقسیم ہو چکی۔ باقی رہا اوقاف کا خرچ تو وہ سب فقراء کا مَصرف ہے۔ میرے لئے اس میں سوائے تولیت (نگرانی) کے اور کوئی اختیار نہیں۔"

اور جو کچھ اس سے زیادہ دستیاب ہوتا۔ اسے بذاتِ خود راہ حرمین شریفین زیدا شرفاً وتعظیماً میں خرچ کر دیتے۔ اس کے ساتھ جو مال حرمین شریفین زید اشرفاً وتعظیماً کے خرچ کے لئے ہوتا۔ اس سے بھی بحساب نصاب، زکوٰۃ ادا فرماتے اور سوائے اس مالِ موعود کے جو حرمین شریفین کے خرچ کے لئے جمع رہتا اور کچھ اپنی ملکیت میں نہ رکھتے۔ بہت سے لوگ اس حقیقت حال سے آگاہ نہ تھے اور آپ کے اس ظاہری تجمل کو دیکھ کر آپ کو غنی تصور کرتے تھے اور حضرت

ایشان قدس سرہٗ کے جدِّ کلاں حضرت سلطان اولیاء عرف خواجہ کلاں قدس سرہٗ کو صاحبِ تبتل و تجرّد (تنہا اور دنیا سے الگ) جانتے تھے۔ لیکن درحقیقت حضرت ایشان قدس سرہٗ بھی آخری وقت میں صاحب تجرّد میں تھے کہ پاس کچھ نہ رکھتے تھے اور جو کچھ جمع ہوتا تھا اس کو راہِ حرمین شریفین زید اُشرفاً و تعظیماً میں اور وہاں کے فقراء، علماء، فضلا، اور فقہا پر خرچ کر آتے تھے اور حدیث شریف میں آتا ہے۔ ان النفقة فی الحجّ کالنفقة فی سبیلِ الله سبعماته (حج کی راہ میں خرچ کرنا، فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے سات (۷) سو گنا زیادہ ہے)۔

سوچ و سمجھ کے مطابق اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حج کا ذکر ہم اسفار (سفروں) کے باب میں کریں۔

باب سوم

حضرت ایشان قدس سرہ‘ کے سفرِ حج

جاننا چاہئے کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ اصحابِ عزلت سے ہیں کہ آپ ہمیشہ گوشہ نشینی اور عزلت گزینی میں رہے۔ یہاں تک کہ اپنے خلوت خانہ کے حجرے سے جامع مسجد، خانقاہ دارالارشاد اور قبہ شریف مزار متبرّک (روضۂ حضرت کلاں قدس سرہٗ) کے سوا اور کہیں باہر قدم نہیں رکھا۔ اور نہ قلعہ سے باہر نکلے۔ یہ دستور نہ صرف حضرت ایشان قدس سرہٗ کا تھا بلکہ اسلاف سے حضرت خواجہ خازن الرحمۃ قدس سرہٗ تک یہ طریقہ چلا آ رہا ہے تاہم ضروری خیر وبرکت کے اسفار (سفروں) پر حضرت ایشان قدس سرہٗ کا باہر نکلنا ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے جملہ چھ (۶) حج کئے۔ جن میں سے آخری تین (۳) حج پر یہ کمترین (جامع الکلمات) بھی حضرت ایشان قدس سرہٗ کے ہم رکاب تھا۔ ان تین (۳) کے احوال کی تفصیل عینی مشاہدے کے مطابق اور پہلے تین (۳) حج کے احوال کی تفصیل منقولات کے مطابق چھ (۶) فصلوں میں بیان کی جاتی ہے۔

فصل اول

حضرت ایشان قدس سرہ‘ کا پہلا حج

یہ سفر ۱۸۳۹ء / ۱۲۵۵ھ میں ہوا۔ آپ فرماتے تھے کہ ’’اُس وقت میری عمر ۲۰ برس تھی۔‘‘ یہ سفر براستہ کچھ لکھپت بمبئی کے مریدان صادق اور معتقد اِن دوراندیشان کی دعوت پر ہوا۔ حج پر آمدورفت بندرگاہ بمبئی سے ہوئی۔ خصوصاً واپسی پر اڑھائی ماہ موسم کی خرابی کے باعث اسی بندرگاہ بمبئی میں قیام کرنا پڑا۔ اگرچہ آپ کی اقامت شہر سے دور تھی تاہم محبانِ جانفشاں وہاں رات دن آتے رہتے تھے۔

(حوالیہ) مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ [پ۱۷۔ سورہ الحج ۲۲۔ آیت ۲۷] (ان کے گرد (آتے) ہیں ہر دور کی راہ سے)۔

اس جگہ بمبئی میں بعض دوست اور مخلص خواہ ادنیٰ خواہ اعلیٰ اگر ہدایا اور تحائف لاتے تو حضرت ایشان قدس سرہٗ قبول نہیں فرماتے تھے جیسا کہ مشہور ہے۔ لیکن نیک روشن ہو کہ ان تحائف کا قبول نہ کرنا آپکے حال و مقام کے تقاضے کے باعث تھا جو اس وقت حضرت ایشان قدس سرہٗ پر وارد تھا، کیونکہ جملہ امور میں آپ توکل و ایثار اور دنیا سے کنارہ کشی کی طرف میلانِ کلّی رکھتے تھے۔

ایک دفعہ جبکہ یہ جامع الکلمات حضرت ایشان قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر تھا، برادرم (جعله الله متحققا) عبدالقادر ۱۲۹۱ھ میں حرمین شریفین زید اُشرفاً و تعظیماً کے سفر سے واپسی پر قدم بوسی حضرت ایشان قدس سرہٗ کے لئے آئے۔ اُن کی بھی اس سفر حج پر آمد و رفت اسی شہر بمبئی سے، مثلِ حضرت ایشان قدس سرہٗ کے ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے ان سے ہر شہر و ملک کا حال دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ ''بندرگاہ بمبئی میں مریدانِ با محبت و مخلصانِ غیر طریقتی کے ہدیے تم نے قبول کیے؟'' انہوں نے جواب دیا کہ مخلصانِ غیر طریقتی کے تحائف میں نے آپ کی پیروی میں قبول نہیں کیے کیونکہ آپ نے اصلاً ۱۲۵۵ھ میں قبول نہیں کیے تھے۔ آپ کے اس عمل کی تقلید مجھ پر واجب ہے۔ اس پر حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''اس طرح نہیں۔ اس وقت ان تحائف کی عدم قبولیت میرے بعض باطنی امور کے باعث تھی اور اس وقت اتباعِ قول و فعل مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو سب امور پر اہم اور مقدم جان کر ہر حقیر و مرغوب تر ہدیہ قبول کر لیتا ہوں اور ہرگز رد نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے مطابق

اذا اتاک الله مالم تساله ولم تشره اليه نفسک فاقبله فانما هو رزق ساقه الله اليک اخرجه البهيقي عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما. (جب کوئی چیز تیرے پاس بغیر مانگے اللہ تعالیٰ بھیجے تو اسکو قبول کر کہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ اِس حدیث کو امام بیہقی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے)۔

چنانچہ تم و دیگر پسماندگان کو اس متابعتِ مصطفوﷺ پر عمل کرنا چاہئے۔ نہ کہ اس

غلبۂ حال وقتی پر کیونکہ لان الحال یحول فلا یتبع و فی المقام یقام فیطاع فافهم. انتہی. (حالت بدلتی رہتی ہے پس اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے اور اصلی مقام پر قیام کرنا چاہیے اور اصلی حالت کی اطاعت کرنی چاہیے)''۔

اب روئے سخن اصل بات کرتے ہوئے سفر کا بیان کرتا ہوں کہ شہر بمبئی کی بندرگاہ سے بغلہ (چھوٹے جہاز) میں آپ روانہ ہوئے۔ سمندر میں دو (۲) بار شدید طوفان آیا۔ جس کی وجہ سے پینے کے پانی کے سب برتن ٹوٹ جانے اور رسّوں کے شکستہ ہو جانے سے واپس بندرگاہ پر لوٹنا پڑا۔ اور ایک ماہ تک ٹھہرنے کے بعد پھر روانہ ہوئے۔ مگر دس (۱۰) روز کے بعد پھر غلبۂ طوفان نے آ لیا۔ جس سے میٹھے پانی کی ٹنکیاں ٹوٹ گئیں۔ رسّے وغیرہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور بغلہ (چھوٹا جہاز) بھی شکستہ ہو گیا۔ ہر مرتبہ بندرگاہ پر دس (۱۰) دس (۱۰) دن رکنا پڑا۔ تمام رفقاء نے سمندر کی تباہ کن موجوں اور طوفانی موسم سے مایوس ہو کر اس بات پر اتفاق کیا کہ اب خیریت سے گھر واپس لوٹ چلیں۔ جب موسم سازگار و موافق ہو گا تب حج کو چلیں گے۔ فقیر حاجی عالی کو جو اہلِ ولایت اور خواجہ حلیم قدس سرہ' کے بہرہ یافتگان میں سے تھے، (ان لوگوں نے) حضرت ایشان قدس سرہ' کی خدمت میں یہ مدعا عرض کرنے کے لئے بھیجا۔ ان کی بات سن کر حضرت ایشان قدس سرہ' یکدم غصہ میں مخاطب ہوئے کہ ''خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسا پست ہمت نہیں ہونا چاہیے۔ اور جو شخص واپس جانا چاہے چلا جائے۔ میرے پاس جب تک زادِ راہ ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہوں گا۔ خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھاؤں۔ اس راہ میں سوامی فقیروں جیسا لباس پہننے میں بھی میں کوئی عیب نہیں سمجھتا لیکن جب تک عتبۂ عالیہ کو بوسہ نہ دے لوں واپس نہیں پھروں گا۔

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

(جب تک میرا مقصد حاصل نہ ہو گا تب تک طلب سے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ یا میرا بدن محبوب حقیقی تک پہنچے یا تن سے میری جان نکلے)''۔

فقیر عالی جو بلند رتبہ کے حامل تھے اور اپنے دوستوں کے کہنے پر آپ کی خدمت میں آئے تھے، حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ہمت پر کمال درجہ خوش ہوئے اور مرحبا و آفرین کہا بالآخر تیسری بار رختِ سفر باندھا۔

اس تیسری بار سفر کے دوران متواتر طوفان کے آنے، بادِ مخالف اور جہاز کا ضروری سامان ٹوٹ جانے کے سبب حج کے دن قریب سے قریب تر ہو چلے تھے۔ چنانچہ ۲۷ ماہ ذی قعدۃ المبارک کو مکلا کی بندرگاہ پر پہنچے۔ وہاں سے دوسرے بغلہ (چھوٹے جہاز) میں سوار ہو کر بابِ مندم یعنی بابِ سکندر آئے۔ وہاں سے پھر ایک اور بغلہ (چھوٹے جہاز میں) تحہ پہنچے اور وہاں سے ایک غنچہ صغیرہ (چھوٹی کشتی) میں روانہ ہو کر حدودہ کی بندرگاہ پر ۳ ذی الحجہ کو پہنچے۔ جہاں پر ایک روز قیام کیا اور پھر ۵ ذی الحجہ پیر کے دن روانہ ہوئے۔ مگر بادِ مخالف چلنا شروع ہو گئی۔ تمام حجّاج ہمرکاب نے اِس گھڑی اپنی جانوں سے مایوس ہو کر افسوس کرنا شروع کیا۔ دو (۲) روز کے بعد ناخدا (جہاز کا کپتان) جو ایک مخلص آدمی تھا، حضرت ایشان قدس سرہٗ کی خدمتِ عالیہ میں آ کر عرض گذار ہوا کہ مناسب یہ ہے آپ سب کو کنارے پر پہنچا دوں تا کہ آپ پا پیادہ خشکی کے ذریعہ روانہ ہوں۔ ممکن ہے کہیں سے اونٹ سواری کے لئے مل جائیں اور امید ہے کہ اس بہانے حج کے موقع پر پہنچ جائیں، کیونکہ اس وقت جو مخالف ہوائیں چل رہی ہیں اُن کی وجہ سے منزل پر پہنچنا قطعاً ناممکن ہے۔ یہ سن کر حضرت ایشان قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ ''میرے جیسوں کے لئے پا پیادہ چل کر پہنچنا بہت دشوار ہے۔ امید ہے کہ سبحانہٗ تعالیٰ اپنے کرم کا دروازہ کھول دے گا۔'' ان حوصلہ شکن باتوں میں دن گزرتے رہے اور بالآخر ذی الحجہ کی سات (۷) تاریخ آن پہنچی۔ تمام عوام کالانعام اور غیر مریدین و غیر معتقدین نے جو آپ کے ہمراہ سوار تھے، اس وقت حضرت ایشان قدس سرہٗ، فقراء اور درویشوں کی شانِ اقدس میں استہزاء اور مخول کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے مذکورہ ناخدا کو جو حضرت کا معتقد خاص تھا، بلا کر فرمایا ''ہم کو کسی قریبی کنارے تک آج ہی پہنچا دو۔ ممکن ہے کہ ہم حج پر پہنچ جائیں اور جاہلوں کی رفاقت سے چھوٹ جائیں۔'' ناخدا نے عرض کیا کہ قبلہ خشکی پر سے جانے کا وہی وقت تھا۔ جب میں نے عرض کیا تھا۔ آج آٹھویں ذی الحجہ کی رات ہے۔ لہٰذا خشکی کی راہ سے کیونکر پہنچ سکتے ہیں جبکہ

ابھی بندرگاہ 'لیث' بھی قریب نہیں آئی۔ نیز اس جگہ سے مکہ معظمہ تک خشکی کا راستہ چار (۴) پانچ (۵) روز کا ہے اور اگر کوئی طاقتور سواری مل جائے تو یہاں سے بندرگاہ جدہ تک ڈیڑھ دن کا بحری راستہ ہے۔ اس وقت آپ نے عالی درویش سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ "کنارے پر ضرور پہنچنا چاہئے" اور ناخدا کو سمجھایا کہ جہاز کو کنارے کی طرف لے چلو کہ "مجھ سے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ (رُویا) میں حج پر پہنچنے کا پختہ وعدہ فرمایا ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اس سچے واقعہ کا نتیجہ برعکس ہو۔"

آخر کار اس معتقد ناخدا کو حکماً اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ جہاز کا رُخ کنارے کی طرف موڑے۔ ابھی بمشکل کچھ وقت گزرا ہوگا کہ تمام بحری مسافر پکار اٹھے کہ ایک عظیم شہر اور اس کے بڑے بڑے مکانات دکھائی دے رہے ہیں اور سب حیران و پریشان رہ گئے کہ یہ کونسا شہر ہے؟ جب قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ ہماری مقصود بندرگاہ جدّہ ہے۔ تمام خاص و عام (بحری مسافر) اس کرامت پر متحیّر ہوئے اور حضرت کی کرامت کا اقرار کیا۔ نیز ٹھٹھا کرنے والوں نے شرمندہ ہوکر معافی مانگی۔ اس دن آٹھویں تاریخ کو جدّہ پہنچ کر اونٹ کرائے پر لئے گئے اس قافلے میں اونٹ سوار کم اور پاپیادہ لوگ زیادہ تھے۔ نو (۹) ذی الحجہ کے دن نماز ظہر کے بعد عرفات پہنچ گئے۔

جامع الکلمات کہتا ہے کہ یہ تمام کرامات جو ہم نے اسی ناخدا سے سنی ہیں، اگر ان کو جمع کیا جائے تو ان کے لئے دفاتر درکار ہوں۔ لیکن دراصل حضرت ایشان قدس سرہٗ کرامات کے اظہار کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اگرچہ بہ امرِ الٰہی حضرت ایشان قدس سرہٗ سے بہت سی کرامتیں وقوع پذیر ہوئیں تاہم آپ انکو ہیچ سمجھتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ "کرامت جو بغیر اطلاع اور بغیر امر من اللہ کے ہو اس کو ولی کامل اچھا نہیں سمجھتا اور یہ نامکمل ہونے پر دال ہے خصوصاً اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں"۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "کرامت ممنوع ہے"۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ "عوام بلکہ بعض خواص مردوں کو زندہ کرنے اور پانی پر اور ہوا میں چلنے کو عظیم کرامت سمجھتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ بجز اپنے نفس کی شہرت کے اور کچھ نہیں۔ اور شہرتِ نفس ممنوع و مبغوض ہے۔"

"انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات جو معجزات دکھاتے تھے وہ مامور من اللہ تھے۔ پس یہ

اور بات ہے اور معجزات پر اس (کرامت) کو قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔'' اور یہ بھی فرماتے تھے کہ ''ایک دن کسی شخص نے حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے آ کر کہا کہ ''فلاں شخص ہوا میں اُڑتا ہے!''۔ خواجہ صاحب نے جواب دیا کہ ''کیا ہوا! مکھی بھی تو ہوا میں اڑتی ہے۔'' پھر اس نے کہا کہ ''فلاں شخص ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک آ جاتا ہے اور وہاں کے کام سرانجام کر دیتا ہے۔'' خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ ''یہ طاقت شیطان ملعون کو بھی ہے کہ مشرق اور مغرب کے لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال دیتا ہے، دراصل مقصود کار کچھ اور ہے''۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک دفعہ کرامت کے ذکر کے دوران ایک شخص نے کہا کہ ''حضرت غوث الثقلین جیلانی قدس سرہٗ کی کرامات کثیر ہیں۔ اگر یہ کام اہل ولایت کے نزدیک اچھا نہیں تو پھر اُن کے متعلق کیا کہنا چاہیئے؟'' حضرت ایشان قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ ''حضرت غوث عالم قدس سرہٗ ہمارے پیروں میں سے ہیں۔ اور ہم ان کے معتقدین صادقین میں سے ہیں۔ ان کی تمام کرامات مستحسن ہیں۔ جو ان کے مقام اور حال بے خودی کے تقاضوں کے مطابق اُن سے سرزد ہوئیں۔ اور بعض کرامات خدا کے حکم سے صادر ہوئیں۔ تو ایسی باتیں ان پر قیاس نہیں کرنا چاہئیں۔ مگر اہلِ بیت کرام اور صحابہ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے باوجود کئی واقعات کے وقوع پذیری اور سانحات کی رونمائی کے کرامات ظاہر نہیں ہوئیں تو غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات کو دیکھ کر اُن سے بدگمان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہر شخص کے لئے ایک مقام اور حال ہوتا ہے۔ اور ہر حال کے لئے ایک مقال ہے''۔

نیز آپ قدس سرہٗ نے یہ واقعہ نقل فرمایا کہ ''ایک بار حضرت سلطان الاولیاء خواجہ کلاں قدس سرہٗ کے زمانے میں کچھ چور، چوری کرنے آئے۔ اسی دوران آپ طریقت پناہ قدس سرہٗ سیاہ پشم (اُون) کا کپڑا اوڑھے بیٹھے تھے کہ اُسے ایک چور لے بھاگا۔ اتنے میں ایک درویش جو وہاں نزدیک تھا، اُس نے مفرور چور کو چشمِ گرم (تیز نگاہ) سے دیکھا تاکہ اس کو کرامت کے ذریعہ نقصان پہنچائے۔ مگر حضرت خواجہ نے اس درویش کو ڈانٹ کر فرمایا۔ کہ ''بس کر، ایک پشمینہ کے لئے خون بہانا نہیں چاہیئے''۔

اِطلاع: اوپر جو مذکور ہوا، اس سے ہر سادہ لوح کو ایسا گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ

حضرت ایشان قدس سرہ کی واقعتاً کوئی کرامت نہیں ہے۔ بلکہ آپ سے بے حساب وبے شمار کرامات صادر ہوئیں۔ مگر چونکہ کرامات کا ذکر حضرت کی ذاتِ گرامی کو پسند نہ تھا۔ اس لئے بلحاظ ادب ورعایت آپ کی ناپسندیدگی کے تمام کرامات لکھی نہیں جاتیں۔ چند کرامات اس فصل میں بیان کی جائیں گی تاکہ اعتقاد رکھنے والوں کے لئے یادگار رہیں۔

اب میں اصل موضوع کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حضرت ایشان قدس سرہ بعد ادائے مناسک حج، خیریت وعافیت سے مدینہ منوّرہ روانہ ہوئے۔ اس دفع حرمین شریفین زیداً شرفاً وتعظیماً میں حضرت ایشان قدس سرہ نے عبادات اور ریاضات اور قیام وصیام بہت ادا کئے۔ سوائے ضروری وقتوں کے رات دن حرمین شریفین میں ہی گزارے۔ پندرہ (۱۵) روز آپ نے مدینہ طیبہ میں قیام کے بعد واپس مکہ معظّمہ آ کر قیام کیا۔

حضرت ایشان قدس سرہ دن میں طواف کم کرتے۔ جس سے بہت سے لوگ آپ کے عدم طواف سے متوھم ہوگئے تھے اور رات کو اس قدر طواف کرتے کہ خواص (جاننے والے) بہت متعجب ہوتے۔ اور اوراد میں سے فقط ختم کلاں حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم ہمیشہ سفر میں آپکا معمول تھا۔ بعض اوقات یاروں کے ساتھ پڑھتے اور بعض اوقات یاروں کو رخصت دے دیتے تھے اور خودا کیلے پڑھتے۔ لیکن وظیفہ کبھی ترک نہیں کیا۔

جب آپ اپنے وطن واپس روانہ ہوئے تو مریدوں کے التماس پر بمبئی کا راستہ اختیار کیا اور غراب سہ (۳) دقلہ یعنی تین لمبے بانس والی قدیم زمانے کی کشتی، جس کا نام 'فیض الکریم' تھا، اس پر سوار ہوئے۔ موسم سخت خراب تھا اور کشتی کا ناخدا حاجی موسیٰ میمن، حضرت کے ارادتمندوں اور معتقدین صادقین میں سے تھا۔ ایک رات تقدیر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بوقت تہجد سحری، ہوا کے شدید زور کی بدولت کشتی جزیرے پر چڑھ گئی۔ اور تین (۳) چار (۴) بار سخت ٹکر کھائی۔ تمام مسافروں نے نالہ وفریاد کی۔ اور ناخدا حاجی موسیٰ، اس عرصہ میں تین چار بار آ کر حضرت کی خدمت میں فریادی ہوا۔ بالآخر ایک بار اور استدعا کی کہ کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ٹوٹ گئی ہے۔ اس وقت حضرت ایشان قدس سرہ کمال تفکر میں خاموش، لبوں پر مہرِ جمعیت لگائے بیٹھے تھے اور درویش عالی آپ کے حضور ایک کونے میں عزلت گزیں تھے کہ حاجی موسیٰ سامنے آئے۔ نہایت آہ وزاری واضطرار سے مذکورہ فریاد خدمت اقدس میں

عرض کی۔ اور کہا کہ اب کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔ کشتی ٹوٹ چکی ہے۔ اس لئے آپ کو جلد کسی مچھوے میں کنارے پر پہنچادیا جائے۔ عالی درویش نے درشتی سے جواب دیا کہ اگر یہ حالت ہے تو کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اور حضرت ایشان قدس سرہ' بھی دیکھ رہے ہیں۔ تم کیوں بار بار آ کر حضرت کو خفا کرتے ہو۔

لیکن حضرت ایشان قدس سرہ' کو ناخدا کی گریہ وزاری پر ترس آ گیا اور آپ نے فرمایا کہ ''اگر کشتی ٹوٹ گئی ہے تو بھی ہمیں سلامتی کے ساتھ کنارے پر پہنچائے گی۔'' آپ کے اس کلام مبارک کے فرماتے ہی کشتی خود بخود جزیرے سے نیچے پانی میں اُتر آئی۔ گویا فرشتے کشتی کو اٹھا کر پانی کے اندر لے آئے۔ وہ تمام مسافر جن کو کشتی کے ٹوٹ جانے کا اولاً یقین ہو چلا تھا۔ تحقیق کے بعد اس بات کے قائل ہوئے کہ یہ کشتی حضرت ایشان قدس سرہ' کی کرامت سے درست ہوئی ہے۔ اس طرح کشتی بخیریت بمبئی کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوئی۔ کشتی کے مالکوں نے اس کے ٹوٹ جانے اور دوبارہ حضرت ایشان قدس سرہ' کی کرامت سے درست ہونے کا ذکر سُنا تو کشتی کو پانی سے باہر نکلوا کر اس کی مرمت کرانی چاہی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ تمام تانبہ اور لوہا ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اور لکڑی کا تختہ ہنوز قدرتِ خداوندی سے سالم وقائم ہے۔ ہر خاص و عام یکھنے والے کی زبان پر حضرت ایشان قدس سرہ' کی شان میں سوائے 'سبحان اللہ'، 'ھٰذا ولی اللہ' (یہ اللہ کا ولی ہے) کے کلمات کے اور کوئی بات نہ تھی۔

این چیست جملہ جہان پئے اہل دل ست

(یہ کیا چیز ہے۔ تمام جہان اہلِ دل کے واسطے ہے)۔

خرابیٔ موسم کی وجہ سے دو (۲) اڑھائی ماہ بمبئی میں رہ کر بخیریت اپنے وطن واپس ہوئے۔ پس یہاں مذکورہ کرامت کی مناسبت سے ہم حضرت ایشان قدس سرہ' کی اُن لاتعداد کرامتوں میں سے صرف چند ایک کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت ایشان قدس سرہ' کی کرامت

ایک شخص بدین میں انگریز سرکار کے پولیس کے محکمے میں عملدار تھا۔ جس کی کج روی اور خطا کاری کی اطلاع جب اس کے اعلیٰ افسر کو ملی تو وہ اسے معزول کرنے کے لئے حیدر آباد سے عازمِ بدین ہوا۔ اس کا علم جب عملدار مذکور کو ہوا۔ تو سوائے دعا و توجہ کے اور کوئی چارہ نہ

پاکر وہ راتوں رات حضرت ایشان قدس سرہ' کی خدمت میں آ پہنچا۔ اور یوں عرض گزار ہوا کہ "ایک کمزور خرگوش کو شکار کرنے کے لئے ایک درندہ بھیڑیا اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ اور اس بے چارے خرگوش نے بچاؤ کی کوئی اور صورت نہ پا کر ایک بڑے درخت کی اوٹ میں اپنے آپ کو چھپا لیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اسے اس درخت کے سائے کی پناہ مین تحفظ ملے اور بھیڑیا اس کو شکار نہ کر سکے"۔ خرگوش سے مراد اس کی اپنی ذات، بھیڑیئے سے مراد اس کا افسر اور درخت سے مراد حضرت ایشان قدس سرہ' کی ذات سامی وگرامی تھی۔ یہ سن کر حضرت ایشان قدس سرہ' نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "خرگوش اس درندے کا شکار نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ درندہ بھیڑیا خود شکار ہو جائے گا"۔ یہ جواب با صواب سُن کر وہ شخص واپس لوٹا اور بدین میں باعزت طور پر اس طرح اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں میں مصروف ہو گیا گویا سرے سے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ وہ افسر جو حیدر آباد سے روانہ ہو کر بدین آ رہا تھا۔ جب تلہار پہنچا تو اسے اپنے افسرانِ بالا کی طرف سے بغیر حساب وکتاب کی پوچھ گچھ کے معزولی و برطرفی کا حکم مِلا۔ اور اُسے اس کے عہدے سے ہٹا دیا گیا۔ کیا ہی خوب کہا ہے۔

اہلِ دل اند قومے کزیک نظر و مادم
شہ را گدا، گدا را شہ میکنند عالم

(اہل دل ایک ایسا گروہ ہے کہ ایک ہی نظر سے فی الفور بادشاہ کو گدا اور گدا کو بادشاہ بنا دیتا ہے)۔

حضرت ایشان قدس سرہ' کی کرامت

سیادت پناہ سید مقبول شاہ دھنائی اس قدر بیمار ہوئے کہ حاذق طبیبوں اور افلاطون صفت حکیموں نے پیشاب کی جانچ کر کے اور نبض کی رفتار دیکھ کر نیز حاذقانِ طب انگریزی نے بذریعہ آلۂ سیمابی (تھرمامیٹر) مُنہ اور بغل میں رکھ کر تشخیص کیا کہ حرارت غریزی جس پر بقائے روح حیوانی کا مدار ہے۔ باقی نہیں رہی۔ ان میں سے ہر ایک ان کی زندگی سے مایوس ہو گیا اور علاج سے دست کش ہوا۔ بیمار مذکور کے بڑے بھائی اختر برج نقابت سید علی محمد حیران و پریشان زار وقطار روتے اور فریاد کرتے ہوئے حضرت ایشان قدس سرہ' کی خدمت میں پہنچے۔ اور سارا حال بیان کر کے کرم کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ "ایک رات کی مہلت چاہیئے کہ اللہ

سبحانہٗ تعالیٰ کی جناب پاک سے کیا جواب ملتا ہے"۔ شخص مذکور نہایت زاری و بیقراری کی حالت میں عرض پرداز ہوا کہ مقبول کو نزع کے عالم میں چھوڑ آیا ہوں اگر مر بھی گیا تو میرے واپس پہنچنے پر اسے زندہ فرمائیں۔ میں کرامت چاہتا ہوں۔ سوال جواب کرنے نہیں آیا۔ آپ ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائیں۔ الغرض تھوڑی دیر کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ پھر فرمایا کہ "مقبول کی عمر پوری ہو چکی تھی۔ لیکن فی الحال اللہ تعالیٰ نے اس کو نئی زندگی عطا فرمائی ہے۔"
اس کے بعد سیّد ممدوح نے سر برہنہ اور گلے میں چادر نیاز ڈال کر خشوع و خضوع کے ساتھ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ کلاں قدس سرہٗ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی اور پھر گھر واپس ہوئے۔ آپ کے گھر یعنی دھنائی پہنچنے سے پہلے آپ کے جان بلب بھائی کی بیماری دور ہو چکی تھی اور اس کے کھانے کی خواہش جو ختم ہو چکی تھی دوبارہ عود کر آئی۔ جب سیّد ممدوح گھر پہنچے تو دیکھا کہ وہ بیٹھا شوربا پی رہا تھا۔ طبیبانِ حاذق (جو غیر مسلم انگریز تھے) سب نے اقرار کیا کہ ایسے بیمار شخص کی شفایابی اس سے قبل آج تک نہ ہم نے دیکھی اور نہ سُنی۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا کرد

(روح القدس کا فیض اگر مدد کرے تو دوسرے لوگ بھی وہی کچھ کر سکتے ہیں جو مسیحا نے کیا)۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ایک اور کرامت

پیر محمد خدمتگار جب انگریز سرکار کی نوکری میں مختیار کار تھے تو ان کے بعض متعلقین میں سے کسی نے زمین کی پیائش میں کم اندراج کروا کر فائدہ اٹھانا چاہا۔ مثلاً جو زمین ایک سو بیگھ تھی اس کو چالیس (۴۰) بیگھ مختار کار کے دفترِ حساب و کتاب میں لکھوایا۔ اس خیال سے کہ یوروپین افسران اس طرف جانچ پڑتال کے لئے نہیں آتے۔ جب سفید فام اعلیٰ افسر ڈپٹی کے عہدے پر تعینات ہو کر لندن سے آیا تو کسی نے مخبری کر دی۔ اس نے اس سرزمین کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ یہ زمین واقعی سو بیگھ ہے۔ لیکن مختیار کار کے رجسٹر میں اس کی پیائش چالیس (۴۰) بیگھ درج ہے۔ اس پر وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اور پیر موصوف سے کہا کہ میں اپنے اعلیٰ افسر یعنی کلکٹر کو لکھ کر تمہیں مناسب سزا دلواؤں گا۔

بے چارہ مختار کار نہایت پریشان حضرت ایشان قدس سرہٗ کی خدمتِ عالیہ میں پہنچا۔ اور بصد زاری و بے حد انکساری کے اپنا احوالِ واقعی عرض کیا۔ جواب میں حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''غم نہ کرو۔ فقیروں کا بارِ خاطر خدا تعالیٰ پر ہے۔

دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

(جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا بگاڑ سکتا ہے)۔

تم دوبارہ پیمائش کے لئے درخواست کرو۔'' اس بے چارے نے حضرت ایشان قدس سرہٗ کے دلاسہ دینے پر کلکٹر کو درخواست دی کہ سرکار میری موجودگی میں زمین کی پیمائش کروائے۔ کیونکہ ڈپٹی کی پیمائش بندے کو قبول نہیں۔ اس درخواست کے موجب وہ دونوں سفید فام افسران اس بات پر متفق ہوگئے کہ ٹھیک ہے۔ دوبارہ پیمائش کر کے مختار کار مذکور کو قید کے ساتھ جرمانے کی سزا دیں گے۔ چنانچہ دونوں افسروں نے اپنے روبرو زمین کی دوبارہ پیمائش کروائی تو خدا کی قدرت سے اس زمین کی دوسری بار پیمائش مجموعاً ۳۵ بیگھ ہوئی۔ انھوں نے دوسری اور تیسری بار پھر پیمائش کروائی لیکن ہر بار پیمائش ۳۵ بیگھ سے ایک بیگھ بھی نہ بڑھی۔ اس طرح بے چارہ مختار کار لائق آفرین وشاباش ہوا اور ڈپٹی جو پہلے پیمائش کر کے سو بیگھ زمین کا اندراج اپنے رجسٹر میں کر چکا تھا وہ معتوب، خطا کار اور نفرین کا مستوجب ہوا اور جملہ چغل خور، شرمسار، خوار و خراب اور خجل و مقہور ہو کر واپس ہو گئے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ایک اور کرامت

دو فقیر، ڈاھری ذات کے جو آپ کے معتقدین میں سے تھے، مکان شریف لواری میں ذات الجنب (پسلی کے درد) اور شدید بخار کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ یہاں تک کہ اُن کو کسی دوا سے فائدہ نہ ہوا۔ اور سکرات کا وقت قریب آن پہنچا۔ نیز گلے کی خرخراہٹ کی شدت سے عاجز آ گئے۔ ان دونوں کی جان کنی کی تکلیف کو دیکھ کر ان کے دوستوں، رفیقوں اور رشتہ داروں نے ان کا حال حضرت ایشان قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کا دریائے مرحمت جوش میں آ گیا اور آپ نے فرمایا کہ ''سید ظہور علی بن سید نور علی ساکن لکھی جو قدیمی خاندانی طبیب ہیں۔ ان سے کہیں کہ وہ ان کا علاج کریں۔'' سید ممدوح جو ان مریضوں کے آخری حال سے واقف تھے۔ بحکم حضرت ایشان قدس سرہٗ دوبارہ مریضوں کا احوال دیکھ آئے۔

باب سوم

فصل دوم

حضرت ایشان قدس سرہ' کا دوسرا حج

پہلے سفرِ حج کے بعد حضرت ایشان قدس سرہ' کا حرمین شریفین (زیدأشرفاً وتعظیماً) کی سمت دوسرا حج دس (۱۰) سال کے بعد ہوا۔ سنتِ (حج) النبی ﷺ کے مطابق جو ہجرت کے بعد ہوا تھا۔ مورخہ ۲۵ صفر المظفر ۱۲۶۶ھ کو اپنے شہر لواری شریف کے حصار (قلعہ) فیض دیار سے براستہ ترائی اور شہر ٹھٹھ ننگر فیض اثر سے منزل بہ منزل بندرگاہ کراچی کی طرف روانہ ہوئے۔ ربیع الاول کی ۲ تاریخ کی شب شہر ٹھٹھہ میں خانقاہ (فیض بارگاہِ معلیٰ جاہ) کہ جو ہمیشہ سجدہ گاہِ اولیاءِ کاملین اور تربیت گاہِ اقطابِ عظام رہی ہے۔ میں تشریف لائے اور زیاراتِ فیض بشارات حضرات عالیاتِ عارفان مکلی (قبرستان) خصوصاً مخدوم المخادیم مکمل معظم مخدوم آدم اور خلیفہء اعظم الولی المفخم الشیخ ابوالقاسم قدس سرہما کے مزارات پر تشریف لائے۔ آپ کی یہ عادت مبارک تھی کہ راہ میں اگر کسی کامل ولی (صاحبِ حیات وممات) کے متعلق سنتے تو اس کی صحبت یا زیارت کو فائدہ اور فیض کا سبب جانتے۔

الغرض ۵ تاریخ ماہِ میلاد نبی ﷺ کو بندرگاہ کراچی میں نزولِ اجلال فرمایا۔ اور صادق دوست، راسخ العقیدہ مرید، مشتاق شاگرد اور محبانِ عاشق شہر کراچی کے رہنے والے اور بمبئی کے باسی جو اس جگہ آپ کے استقبال لئے (بلکہ خود اپنی اقبال مندی کے لئے) آئے تھے۔ اپنی صداقت ومحبت، بلکہ بمبئی کے راستے سفر کی سہولت کی بناء پر، کہ وہاں سے اپنی خواہش کے مطابق کئی چھوٹے بڑے جہاز اور دیگر سہولیتیں حج کے سفر پر جانے کے لیئے دستیاب ہیں۔ حضرت ایشان قدس سرہ' کی خدمت میں بھرپور صدق وشوق، نہایت عجز وانکساری اور انتہائی منت ومحبت کے ساتھ بمبئی چلنے کی مسنونہ عرض گزاری لیکن حضرت ایشان قدس سرہ' نے

ظاہری وجوہات اور موسمی حالت وغیرہ کی بناء پر ان کی مذکورہ عرض داشتوں کو قبول نہ فرمایا۔ اور کراچی سے براستہ مسقط جانے پر رضامندی ظاہر کی۔ اور فرمایا کہ ''ہم نے اپنی رضا سے بمبئی کا راستہ چھوڑ کر مسقط کا راستہ اختیار کیا ہے۔ مرسومہ دعوت کو قبول نہ کرنے میں معنوی مقصود رعایتِ امرِ نبوی مصطفوی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام۔'' اس طرح کہ بمبئی کے راستے جانے کے پختہ ارادہ سے آپ رخصتِ الٰہی کے لئے متوجہ ہوئے۔ مگر حضرت ختم المرسلین فخر الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بمبئی کے راستے جانے اور آنے کے لئے خصوصاً اس سفر کے لیئے تاکیداً منع فرمایا۔ ناچار دعوت کنندگان کو معذرت سے راضی کر کے رخصت کیا اور عذرِ شرعی اس مکافات کا یوں بیان فرمایا کہ ''اولیائے اکابرین اپنے تمام امور میں رضائے الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔''

چنانچہ قصہ حضرت غوث الثقلین ملاذ الخافقین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کا جو مشہور ومعروف ہے اس طرح مختصراً بیان فرمایا۔ کہ ''ایک بار ایک شخص دارا نامی نے اپنے اپاہج لڑکے کی خاطر بغداد اور اس کے گرد نواح کے ولیوں کی دعوت کی اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بہ کمال نیاز دعوت دے آیا۔ حضرت بابرکت نے فرمایا کہ ''ہاں دعوت قبول ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے رخصت ملے گی تو آجاؤں گا۔'' درایں اثناء منتظر رہے۔ اور پھر فرمایا کہ ''رخصت مل گئی ہے۔'' پس جس وقت میزبان کے کھانے کی محفل قسم قسم کے کھانوں سے دسترخوان پر سجائی گئی تو ان خوانوں کے ساتھ ایک سربند ٹوکرا بھی حاضر کیا گیا۔ حضرت با برکت نے بذریعہ کشف بتا دیا کہ اس سربند ٹوکرے میں کیا ہے۔ چنانچہ سب نے دیکھا کہ ایک اپاہج (بے دست وپا) اور کئی امراض میں مبتلا لڑکا ہے۔ آپ نے بتوجہ وجیہہ عالیہ وہمت خوارق غالیہ، یعنی اپنی کرامت سے، اس کو شفائے کامل اور عاجل غیر آجل، اللہ تعالیٰ کی جنابِ پاک سے عطا کروادی۔

کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

پاک لوگوں کے کاموں کو اپنے (کاموں) پر قیاس مت کر۔ اگرچہ لکھنے میں شیر اور شِیر (دودھ) دونوں کی شکل ایک ہے۔

ہر ہمہ کارشان بامر ایزد
پس مگو ہیچ کارِ ایشان بد

ان کا ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ ان کے کسی کام کو بُرا مت کہہ۔

دمبدم از خدا ہمی پرسند
پس بامر خدا بہ پردا زند

دم بدم خدا سے پوچھتے رہتے ہیں۔ پس خدا کے حکم کے مطابق عمل پیرا رہتے ہیں"۔

تنبیہ: بعض لاعلم مرید، جب حضرت ایشان قدس سرہ' کی اس عدم قبولیتِ دعوت اور معذرت سے آگاہ ہوئے تو اپنی لاعلمی کی بنا پروہ ہمیشہ اس ناقبولیت کو سنت (دعوت) کے خلاف سمجھتے رہے۔ چنانچہ ایک دن ایسے لوگوں کا ذکر حضرت ایشان قدس سرہ' کی خدمت میں چھڑا۔ آپ نے فرمایا کہ "ہمارا شیوہ تو ہمیشہ عزیمت اور سنت پر عمل کرنا اور بدعت کو ترک کرنا ہے لیکن شاید اولیائے متقدمین، جو ملقب بہ ملامیہ ہیں۔ اس قسم کے اوصاف سے ظالم وگمراہوں کے زیرِ ملامت رہتے آئے ہیں۔"

فائدہ: اس خاکپائے ایشان نے آپ کی زبان گوہرفشاں سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ "اس حج کی تیاری کے وقت جب ہم مقامِ صلواۃ پر پہنچے تو اس جگہ بعض اکابر سے ملاقات ہوئی۔ اور بعض سے ہم نے مدد چاہی جو کی گئی۔ یہاں تک کہ اس جگہ خصوصیاتِ عالیہ سے مجھے مخصوص فرمایا گیا"۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ [پ ٦۔ سورہ المائدہ ۵۔ آیت ۵۴] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہے عطا کرتا ہے)۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تاریخ گیارہ (۱۱) ماہ مولود (ربیع الاوّل) بغلہ (چھوٹا جہاز) کراچی سے لنگر اٹھا کر مسقط کی طرف روانہ ہوا۔ تا آنکہ بتدریج موجب۔ ابتلاء اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل بلاء۔ (لوگوں میں سب سے زیادہ سخت بلاؤں میں مبتلا انبیاءؑ ہوتے ہیں پھر اولیاء)۔

سمندر میں بادِ مخالف کا طوفان شروع ہو گیا۔ اور تندئی وشدت اور طوفانی امواج کی مسلسل ٹوٹتی ہوئی امواج اس حد تک بڑھ گئیں کہ چاند کی چودھویں رات عشاء کے وقت بادبان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غرقاب ہو گیا۔ آخر چار و نا چار دریا کی امواج پر صبر کرتے ہوئے کوئی اور چارہ نہ پا کر ناخدا نے اللہ کے نام کے ساتھ جہاز کو واپس لوٹانا شروع کیا۔ بہت سے رفیقوں نے اس حال پر ملال کی بدولت اپنے حال پر افسوس کرنا شروع کیا۔ اور حضرت ایشان قدس سرہٗ نے سب کو صبر کرنے کی تلقین کی۔ اور (اسم اللہ کے ورد میں مشغولیات کا باب اُن پر واکرتے ہوئے) فرمایا کہ "الصبر مفتاح الفرج (صبر کشائش کی کنجی ہے)۔ اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ [پ ۲۔ سورہ البقرہ ۲۔ آیت ۱۵۳] (بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)"۔

دوسرے دن دوپہر کے وقت سلامتی کے ساتھ منوڑہ جزیرہ کراچی میں جہاز لنگر انداز ہوا۔ یہاں پر معلوم ہوا کہ بہت سے بحری جہاز شدید طوفان کی زد میں آ کر مختلف بندرگاہوں پر جا پڑے ہیں اور کئی ایک کے مستول و رسّے وغیرہ ٹوٹ پھوٹ چکے ہیں۔ پھر کچھ دن اس جگہ ٹھہر کر پندرہ (۱۵) تاریخ کو جہاز نے لنگر اٹھایا اور براستہ مسقط (خیر الدیار) مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ چاند کی ۲۳ تاریخ کو جہاز بندرگاہ قریات پہنچا۔ یہاں تک یہ سست رفتار جہاز، موجوں کے تھپیڑوں کی وجہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ اور شوقِ وصول حضرت ایشان قدس سرہٗ کا دن بدن زیادہ ہو رہا تھا۔ اس لئے مشوہ صغیرہ (چھوٹی کشتی) کرایہ پر لے کر حضرت اپنے کچھ یاروں کے ساتھ مسقط روانہ ہو گئے۔ الغرض ۲۵ تاریخ کو مسقط پہنچے۔ ہر چند کہ اس جگہ بہت تلاش کیا گیا کہ چھوٹا یا بڑا بغلہ (جہاز) دیارِ اشرف جانے کے لئے مل جائے، مگر نہ مل سکا اور بلاءِ عظیم نے منہ دکھایا۔ اگرچہ بموجب البلاءِ للولا کاللھب للذھب (بلا مراتب کے اعتبار سے ایسی ہوتی ہے جیسے سونے کے لئے آگ کی بھٹی)۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ تکلیف کے بدلے سو سو انعام عاشقوں کو عطا فرماتا ہے۔ ولیکن عاشقوں کو بجز وصال کے اور کچھ وبال وملال نہیں ہوتا۔

آخر کار وہاں رہنے والے خاص دوست، محمد مبارک نامی ناخدا کو لے آئے۔ اور اس سے کرایہ پر جہاز لانے کی فرمائش کی۔ چونکہ موسم آخری ہونے کے سبب کوئی جہاز دستیاب نہ ہوا جو منزل مقصود پر لے جاتا۔ چنانچہ ناخدا موصوف نے ۷ اربیع الآخر تک میعاد طے کی کہ وہ اس

عرصہ میں اپنا جہاز صاف کروا کے اور تمام سامان مہیا کر کے لنگر بردار ہو جائے گا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ اس بات پر رضامند ہو گئے لیکن بعض ظاہر بین یاروں نے جو عین الیقین سے ناواقف تھے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کی تجویز سے صرفِ نظر کر کے آپ کی خدمت میں موسم آخریں کا عذر پیش کیا اور اتنی لمبی مدت تک صبر کرنے پر معذوری ظاہر کی۔ نیز کسی اور شخص کے ذریعہ دلال کو لے آئے اور اس کی چکنی چپڑی باتوں سے متاثر ہو کر محمد ممدوح کو چھوڑ دیا اور چاہا کہ اس حیلہ باز دلال کی معرفت جلد ہی دوسری کشتی پر سوار ہو کر روانہ ہو جائیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے ہر چند انہیں واضح نصیحتوں سے سمجھا کر فرمایا کہ ''محمدؐ و مبارک دونوں اسم فال نیک ہیں، اُسے مبارک ہو جوان کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ نیز اسی مدت پر صبر کریں کہ آنے والا وقت قریب ہے۔

اگرچہ موسم آخری تر اما خالق الموسم ربّی تر
اگرچہ بغلہ صغیر تر ربّ بغلہ کبیر تر
اگرچہ دریا سخت تر لطف او سبحانہٗ متفقدتر

(اگرچہ موسم (حج) بہت آخری ہے لیکن موسم کا خالق بہت مہربان ہے۔ اگرچہ کشتی بہت چھوٹی ہے لیکن اس کا رب بہت بڑا ہے۔ اگرچہ سمندر سخت ہے لیکن اللہ سبحانہٗ نہایت مہربان ہے)۔

اس لئے عاشقوں کو اللہ کی ذات پر توکل کرنا چاہیئے نہ کہ اپنی تدبیر پر چلنا چاہئے۔''

جب ظاہر بینوں نے آپ کے اس قدر واضح اشارات اور ہدایات کو نہ سمجھا تو آپ نے فرمایا کہ ''اچھا جو کچھ مشیّتِ ایزدی میں ہوگا، بہتر ہوگا''۔ آخر کار اس فریبی دلال سے جب کچھ نہ بن پڑا تو پھر چاروناچار اسی محمدؐ مبارک نامی ناخدا کی طرف رجوع ہوئے۔

آں کیست کہ محتاج محمدؐ نشود

(وہ کون ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج نہیں ہے)۔

چنانچہ اس ناخدا نے ان کی شدید ضرورت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں دگنا کرایہ دینے پر سوار کروایا اور لنگر برداری کا اقرار اور سودا ۲۶ ربیع الآخر کو ہوا۔ بصد تاکید ۲۷ کو اس جگہ سے روانہ ہوئے اور بندرگاہ حصبہ میں جو مسقط کے قریب ہے۔ ٹھہر کر ناخدا نے عذر بے ہودہ کرنے شروع کر دیئے اور شیخ طیّب حضر موتی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جس کا اکثر مال وہ

لاتا اور لے جاتا تھا۔ بالآخر ساتویں جمادی الاوّل کی شب بوقت صبح روانہ ہوئے۔ اس ماہ کی ۱۲ تاریخ کو سخت طوفان آیا۔ جس کی وجہ سے میٹھے پانی کے تمام برتن ٹوٹ گئے اور ۱۳ تاریخ کو ہوا کلیتاً تھم گئی۔ اور جہاز پانی میں اس طرح ٹھہر گیا جیسی زمین پر میخ لگی ہو۔

بے چارے حاجی جہاز کے سیاہ رُو، زنگی نوکروں کے ظلم وستم سے نالاں تھے۔ یہ نوکر اِن حاجیوں سے کھانے پینے کی چیزیں چھینتے تھے اور تمام حجاج ان کی ایذا رسانی سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ ہوا کے تھم جانے کی وجہ سے اور حج کے موسم کے قریب آنے کے باعث ان کے خیال میں موت ناگزیر معلوم ہوتی تھی۔ اور وہ زندگی کو بچانے کی کش مکش میں تھے۔ اس لئے لوٹ کھسوٹ کو بھی روا جانتے ہوئے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ اس حالت میں تیرہ (۱۳) دن گزر گئے۔ تاہم مصیبت اور ابتلا کی کوئی حد نہ تھی۔ کھانے پینے کی چیزوں کی کمیابی کے باعث لاچار ایک وقت کا کھانا بھی نہ چکھتے اور آٹھوں پہر صائمانہ (روزہ کی حالات میں) ایک روٹی کے ٹکڑے اور پانی کے گھونٹ پر صبر کرتے۔

اسی اثناء میں دریائے شور دوبارہ جاری ہوا جو چھ (۶) ماہ جنوب سے شمال اور چھ (۶) ماہ شمال سے جنوب کو جاری رہتا تھا اور اسی مناسبت سے بحری کشتیاں شمالاً جنوباً اور جنوباً شمالاً چلائی جاتیں۔ پس دریا کے الٹا بہنے کے باعث آٹھوں پہر، کشتی بغیر ہوا کے بیس (۲۰) سے تیس (۳۰) میل بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے چلتی۔ اگر اس غیر یقینی حالت میں کسی طرف کی ہوا سے ایک قدم آگے کو اٹھاتے تو دوسرے ہی ثانیے میں دس (۱۰) قدم ہوا پیچھے ڈال دیتی۔

قدم پیش و قدم در پس نہادے
زابر چشم آب غم نشاندے

(ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے رکھتے، آنکھیں مثل بادل غم کا پانی برساتیں)۔

کھانا جو پکایا جاتا وہ آدھا میٹھا اور آدھا کھارے پانی کو ملا کر پکایا جاتا۔ اسی حالت میں تیرہ (۱۳) دن اور گزر گئے اور میٹھا پانی جو برتنوں میں محفوظ تھا، وہ بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا اور بے چارے حاجیوں کے حلق پیاس سے خشک اور کسیلے ہو گئے اور پیاس کے خنّاق نے گلے کو

پکڑلیا۔ غنچہ دل یاس کے لہو سے بھر گیا۔ روزانہ حاجیوں کو جو کھانا اور میٹھا پانی ایک خاص مقدار میں ملتا تھا وہ بھی ملاحوں نے بند کر دیا اور گیارہ (۱۱) دن تک کھانا نہ پکایا، کیونکہ اس کے لئے پانی مفقود تھا۔ صرف ایک وقت عشاء کو ایک گھونٹ پانی جو چار (۴) پانچ (۵) مثقال وزن کے برابر ہوگا، نوشِ جان کرتے۔ جس سے پیاس کی آگ بجھنے کی بجائے اور زیادہ بھڑکتی اور شدتِ پیاس زیادہ ہو جاتی۔

اسی طرح چالیس (۴۰) دن گذر گئے شاید کہ علمِ الٰہی میں اعتکافِ مصائب کا چلّہ پورا ہوا اور وعدہ تیس (۳۰) روز کا تمام ہوا۔ وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ [پ ۹۔ سورہ الاعراف ۷۔ آیت ۱۴۲] قرآن کریم میں دس (۱۰) کے عدد سے اتمام کا ذکر آیا ہے۔ عنایتِ خداوندی شریک حال ہوئی۔ فقرائے اولوالعزم جو تقدیر کے آگے بے تدبیر و بے تقریر تھے، ان پر حقیقتِ حال منکشف ہوئی۔ چنانچہ اسی دوران حضرت ایشان قدس سرہٗ بھی اپنے رفقاء اور فقراء کے ساتھ اس فقر و فاقہ اور بھوک و پیاس پر صابر اور شاکر رہے۔ ہر چند کہ آپ کے مریدوں، رفیقوں اور جاں نثاروں نے بہت عاجزی اور الحاح وزاری کے ساتھ عرض کیا کہ آپ پانی نہ پینے کی وجہ سے جان (دشمناں) کو مشقت میں نہ ڈالیں ہم تمام مرید آپ پر جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تاہم حضرت ایشان قدس سرہٗ نے چالیس (۴۰) روز میں ایک گھونٹ پانی روزانہ، جو یاروں میں تقسیم ہوتا تھا، سے زائد کبھی نہ پیا۔

ایک روز صاحبِ مقام عالی درویش عالی نے جو بہرہ یافتگان اور مصاحبانِ خواجہ حلیم اور خواجہ ثانی قدس سرہما میں سے تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر میٹھے صاف و شفاف پانی سے بھرا ہوا جام پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ چالیس (۴۰) دن فاقہ میں گزرے ہیں، اس لئے یہ پیالہ نوش فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ تمام حجاج سے تکلیف دور کرے اور اس حبس کے عالم کو عنایت کی ہوا میں تبدیل فرمائے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا کہ "عالی! یہ نہیں ہوسکتا کہ تقسیم حصۂ یاران سے ایک گھونٹ زائد پانی لب کو لگاؤں۔ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے سب کے ہمراہ پلائے گا تو پیوں گا ورنہ پیاس میں مبتلا ہونا اہلِ بیت عظام اور آلِ عبا کا شیوہ ہے۔" پس درویش دلریش موصوف حضرت کے سامنے تھوڑی دیر سر بگریبان دو زانو ہو کر بیٹھے اور پانی سے بھرا ہوا جام اپنے آگے رکھا، یہاں تک کہ حضرت ایشان قدس

سرہٗ نے مراقبہ سے سر مبارک اُٹھایا تو درویش نے دوبارہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ اس پیالے کو بے کلام وابہام نوشِ جان فرمائیں۔ ذات پاک کی قسم ہے کہ موافق ہوا اسی وقت چلنے لگے گی۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے ان کی قسم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند گھونٹ پانی کے پی لئے۔ اللہ سبحانہٗ کی قدرت اور رب کے حکم سے **اشعث اغیر ذی طمرین لو اقسم اللہ لابرہ**' (غبار آلود پریشان بالوں والے اگر اللہ سبحانہٗ کی قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم کو پورا کردے)۔ کے مطابق درویش کی قسم اسطرح سچی ثابت ہُوئی کہ موافق اور تیز ہوا چلی۔ تمام حاجی خدا کا شکر بجالاتے ہوئے اس ہلاکت خیز گرداب سے اُمیدوارِ نجات ہوئے، اسطرح کہ کنارے پر پہنچ کر گویا روزہ افطار کرینگے۔ حتّٰی کہ صبح ۱۵ جمادی الآخر کو حضرت ایشان قدس سرہٗ نے خادمانِ خاص اور عوام سے پانی کی مقدار کے متعلق استفسار فرمایا کہ ''کیا اتنا پانی موجود ہے کہ جس سے طعام تیار کروا کے روزہ داروں کو افطار کرواسکیں''۔ کیونکہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کی بحری سفر میں ہمیشہ یہ عادت مبارک تھی کہ پانی خود ہر بندرگاہ سے کثیر مقدار میں لے لیا کرتے تھے۔ خادموں نے ناپ تول کر تخمینہ عرض کیا کہ سب فقراء اور حجاج کے لئے طعام پکانے کی مقدار جتنا پانی نہیں ہے مگر قناعت کرنے والوں کے لئے رات کو پینے کا گھونٹ موجود ہے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے متحیّر ہو کر فرمایا کہ ''حضرت بابرکت ختم الولایت صاحب علم والفتوت علی ولی اللہ ووصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وکرم اللہ وجہ، آج رات تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے معانقہ کیا اور مجھے تاکید فرمائی کہ ''لنگر خانہ میں کھانا پکوانا کیوں بند کردیا ہے؟ تمہیں چاہیئے کہ جیسے ہمیشہ لنگر میں مہمانوں اور فقرا کیلئے کھانا پکایا اور کھلایا جاتا تھا ویسے ہی جاری رکھو''۔ لیکن پانی کے فقدان کے سبب طعام کی تیاری مفقود ہے۔''

تا آنکہ ۱۵ جمادی الآخر ظہر کے بعد جزیرہ بحد کوری نظر آیا۔ ہر چند کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے ملاحوں کو اس جزیرہ پر پہنچنے کی نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ ''اس جزیرے سے پانی لے کر روزے افطار کئے جائیں گے''۔ لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اس پر حضرت نے ملال سے فرمایا کہ ''اگر سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہم کو کھانا کھلانا چاہا تو علو منزلت علی کرم اللہ وجہہ کی بزرگی سے ہماری مشکل کو حل فرمائے گا۔ ورنہ ہم مضطر و بے بس ہیں''۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی قدرت

سے ۱۹ تاریخ کو ایک اور بغلہ (جہاز) بلکہ آسمانی دسترخوان اچانک نمودار ہوا۔ گویا کہ نوح (علی نبینا وعلیہ السلام) اس کے کشتی بان یا علی کرم اللہ وجہہ اسکے قائد بن کر آئے۔ اس جہاز کے مسافروں نے اس محمدیوں کے جہاز کو وافر مقدار میں میٹھا پانی، ناریل اور بہت سے پھل وغیرہ دیئے اور کافی امداد کی اور روزہ داروں کے روزے افطار کرائے، اسطرح وہ اس زمرے میں شامل ہوئے، جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ **من فطر صائما سقاہ اللہ من حوضی شربۃ لا نظماء بعد ھا ابدا** (جو شخص روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اللہ تعالیٰ اسکو میرے حوض (کوثر) سے جام پلائے گا کہ اس کے بعد وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا)۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ نے موجب وصیت وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہٗ کے مطبخ (باورچی خانے) میں لذیذ کھانے پکوائے اور عام دعوت کر کے تمام حاجیوں، ملاحوں وغیرہ کو کھانا کھلایا اور لنگر کو ہمیشہ کے معمول کے مطابق جاری رکھا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کو حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے بہت عقیدت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ "حل مشکلات میں حضرت وصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہما کو دسترس کامل حاصل ہے۔ کوئی سالک، سلوک کے مقامات میں ان دو (۲) اکابر کی مدد اور دست گیری کے بغیر انتہا کو نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے یاد آتا ہے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ "ایک رات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ترقی مقاماتِ ولایت کے وقت (میں نے دیکھا) تشریف فرما ہوئے اور شہباز سفید کی مانند مجھکو پنجہ میں اُٹھا کر اوپر لے گئے اور مقاماتِ عالیات کے ہر مقام پر مجھے پُہنچا دیا اور ہر مقام کی خصوصیت علیحدہ بیان فرمائی حتیٰ کہ ایک ایسی جگہ پر لے گئے جس کی شان میں قول۔ **مالا اذن سمعت ولا عین رات** (وہ چیز جو کانوں نے کبھی نہیں سُنی اور نہ آنکھوں نے کبھی دیکھی ہے) صادق آتا ہے۔"

ان واقعات کے بعد ہم پھر اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ ۱۷ تاریخ کو دوسرا جہاز نمودار ہوا اور اس سے بکثرت پانی اور کھجوریں ہم نے حاصل کیں۔ آخر بخیریت ۲۱ جمادی الآخر شہر بندر عون میں اترے اور اس سفر کی درمیانی منزل اختتام پذیر ہوئی۔

شہر بندر عون میں حضرات عدوروسی قدس سرہم کی زیارات سے اور مسجدِ معلا کہ جس کی زیارت کے متعلق خوشخبری آئی ہے کہ اس کے حوض میں غسل کرنے والا گناہوں سے

پاک ہو جاتا ہے، اس مسجد میں حاضری سے مشرف ہوئے۔ نیز حضرت بابرکت شیخ عدروی قدس سرہٗ خوشخبری فرماتے ہیں کہ جس شخص کو میرے اشعار میں سے ایک شعر یاد ہو یا سنا ہو، میں اسکو جنت کی خوشبری دیتا ہوں۔ نیز قبر میں مردوں سے پوچھتے ہیں کہ شیخ (افاض اللہ علینا من برکاته' اللہ تعالیٰ ان کے فیض کی برکتیں ہم پر نازل کرے) کے کلام سے کچھ یاد ہے یا نہیں؟ لہٰذا چند اشعار شیخ عدروسیؒ کے قصیدہ مبارکہ سے تبرکاً لکھے جاتے ہیں۔

نبی الھدیٰ لاتنسنی من شفاعته
فانی مسی مذنب ذاجرائر

ای نبی ہادی ﷺ مجھے اپنی شفاعت سے فراموش نہ فرمائیں۔ کہ میں گنہ گار، خطا کار اور مُجرم ہوں۔

الا یا رسول اللہ عطفا ورحمة
بالمترحم منتظر للمبازر

یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر لطف اور رحم فرمائیے۔ میں رحم و کرم کا منتظر ہوں۔

الا یا رسول اللہ غوثا وغارۃ
لذی کربته مسودۃ کالدیاجر

یا رسول اللہ ﷺ میری فریاد ہے۔ میں مصیبت اور کرب کے اندھیرے میں مبتلا ہوں۔

وسیلتنا العظمی الی اللہ انت یا
ملاذی الورامن کل باد و حاضر

ہمارا عظیم وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ ہیں۔ اے دونوں جہاں میں ہماری اور تمام حاضر و غائب کے لئے جائے پناہ آپ ﷺ ہیں۔

مورخہ ۲۵ جمادی الآخر کو دوسرا جہاز کرایہ پر لے کر آگے روانہ ہوئے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے یہاں (دیار شیخ عدروسیؒ) سے دیوان شیخ عدروسیؒ اپنی دل جمعی کی خاطر ساتھ لیا۔ تا آنکہ تاریخ ۴ رجب المرجب کو غروبِ آفتاب کے وقت باب مندم میں پہنچے جو

عرف عام میں بابِ سکندر کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں مخالف ہوائیں دیکھ کر تمام مسافر ہراساں ہوئے۔اس لئے کہ اگر اس جگہ مخالف ہوائیں شروع ہوگئیں تو دو (۲) ماہ تک بحری جہاز لنگر ڈال دیتے ہیں اور طاقت تدبیر باقی نہیں رہتی۔حضرت ایشان قدس سرہ نے فرمایا کہ ''ہم نے آج رات سلطان الاولیاء خواجہ کلاں قدس سرہ' کو خواب میں دیکھا ہے اور ولی کامل کو خواب میں دیکھنا بذاتِ خود مشکلات کا حل ہے''۔اس وقت سخت تکلیف غالب تھی۔پھر ایسا ہوا کہ اسی پانچویں شب کو عشاء کے بعد موافق ہوائیں چلنا شروع ہوگئیں کہ رات ہی کے دوران جہاز سلامتی کے ساتھ بابِ مندم عبور کر گیا اور بخیریت بندرگاہ مشروط پہنچے۔پھر اسی جہاز سے بغیر زائد کرائے کے حدیدہ تک پہنچ گئے لیکن اسی اثنا میں باب مندم عبور کرنے کے بعد سلطان الاولیاء قدس سرہ' کی روح پاک کے ایصال ثواب کی نیت سے کھانا تیار کروا کے،حضرت نے تمام حاجیوں اور بحری مسافروں کو کھلایا اور اس بندرگاہ میں خاص محبوں اور مریدوں کے استقبال کے بعد حضرت نے قیام فرمایا۔

اس جگہ عالم عامل اور صوفی بے مثال شیخ عمر مکرانی سے ملاقات ہوئی جو شیخ موصوف حضرت ایشان قدس سرہ' کے والد بزرگوار حضرت خواجہ ثانی قدس سرہ' کی صحبت کے فیض یافتہ تھے۔ جب پہلی بار ۱۲۵۵ھ میں حضرت ایشان قدس سرہ' زیارتِ حرمین شریفین زیدا شرفاً وتعظیماً کے لئے تشریف لائے تھے اور اس بندرگاہ پر ٹھہرے ہوئے تھے،تب یہ عالم موصوف آپ کے پاس نہ آئے تھے۔اس مرتبہ حضور کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر اپنے گزشتہ قصور کی معافی چاہی اور اس وقت حضرت ایشان قدس سرہ' کی صحبت سے سرخرو نہ ہونے کا یہ عذر بیان کیا کہ حضرت ایشان قدس سرہ' کے ظاہری اقارب کالعقارب (اقرباء بچھوؤں کی طرح ہیں) نے کہ جن کے حسد اور جھگڑے کا حال مشہور ہے اور کسی سے پوشیدہ نہیں،ان میں سے بعض حج کو آئے تھے اور اس جگہ مجھ کو حکایاتِ نفسانی اور اغراضِ شیطانی کے ذریعہ ورغلایا اور ان کی شر انگیزی سے میں آپ کی خدمت میں حاضری سے محروم رہا۔لیکن حضور (فیض نشور) کی روانگی کے بعد اللہ کی عنایت سے مجھے صحیح حقیقت الحال سے آگاہی ہوئی اور میں نے تائب ہو کر گذشتہ کوتاہی پر افسوس کیا اور گذشتہ دس (۱۰) سالوں میں اللہ تعالیٰ سے آرزو کرتا رہا کہ میری اس حیاتِ مستعار کا رشتہ دراز کردے تا کہ ایک دفعہ میں حضرت ایشان قدس سرہ' کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر گذشتہ گناہ کی معافی مانگ لوں۔

یارب سببے ساز کہ پیرم بسلامت
بازآید برہاندم از چنگ ملامت

(یا رب کوئی سبب بنا کہ میرے پیر سلامتی سے دوبارہ تشریف لائیں۔ اور میں ملامت کے پنجے سے رہائی پاؤں)۔

الحمدللہ! میری دعا قبول ہوئی اور آپ کی صحبت کا شرف نصیب ہوا۔ اس واقعہ کے بعد مذکورہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر نے سات (۷) ماہ سے زیادہ وفا نہ کی۔ گویا یہ زندگی تلافیِ مافات (معافی مانگنے) کے لئے تھی۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ غنجہ (بحریوں کی اصطلاح میں چھوٹی کشتی کو کہتے ہیں) میں سوار ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیهَا وَ مُرْسٰهَا (پ ۱۲۔ سورہ ھود ۱۱۔ آیت ۴۱) (اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور رُکنا ہے) کہتے ہوئے ۹ رجب کو یہاں سے روانہ ہوئے اور میقات (احرام باندھنے کی جگہ) یلملم کہ اس وقت سعدیہ کے نام سے مشہور ہے (اسے سعدیہ اس لئے کہتے ہیں کہ قبیلہ سعدیہ کا وہاں قیام اور سکونت ہے) سے احرام باندھ کر برہنہ پا روانہ ہوئے۔ ۲۵ تاریخ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے اس وقت کمالِ شوق سے فرمایا۔

"خوش آن کز گرد رہ سویت رسیدیم
بدیدہ گردی از کویت کشیدم

(کیسا اچھا وقت ہے کہ تیری جناب میں حاضر ہوئے۔ تیرے کوچے کی خاک کو آنکھوں سے لگایا)"۔

اس کے بعد طواف عمرہ شرائط موصوفہ کے ساتھ ادا کیا اور صفا مروہ کے درمیان سعی کی اور سر منڈھوا کر احرام کھولا اور سید شریف فقیہی کے محل میں قیام پذیر ہوئے۔ پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ آدھی رات میں حسبِ طاقت نیاز مندی کے ساتھ کعبہ شریف کے گرد طواف کرتے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضرت ایشان قدس سرہٗ کی پیشانی مبارک میں اپنا نور ذاتی ودیعت فرمایا ہوا تھا کہ ہر دوست اور بیگانہ دیکھتے ہی آپ کی لوح پیشانی سے پڑھ لیتا اور صداقت کے میدان میں اپنے رُخ ارادت کے ساتھ حاضر ہو جاتا۔

زمصحف رُخ دل دار آیتی برخوان
چہ جائے مدرسہ و بحث کشف و کشاف است
(رُخ یار کے مصحف سے آیت پڑھ۔ کہ مدرسہ اور بحث کی جگہ ظاہر اور ہویدا ہے)۔

باطن کی معرفت رکھنے والوں کو حضرت ایشان قدس سرہٗ کے شرف اور آپ کی تشریف آوری کے بارے میں خواب و خیالات میں اشارات اور بشارتیں ملتیں جن کی بدولت وہ حضرت کی خدمت میں آ کر قدم بوسی کرتے۔علماء اور اعیان (رئیسان) مکہ معظّمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً آپ کی تعظیم وتکریم اور اخلاص و نیازمندی ادائے حقِ خدمت وضیافت اور حضرت کی صحبت سے مستفید ہونے کے لیے دل وجان سے کوشش کرتے تھے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ ماہِ صیام رمضان میں متواتر عمرے کرتے اور کعبۃ اللہ میں حاضری بہت زیادہ دیتے۔کثرت سے صدقات (پوشیدہ) کیا کرتے۔اور زیاراتِ جبلِ بوقبیس، جبلِ نُور، مساجد، مشاہد (غار ہائے عبادت نوریہ، غار ہائے اقامات اختفائیہ) غارِ مرسلات جو مسجدِ خیف ومنیٰ کے پاس ہے، میں تشریف لے جاتے۔اور معرفتِ الٰہیہ کے لیے وقوف عرفہ میں دعاؤں میں مشغول رہتے۔نمازیں مسجدِ نمرہ میں ادا کرتے۔دسویں کی رات مزدلفہ میں گزارتے۔اور صبح کو جمرہ عقبہ کو سنگریزے مارتے۔اور سر منڈا کر طوافِ افاضہ کرتے اور دوسرے دو (۲) روز تین (۳) جمرات کو سنگریزے مارتے اور معزز و مفتخر ہوتے۔

تقدیرِ الٰہی سے بلائے مرض ناروبا (طاعون) کی وبا، منیٰ میں اس طرح پھیلی کہ قربانی کے ہدیہ اور نذروں کے جانوروں کیطرح انسانی لاشیں ہزاروں کی تعداد میں ہر مسجد اور مشہد اور راہ گزر میں بے گور وکفن پڑی نظر آتی تھیں۔گویا کہ عزرائیل علیہ السلام مع اپنے تمام موکلوں اور مددگاروں کے جان لینے کے لیے مشغول ہیں۔ہاں! بے چارے حاجی صاحبان اپنی جانوں کو حضرت سبحانہٗ کی جناب میں قرب کے حصول کے لیے قربان کر رہے ہیں۔۱۲ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک مکہ مکرمہ کو واپسی کا دن تھا۔صبح سے ہی اس جان لیوا مرض کے خوف سے جملہ عوام بلکہ خواص بھی نماز جمعہ ادا کرنے سے پہلے ہی ٹھہرنے کی تاب نہ لا کر

بھاگنے لگے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ جمعہ ادا کرنے کی نیت سے مسجد خیف میں تشریف فرما ہیں کہ صدہا مُردے اس مسجد ابراہیم میں اور صدہا خیموں میں پڑے ہیں، نہ کوئی خطیب، نہ کوئی موذن اور نہ ہی کسی امام کا سراغ ملتا تھا۔

بلی برخواست غوغائی قیامت
کہ کس کس را نہ پرسید از ندامت

قیامت کا شور برپا ہو گیا۔ ندامت سے کوئی کسی کو نہ پوچھتا تھا۔

ہمہ نفسی و نفسی گوء حیران
پریشان و شتابان زین ملامت

سب نفسی نفسی پکار رہے تھے۔ حیران و پریشان ہو کر اس سے بھاگ رہے تھے۔

زحسرت و نار عبرت گفت ہر کس
کہ کو ماند الہی جز بنامت

حسرت و عبرت سے ہر ایک کہتا تھا۔ کہ الٰہی سوائے تیرے نام کے اور کچھ نہیں رہے گا۔

ہمہ از عجز گفتی کاش باشد
کہ براعمال ما ایں است شامت

سب عاجزی سے کہہ رہے تھے۔ کہ یہ ہمارے اعمال کی شامت ہے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ نے اس حال پُر ملال میں بہ نفسِ نفیس خود اذان دی۔ اقامت کہی اور سنتِ خطبہ بجالا کر اپنے بعض متعلقین کے ہمراہ خود جمعہ تبرکاً و تیمناً پڑھایا اور سب کشتگانِ نیم بسمل کہ جن میں جان باقی تھی، ان کو اپنے دست مبارک سے پانی پلایا اور بعض متوفی جن کے وارث حاضر تھے، ان کے جنازوں کی نماز اور اُن کے لیے دعائے مغفرت پڑھی۔ اور اپنے تمام مصاحبین کو جو ساتھ تھے۔ فصیح و بلیغ الفاظ میں نصیحتیں فرمائیں کہ "تم لوگ دلگیر نہ ہو اور کسی قسم کا کچھ خوف نہ کرو۔ موت معینہ وقت کے بغیر نہیں آتی۔ جو شخص دنیا میں آیا ہے۔ اسے یہاں ہمیشہ نہیں رہنا۔ پس اسم اللہ باقی کے ذکر میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہیئے۔" شاید آپ نے سنا

ہوگا کہ مَا عِنْدَ کُمْ یَنفَدُ وَ مَاعِندَاللهِ بَاقٍ [پ۱۴۔ سورہ النحل ۱۶۔ آیت ۹۶] (جو کچھ تمہارے پاس ہے ختم ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے)۔

پس آپ حرم شریف میں طواف کے لیے واپس آئے، باوجود ان اژدہام کے دنوں کے۔ لوگ (خاص وعام) کعبۃ اللہ میں محض معدودے چند تھے اور ان کا انبوہ مرض کی کثرت کے خوف سے ناپید تھا۔ اور اس دفعہ یہ بلا منیٰ اور مکہ مکرمہ میں اس حد تک غالب آئی کہ میں نے معتبر لوگوں سے سنا۔ ۱۲ ذوالحجہ جو کہ واپسی کا دن تھا، کارپردازانِ سرکاری نے جو ہر روز بیماروں اور مردوں کا شمار کیا کرتے تھے، مذکورہ دن کے مردوں کی تعداد بارہ (۱۲) ہزار تک شمار کی۔ اور کہتے تھے کہ الحمد للہ کہ اموات میں بہت کمی واقع ہوگئی ہے اور افاقہ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے گذشتہ دنوں میں کبھی تیس (۳۰) ہزار کبھی چالیس (۴۰) ہزار یا اس سے بھی زیادہ صرف آٹھ (۸) پہر میں مرے ہیں۔ اس کے بعد مکہ معظّمہ میں (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) اس بلا میں مبتلا ہونے کا اس قدر صدمہ اور ہیبت طاری ہوئی کہ بعض علماء کبار اور فقہاء اخیار نے متواتر تین (۳) روز اس مہم عظیم کے لیے ختم جات اور قرآن شریف اور تلاوت بخاری شریف بیت اللہ تعالیٰ سبحانہٗ میں پڑھے اور تیسرے دن غروبِ آفتاب کے وقت خانۂ کعبہ سے نکلے۔ اور مکہ شریف میں آکر شب میں اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ اور جنت المعلّیٰ میں مدفون ہوئے۔ بہت سے طالبان اہلِ عرفان، الصّالحون فی الصّالحون کے مصداق واصل باللہ ہوئے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ نے باوجود اس شدید ہیبت و ہراس اور صدمے کے اپنی روز وشب کی عبادت اور حرم (حریم اور بیت التفخیم) میں مقررہ وظائف مع اپنے معمول کے طوافات کو کبھی ترک نہیں کیا۔

کاملاں راہمتے از اقتدار ایزدی است

(کاملوں کو ہمت اقتدارِ ایزدی سے حاصل ہے)۔

پھر آپ قدس سرہٗ نے سفر (خیر اثر مدینہ مشرفہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) کی تیاری کی۔ ۱۹ ذوالحجہ کی شب براہ صفرائی، جسے زبدہ کا جنگل کہتے ہیں۔ اور جہاں حضرت ابو ذر غفاریؓ کا مزار مبارک ہے۔ راہ پیما اور قدم رنجہ ہوئے۔ اور زیاراتِ عالیات سے مشرف

ہوتے ہوئے مدینہ منورہ (زادہا اللہ تکریماً) میں داخل ہوئے۔ جگر کے خون کا پانی کوزۂ آنکھ سے نکالا۔ اعضائے عناصر کو دھو کر پاک ہوئے اور نمازِ وصال مقبول ایزدمتعال علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوٰۃ والسلام، ہر حال میں ادا فرمائی۔

طہارت ارنہ بخون جگر کند عاشق
بقول مفتیِ عشقش درست نیست نماز
(عاشق اپنے خون جگر سے طہارت (وضو) نہ کرے۔ بقول مفتیٔ عشق اسکی نماز درست نہیں)۔

سید المرسلین، رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کئے۔ اور جواباً مبشر و معزز و مفتخر، عنایت تکریم اور بشارت عظیم کے ہوئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ازاں خوش ترچہ باشد پیش عاشق
کہ باشد یار نیک اندیش عاشق
اس سے بہتر کون ہو گا جو عاشق کے سامنے۔ یار نیک اندیش کی طرح اظہار عشق کرے۔

بخلوت گاہ رازش باریابد
زمہر روئے اُو انوار یابد
اس کی خلوت گاہِ راز میں باریاب ہو۔ اس کے تابناک چاند جیسے چہرے سے انوار حاصل کرے۔

بہ پیش اُونشیند راز گوید
حکایت ہائے دیرین باز گوید
اس کے روبرو بیٹھ کر راز کی باتیں کرے۔ اور حکایاتِ دیرینہ کو دہرائے۔

باب الرحمن (المعروف باب الرحمۃ) کے نزدیک (امیدوار رضوان سے) مکان کرایہ پر لیا اور ہر روز زیارات (فیض بشارات حرم حریم فخیم) سے اور مکانات (خارجیہ عالیہ) مثل

مسجد قباء (جسکی بنیاد سراسر تقویٰ پر تھی)، بل احد اور جنت البقیع (عزقدا سنا) وغیرہ سے مشرف ہوتے اور یہ سلسلہ روزانہ جاری رہتا۔ او ہر جگہ سے جُدا جُدا فیوض حاصل کیے۔ حتیٰ کہ قسمت کے نوشتہ کے مطابق قیـد الـمـاء اشـدمن قیدالحدید (پانی کی قید لوہے کی قید سے بھی زیادہ سخت ہے) یعنی جب تک وہاں کا آب ودانہ تھا، مقیم رہے۔ اس کے بعد واپسی پر آمادہ ہوئے۔ اور گیارہ (۱۱) صفر المظفر کو بادلِ ناخواستہ سفرِ مراجعت اختیار کیا۔

دل بـدلبـروتـن مـقید سلك قسـمـت مـی رود

(دل دلبر کے ہاتھ اور تن مقید قسمت کی راہ میں چلتا ہے)۔

چونکہ حضرت ایشان قدس سرہٗ ابھی اشارہ قلبی اور (مویّدءبتائید) استخارہ سے مشرف نہ ہوئے تھے، تاہم (قسمت کا پانی پینے والے) اسیرِ آب ودانہ اور ظاہر بین جلد باز اور کرایہ والے شتر بانوں نے آپ کو زبردستی سفر پر تیار کرلیا۔ اور پھر راہ صفراء سے بیر عسفان تک، جس کو چاہ تفلہ کہتے ہیں اور جو حضور سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزے سے جاری ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا، (یعنی اس کنوئیں کے کڑوے پانی میں فخر الاوّلین وآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ تمام پانیوں سے میٹھا پانی ہوگیا۔ جیسا کہ اس جگہ عام طور پر مشہور ہے) اور وہاں سے آگے بڑھتے بڑھتے جدّہ پہنچے اور کرایہ بغلہ (جہاز) کی تجویز دوستان بمبئی کی معرفت کی گئی۔ آپ کے ساتھ چار (۴) پانچ (۵) رفیق دوبارہ کعبہ مکرمہ میں جاکر زیارتِ (فیضِ بشارت) کعبۃ اللہ سے مشرف ہوئے۔ پھر جدّہ آکر کوشاں ہوئے کہ جس جہاز کو کرایہ پر لینے کے ہم پابند ہوئے ہیں، وہ کچھ عرصہ ٹھہریگا۔ اور چندروز جوارِ بیت اللہ شریف کی زیارت کرکے استخارہ سے رخصت وبشارت حاصل کرکے واپس روانہ ہوں۔ اس اثناء میں حضرت ایشان قدس سرہٗ نے حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ چہرۂ ناخوش کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے حضور میں سلام عرض کیا، وعلیکم السلام سے جواب فرمایا۔ اگرچہ آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے روئے مبارک سے کنایۃً ناخوشی کا وہم تھا۔ تاہم جوابِ سلام سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی جانب سے اجازت وسلامتی ہے۔ والغیب عنداللہ (اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے)۔

آخر کار جہاز والوں نے قیام منظور نہ کیا۔ جہاز کا لنگر اُٹھایا اور غرہ ربیع الاوّل ۱۲۶۷ھ کو

روانہ ہوئے۔ اسی روز بوقت عصر نزدیک مرثیہ عمیر یہ جو مرثیہ ابراہمیہ کے قریب ہے۔ حقیقت میں تقدیرِ الٰہی سے اور بظاہر ناخدا کی غفلت سے، جہاز ایسے پتھروں سے، جو پانی میں پوشیدہ تھے ٹکرا کر شکستہ ہوگیا۔ اور سب مسافروں کے دل ٹوٹ گئے۔ اور آبِ شور میں ان پر زندگی سے مایوسی طاری ہوگئی۔ ناخدا چھوٹی کشتی پر بیٹھ کر مع اہل وعیال بھاگ گیا۔ اس موقع پر حضرت ایشان قدس سرہٗ سے کہا گیا کہ آپ اکیلے اس مشوہ (چھوٹی کشتی) میں سوار ہوجائیں تاکہ آپ کو کنارے پر پہنچادیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''افسوس ہے کہ میرے احباب تو موت کے منہ میں ہوں اور میں اپنی زندگی کو پسند کروں۔ جو کچھ اللہ کی مرضی ہوگی۔ اس پر یاروں کے ساتھ صبر کروں گا۔'' چنانچہ کشتی میں پانی کا غلبہ اور شور اس قدر ہوا کہ اس کا اگلا آدھا حصہ ڈوب گیا۔ مگر آخری آدھا حصہ ان پھتروں پر مسافروں کے بوجھ کے سبب اور ہوا کے رُک جانے سے اس جگہ لٹکا رہا۔ تمام لوگ خواص وعوام پوری رات (ہاتھ کی انگلیوں کیطرح) نالاں وگریاں کھڑے رہے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ ان کی دل جوئی کرتے رہے۔ صبح کے وقت وہی ناخدا ظالم جو سب لوگوں کی جان مگرمچھوں کے حوالے کر کے بھاگ گیا تھا۔ ان سب کو سلامت دیکھ کر جہاز کے سالم حصہ میں بہ چشم خجالت واپس آ گیا۔ ایک پہر کے بعد کشتی پر پہنچ کر اپنے ملاحوں کو اس کشتی پر سوار کیا۔ پھر حضرت ایشان قدس سرہٗ سے کہا کہ آپ بھی سوار ہوجائیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ ''رات سلامتی سے گزر گئی ہے اور عنقریب مدد مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہمیں پہنچنے والی ہے۔'' اس ناخدا نے جو حقیقت سے بے خبر تھا، کہنے لگا کہ کشتی کے آدمی ایک پتھر کے ساتھ معلق ہیں۔ اگر مخالف ہوا شروع ہوگئی تو یکا یک کشتی سمندر میں گر کر فنا ہوجائے گی۔ اگر بچنا چاہتے ہیں تو اس چھوٹی کشتی میں آجائیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا۔ ''بہت اچھا! پہلے مسکینوں کو اور پھر ہمارے رفیقوں کو کنارے پر پہنچا۔ میں سب سے آخر میں سوار ہوں گا۔'' اس طرح پھیرے پھیرے سے کئی مساکین کو کئی پھیروں میں کنارے پر پہنچایا گیا۔ ناگاہ ایک کشتی نمودار ہوئی حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا ''یہ کشتی جو آرہی ہے، اگر یمن جانے والی ہے تو اس پر سوار ہونا بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ خشکی پر اتریں۔'' **آخر کار معلوم ہوا یہ ایک چھوٹی کشتی ہے اور** اس کے پیچھے ساتھ ہی ایک بڑا جہاز بھی آ گیا ہے۔

ایسی صورت حال میں تمام پہننے کے کپڑے، زادِراہ اور غلہ ودیگر سامان وغیرہ طغیانی اور

پانی کی موجوں سے بھیگ چکا تھا۔ اگرچہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کے یاروں اور رفیقوں نے بھیگے ہوئے سامان اور زادِ راہ کو جہاز کی تہہ سے کھینچ کر باہر نکال لیا تھا، تاہم کھارے پانی کی ملاوٹ کی وجہ سے وہ کھانے کے قابل نہ رہا۔ اسے مساکین کے حوالے کیا اور حضرت ایشان قدس سرہٗ نے قادر قدیر کے امر کے مطابق نیز مساکین کی رعایت سے آمدہ بڑے جہاز کو اُن کے سپرد کر کے خود چھوٹی کشتی میں مع رفیقوں کے سوار ہوئے۔ تھوڑا بھیگا ہوا زادِ راہ اور کتابوں کے صندوق اور نقدی وغیرہ کو ساتھ لے لیا۔

اسی اثنا میں آپ نے پوچھا کہ ''یاروں میں سے کس نے فرض، عصر و مغرب، عشاء و فجر ادا کیے ہیں۔'' معلوم ہوا کہ گنتی کے تھوڑے لوگوں نے مثل صاحب ہمت عالی درویش عالی اور محترم بزرگ غلام اللہ ٹالپور وغیرہما کے فرض الوقت کے قرض کو ادا کیا ہے اور بجالائے ہیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے ان صاحبان کو تحسین و آفرین کہا۔ حالانکہ حضرت ایشان قدس سرہٗ باوجود اس قسم کے سخت ابتلا میں مبتلا ہونے کے فرائض کے علاوہ نوافل، تہجد اور وتر مع اوراد کے بجا لائے تھے۔

جاں نثارم بر کمالِ ہمت این ذوالہمم
وہ ستودہ اصفیاء امت خیر الامم

(اس صاحب کمال کی ہمت پر میری جان قربان۔ کیسے برگزیدہ صاحبانِ صفا خیر الامم ﷺ کی امت ہیں)۔

حتیٰ کہ ۷ ربیع الاول کو بندرگاہ رقم قدہ میں لنگر انداز ہوئے۔ شیخ ابا عمر جو آپ کے معتقدین میں سے تھے آپ کی خدمت میں دوڑے آئے اور دوسرے جہاز کے کرایہ پر لینے کے لیے کوشاں ہوئے۔ ایک چھوٹی کشتی محمد بابوسی کی، کرایہ پر لی۔ اور ۹ تاریخ کو لنگر اٹھا کر روانہ ہوئے۔ پھر تاریخ ۱۶ عصر کے وقت کم پانی (ویرانے) میں آ گئے۔ اور بند کھڑے ہو گئے۔ چونکہ کشتی چھوٹی تھی لہذا ملاح اور بعض رفیق اتر کہ اس ویرانہ جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور اسے سر دھڑ کا زور لگا کر پانی کے حیلہ سے اس ویران جگہ سے نیچے پانی میں لے آئے۔ ۲۳ تاریخ کو بندرگاہ قمران پر اترے، جہاں سے بوجہ موسم (مخالف ہوا) کے، آپ مع چند رفیقوں کے اس کشتی کو چھوڑ کر خشکی کے راستے، جو اس وقت راہزنوں سے مامون تھا، اونٹوں کی سواری کے ذریعہ وقت عشاء ۲۶ تاریخ

کوحدیدہ میں داخل ہوئے۔اُسی وقت آپ (ذوی الاقتدار) کے جاں نثار مرید جووہاں رہتے تھے ،آپ کی خدمت میں دوڑے ہوئے آئے۔اور حقوقِ خدمت بجالائے۔بعدازاں وہی کشتی قمرانی جوہوا کی محتاج تھی،ہوا چلنے سے غرّہ ربیع الآخر ۱۲۶۷ھ کوآ کرلنگرانداز ہوئی۔

اس جگہ سے ایک چھوٹی کشتی عدن تک کرایہ پر لی۔دس(۱۰) تاریخ کواس میں سوار ہوکر گیارہ(۱۱) کو بندرگاہ مخہ پر تشریف لائے۔حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا۔''اس ناخدا کو نصف کرایہ دے کر راضی کرلیں اور ہم چند روز تک اس بندرگاہ میں زیارتِ شیخ شاذلیؒ سے سعادت اندوز ہوں گے۔'' خادموں نے ایسا ہی کیا۔حضرت ایشان قدس سرہٗ اس جگہ تشریف فرما ہوئے اور یہاں کے اکابر اور عمائدین خدمت میں حاضر ہوئے۔شیخ سلیمان (جو اولاد شیخ حضرت شاذلیؒ سے تھے) آپ کی خدمت میں آئے اور مجلس کوآراستہ کیا۔اس ناخدانے اپنے آپ کوآزاد دیکھا اورآدھا کرایہ لےکرآگے روانہ ہوگیا۔بابِ مندم سے بوجہ شدت مخالفِ ہوا کے پیش قدمی کی سکت نہ دیکھی اور شرمندہ ہوکر سات(۷) روز کے بعد واپس بندرگاہ مخہ پہنچا۔

بندرگاہ مخہ سے دوسری کشتی کرایہ پر لے کرحضرت ایشان قدس سرہٗ ۲۰ تاریخ کوروانہ ہوئے۔۲۵ تاریخ کوعدن پہنچے۔اوراس بار شیخ عدروسؒ کی زیارت کوتشریف لے گئے۔یہاں سے جہاز 'مسقط' میں سوار ہوکر ۷ تاریخ ماہ جمادی الاول کولنگر بردار ہوئے۔لیکن موسم ایسا مخالف ہوا کہ اگرایک دن آگے کو چلتے تو دو(۲) دن رُکے رہتے اور ٹھہر جاتے۔کیونکہ ہوا تھم جاتی تھی۔کبھی فرحت کبھی نزحت،کبھی نعم اور کبھی الم رونما ہوتا۔الغرض ۱۷ جمادی الآخر کومسقط کی جانب کوچ کیا اور ۲۵ تاریخ رات کوہوا کا سخت طوفان آیا۔جسکی ہیبت اور خوف سے جگر پارہ پارہ ہوگیا۔آخرکار غرّہ شب رجب المرجب کو باہر سے کراچی کا منوڑہ جزیرہ دیکھا اور صبح اپنے وطن کی بندرگاہ میں داخل ہوئے۔

جہاں سے عازمِ حرمین شریفین زاد اللہ شرفاً وتعظیماً ہونے کے لیے سوار ہوئے تھے،وہاں سے پھر براہ شہر ٹھٹھہ شریف واپس ہوئے۔ٹھٹھہ شریف میں زیارات (فیض بشارات) سے مشرف ہوئے۔

اس راستے میں حضرت ایشان قدس سرہٗ کو مرض ہیضہ (قے ودست اور تشنج) تمام شدت کے ساتھ لاحق ہوا۔باوجود اسکی شدت کہ ۱۰۰ سے ۲۰۰ تک اسہال (دست) اور قے

کی نوبت پہنچ جاتی۔ کبھی رات اور دن کے اوراد واستغفار اور نوافل تہجد، فرائض ترک نہیں کیے۔ ایک دن کی شدتِ مرض سے حضرت ایشان قدس سرہٗ کا چہرہ سفید اور ہاتھ پاؤں کے ناخن سیاہ ہوگئے۔ اپنے یاروں میں سے کسی ایک سے پوچھا کہ "شاید میرے ناخن سیاہ ہو گئے ہیں"۔ اس معتقد نے اس خیال سے کہ کہیں مرض کا خوف آپ پر غالب نہ آجائے۔ اس سیاہی ناخن کے استفسار پر جواباً انکار کیا۔ آپ نے اس کے جواب سے منغض (مکدر) ہوکر فرمایا کہ "تو سمجھتا ہے کہ میں مرض کی وجہ سے ہراساں ہوجاؤں گا۔ نہیں! نہیں! ہم اس گروہ سے ہیں کہ جس کو ہر دم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید اور عنایات پہنچتی رہتی ہیں۔ پس اس قسم کے مرض سے ایسا خیال دل میں نہیں آنا چاہیئے۔ ابھی ہماری زندگی باقی ہے۔ کچھ فکر وغم نہ کرو۔ دو (۲) روز میں تخفیف ہوجائے گی۔"

گجہ سے روانہ ہوئے تو منزل بہ منزل شفا ظاہر ہونا شروع ہوئی۔ حتیٰ کہ ۱۵ رجب المرجب ۱۲۶۷ھ کو بخیریت دارالارشاد لواری شریف میں داخل ہوئے۔ سب سے پہلے زیارتِ روضۂ شریف یعنی مقبرہ منورہ سلطان الاولیاء قدس سرہٗ سے مشرف ہوکر پھر زیب آرائے مسند کے لیے مراجعت فرمائی اور رشد وہدایت پر مامور ہوئے۔

الحمد للہ علیٰ ذالک وعلیٰ اختتام البیان فی ھٰذہ المکان

(اس پر اللہ کا شکر ہے اور اختتام بیان پر جو اس مکان میں ہوا)۔

جاننا چاہیئے کہ یہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کے حج کا پورا واقعہ آپ کے رسالہ "ذہب الجالیہ" سے مختصراً مع بعض روایات کے جو معتبر لوگوں سے ماخوذ ہیں، لیا گیا ہے۔ جو شخص تفصیل کا خواہشمند ہو وہ اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

☆☆☆

باب سوم
فصل سوم

حضرت ایشان قدس سرہ' کا تیسرا حج

حضرت ایشان قدس سرہٗ نے تیسرا حج مع اہل وعیال کے ۱۲۷۶ھ میں کیا۔ اس مرتبہ بہت سے فضلاء اور علماء آپ کے ہم سفر تھے جنہیں آپ صرف پسندیدہ کتابوں کی کتابت کے لیے ہمراہ لے گئے تھے۔ کیونکہ حضرت ایشان قدس سرہ' کو کتبِ احادیث اور تصوف کا بے حد شوق تھا۔ ہر مرتبہ جب آپ سفر پر گئے۔ آپ نے عجیب وغریب کتابیں خریدیں یا نقل کرائیں۔ آپ کی مجلس میں روز وشب کسی حدیث یا تصوف کے کسی موضوع پر ضرور گفتگو ہوا کرتی تھی۔

۱۷ ماہ ربیع الآخر کو اپنے مکان (مُعلیٰ) سے روانہ ہوکر براستہ کچھ مانڈوی تشریف لائے جہاں سے غنچہ (چھوٹی کشتی) میں بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرِیھَا وَ مُرْسٰھَا ط اِنَّ رَبِّی لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [پ ۱۲۔ سورہ ہود ۱۱۔ آیت ۴۱] (اللہ کے نام پر اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب ضرور بخشنے والا مہربان ہے) پڑھ کر روانہ ہوئے۔ قضائے الٰہی سے پہلی ہی رات کشتی کے نچلے حصہ میں (جو دراصل پرانا تھا کثرت امواج کی وجہ سے) اتنا بڑا سوراخ ہوگیا، جس میں شہادت کی اُنگلی بآسانی داخل ہوسکتی تھی۔ تمام مسافروں نے نالہ وفریاد کرنا شروع کردیا۔ ہر چند کہ سوراخ کو ممکنہ طریقوں سے بند کرنے کا کام شروع کردیا گیا تھا۔ تاہم پانی کے دباؤ کی وجہ سے وہ بند نہ ہوا۔ مجبوراً جہاز کو کنارے پر لایا گیا اور آٹھ (۸) پہر ٹھہر کر اس کی مرمت کرکے پھر روانہ ہوئے۔ جس طوفان سے سابقہ پڑا تھا وہ خیریت سے گذر گیا۔ چودہ (۱۴) روز میں مکلا پہنچے۔ جہاں سے دوسرے جہاز میں عدن اور عدن سے پھر تیسرے جہاز مبارک نامی عرب میں سوار ہوکر کامران پہنچے۔ اگرچہ کرایہ جدہ شریف تک مقرر کیا گیا

تھا۔لیکن چونکہ اس جگہ بصرہ کی کھجوروں کی خرید وفروخت بہتات سے ہوتی تھی، اس لیے ہر بندرگاہ پر آمد میں تاخیر ہو جاتی تھی۔ چنانچہ یہ تاخیر حضرت ایشان قدس سرہٗ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔آپ سامان اور اکثر فقراء کو اسی جہاز میں چھوڑ کر چند آدمیوں اور خادموں کے ساتھ کرائے کی چھوٹی کشتی میں روانہ ہوئے اور خیریت سے جدّہ اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ پانچ (۵) ماہ رجب المرجب کو پہنچ کر احرام سے فارغ ہوئے۔ (یعنی احرام کو کھول دیا)۔

تقریباً ایک ماہ کی طویل مدت کے بعد وہ فقراء اور بقایا سامان بھی پہنچا۔ پھر یہاں سے ۵ شوال المکرّم کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اچانک ایک رات راستے میں اعرابیوں کے ایک گروہ نے جو اُونٹ والوں کے قافلہ سے تین (۳) گنا تھا اور جن کا آپس میں زمانہ قدیم سے جھگڑا اور مناقشہ چلا آرہا تھا اور مدتِ دراز سے مناسب وقت کی تلاش میں تھے، قافلہ کو آلیا۔ ساربانوں نے انہیں پہچان لیا اور تمام احوال مخاصمت کا حضرت ایشان قدس سرہٗ کو عرض کیا اور کہا کہ ''وہ ہم سے تین (۳) گُنا ہیں، لہٰذا ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ سکے گا اور ہمارے مرنے کے بعد قافلے کو لُوٹا جانا یقینی ہے''۔ الغرض ساربان مسلح ہوئے اور قافلے سے نکل کر دشمن کے مقابلے پر آ گئے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کمال انتظار میں پڑ گئے۔

اللّٰھُمَّ نسئلک الخیر والخیر بین یدیک والشریس الیک فادفع البلاء (اے اللہ ہم تجھ سے بہتری طلب کرتے ہیں۔ اور خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور برائی تیری طرف سے نہیں۔ پس بلا کو دفع کر)۔ آپ نے پڑھا۔ حقیقتاً قدرتِ خداوندی سے اور ظاہراً کرامتِ حضرت ایشان قدس سرہٗ سے وہ دیرینہ دشمن طویل بات چیت کے بعد بغیر ہتھیار استعمال کیے جانی دوست بن گئے۔ اس قول کے مطابق۔ **ولکن اللہ الف بینھم** (ولیکن اللہ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی)۔

وہ باہم دوست بن گئے اور قافلہ خیریت سے روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ میں پہنچ گیا۔ مدینہ طیبہ میں پینتیس (۳۵) دن قیام کیا۔ مدینہ روانگی سے قبل مکہ مکرمہ میں ماہِ رمضان کے روزے پورے کیے تھے اور روزانہ عصر کے بعد حضرت ایشان قدس سرہٗ عمرہ ادا کرتے تھے کہ **عمرہ فی رمضان تعدل حجۃ** (رمضان شریف میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے)، مضمون حدیث شریف کا ہے۔ اور رمضان شریف سے پہلے حرم شریف سے باہر زیارت، مثلاً جائے

ولادتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جبلِ ابوقبیس، الفارعلی، غارِ حرا، غارِ ثور وغیرہ سے درجہ بدرجہ مشرف ہوئے۔ اور مدینہ منوّرہ سے پھر غرّہ ماہ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے اور حج شریف تاریخ ۹ ذوالحجہ کو بروز جمعہ عرفات میں ادا فرمایا۔ اور تین (۳) مستول والے جہاز سے مسقط کے راستے مراجعت فرمائی۔ بندرگاہ مانڈوی کچھ پہنچے۔ جہاں سے ۱۶ ماہ صفر المظفر ۱۲۷۷ھ کو اپنے مکان (مقدّس) میں ورودِ مسعود فرمایا۔

اس سفرِ مبارک حج کے وقت اس جامع الکلمات کی عمر ۱۳ سال تھی۔ جسے اپنے مکان (معلیٰ) میں کئی استخاروں کے بعد جانشین مقرر کر کے سفر پر سدھارے تھے اور باوجود صغرسنی کے، حضرت ایشان قدس سرہٗ نے طالبان کو رشد و ہدایت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی اور وہاں عرب شریف سے عنایت نامے لکھتے تھے۔ جن میں سے ایک عنایت نامہ یہاں پر تبرکاً نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ کا مکتوب جامع الکلمات کے نام

برخوردار سعادت یار محمد سعید مدظلہٗ

تمہارا خط ملا، جس میں اشیاء مرسلہ کے پہنچنے، اپنی نظر کے قصور اور خرابیٔ حال کے متعلق لکھا گیا ہے۔

برخوردار! تنگ دل نہ ہو۔ انقباض اور تنگیٔ دل سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ایسے مواقع پر صبر کرنا ضروری ہے۔

صبوری مایئہ امید ت ارُد

(صبر کرنے سے مراد حاصل ہوتی ہے)۔

تنگیٔ دل اور سیہ رُوئی اُفتاد ہے۔ اس پر شکر کرنا چاہیئے۔ یہ صبر تلخ مریضِ قلبی کو دیا جاتا ہے۔ اس جہاں میں کون ہے جو ہوا و ہوش سے نکل کر اپنی خرابی اور ضلالت کو اپنا نصب العین بنائے اور اپنے مدِ نظر رکھے۔ صاحبانِ روضۂ مقدّسہ قدس اسرارھم نے فرمایا ہے کہ ''ہر چند ظاہر حال مردود ہو، باطن میں وہ مقبول ہے اور جس قدر آدمی مجہول ہو، قربِ حق میں وہ نزدیک تر ہے۔'' جامیؒ نے کہا ہے۔

سیاہی رابود روئے در سپیدی

(سیاہی سے سپیدی کی رونمائی ہوتی ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ آیۃٌ" لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ" [پ ۲۳۔ سورہ یٰس ۳٦۔ آیت ۳۷] (اور ان کے لیے ایک نشانی رات (تاریکی) ہے۔ ہم اس پر سے دن (روشنی) کھینچ لیتے ہیں)۔

جتنی تاریکی غالب تر ہوگی۔ اس کا نتیجہ اتنا ہی روشن تر ہوگا۔ مکتوبات شریف میں ہے کہ قبض وبسط (تنگی وکشادگی) اس راہ کے دو (۲) پر ہیں، قبض میں سیر اجمالی سریع تر (تیز تر) ہوتی ہے کہ اس کی تیزی اور تنگی کی غایت سمجھ میں نہیں آتی۔ لہٰذا تنگ دلی پیدا ہوتی ہے اور بسط میں تفصیل ہے۔ جو طالب کے لیے قابل فہم ہے اور اس سے خوش دلی پیدا ہوتی ہے۔ مثل سیر مرکز دائرہ کے، کہ جو اجمالی اور ناقابل فہم ہے۔ اور محیط دائرہ میں سیر جو قابل فہم اور وسیع ہے۔ اگرچہ طالب، کمال ناامیدی سے سیر کو نہیں پہچانتا۔ لیکن جب ناامیدی کو سمجھتا ہے تو یہ اس سیر کی دلیل ہے۔ مقصود سیر کا حصول ہے۔ چاہے سمجھے یا نہ سمجھے، مقصود سیر سے ہی ہے نہ کہ اس کے جاننے سے۔ حضرات نقشبندیہ کے نزدیک اجمال تفصیل سے افضل ہے۔ ناامیدی سے تنگدل نہ ہوں۔ کہ یہ ناامیدی اندرونی ملامت کے وجہ سے ہے اور اندرونی ملامت بہتر نتائج اور برکات پر منتج ہوتی ہے۔

ملامت شحنہ بازارِ عشق است

ملامت صیقل زنگار عشق است

ملامت بازارِ عشق کا کوتوال ہے۔ ملامت عشق کے زنگ کے واسطے صیقل ہے۔

خوشا رسوائی کوئے ملامت

کہ بستاندز غافل دل عزامت

ملامت کی گلی کی رسوائی اچھی ہے۔ کہ جو غافل دل کو عزیمت دیتی ہے۔

ملامت ہائے عشق ازہر کرانہ

بود کاہل دلانرا تازیانہ

ہر طرف سے عشق کو ملامت۔ سست دل کے واسطے تازیانہ ہے۔

حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کی نظر، عالم کے تمام اولیاء پر اور اس برخوردار پر یکساں ہے۔تمہارے لیے حجاب غفلت ہے۔اگر غفلت درمیان سے اُٹھ جائے تو مقصودِ کلّی (جو روزِ اوّل توجہ وارشاد سے دیا گیا ہے) حاصل ہو جائے۔ دیکھو! نگاہِ توجہ (جو روزِ ارشاد ازل وابدتم کو دیکھ کر ارشاد کی گئی ہے) اپنے کرم اور رحم کے ساتھ خود دلیلِ کافی ہے بلکہ نہایت کافی ہے۔ برخوردار کی سعادت مندی پر اور اس توجہ تخمی میں، ذات بے چون حقیقی حقّانی کہ جو اصل ذات ہے، اس سے ایک تخم آپ کی روح میں ڈالا گیا ہے کہ جو ذات کے مراتب ونہایات سے ہے۔ وہ تخم صادق ہرگز ضائع نہیں ہوگا۔ اگر چہ آج غفلت کے سبب تم اسے نہیں سمجھتے۔لیکن حقیقی آگ کا شعلہ لکڑیوں کے انبار کو آگ کا رنگ دے دیتا ہے۔ وہ نور پاک جو تمہارے دل میں ودیعت ہے۔ اس نور بے چون کو مراقبہ میں طلب کرنا چاہئے۔اس نور بے چون کا نام ''اللہ'' ہے۔کہ جس کا تم ذکر کرتے ہو۔اس طرح مرشد کی صورت اس نور بے چون کا عین دریا ہے اور ''وجہ اللہ'' ہے۔مرشد کے چہرے اور اس کی صورت کو نور بے چون جاننا چاہیئے۔ اور اسم اللہ کا معنیٰ اس کی صورت میں دیکھنا چاہیئے۔ بظاہر مرشد کا جسم نظر آتا ہے۔لیکن حقیقت میں اس کا کوئی جسم نہیں ہے۔ دیکھنے والوں کی نظر میں مرشد کا یہ جسم ان کے اعتقاد کے بموجب خیالی بن کر آتا ہے۔ اور مرشد جو فنا حاصل کر چکا ہے۔ لاعین اور لااثر ہے۔صحابہ کرامؓ میں سے بعضوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مثلِ آفتاب کے نظر آتے تھے۔اعتقاد کے سبب سے بعضوں کو مثل چاند کے نظر آتے تھے۔اور ابو جہل لعین کہتا تھا کہ صورتوں میں بدترین صورت (نعوذ باللہ) محمد کی ہے، (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پس یہ محسوس صورت اعتقادی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ. وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ [پ ۹۔ سورہ الاعراف ۷۔ آیت ۱۹۸] (اور تو انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں۔ اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فانی بے صورت ہیں۔ اس طرح مرشد کو کوئی جسم نہیں۔ ہر ایک کے ہاں اس کی صورت خیالی اعتقادی ہے۔ کہ جسے اپنے ساتھ اٹھائے اپنے گھر لے جاتا ہے۔ مسندِ ارشاد پر اس کی ایک صورت اعتقادی ہے جو براجمان ہے۔

بایزید بسطامی قدس سرہٗ کو جب ان کے مریدوں نے تلواریں، چاقو اور چھریاں ماریں تو جس نے آپ کے چہرۂ اقدس پر وار کیا، اس کا چہرہ زخمی ہو گیا اور جس نے آپ کے بازو پر تلوار ماری اس کا بازو تن سے جدا ہو گیا اور بایزید (قدس سرہٗ) کو کچھ نہ ہوا۔ وہ جسم بایزید کا نہ تھا۔ بلکہ دیکھنے والوں کے لیے وہ جسم اعتقادی تھا اور بایزید معدوم (غائب) تھے۔ اس لیے انہیں کچھ نہ ہوا۔ مگر مرشد کا یہ چہرہ، 'وجـــه اللہ' یعنی اللہ کا چہرہ ہے۔ جس کو دل میں جاگزیں کرنا چاہیئے تاکہ سراپا باادب رہا جائے۔ اور آداب چار (۴) ہیں۔

ادب اول	ادب اول
آنکہ مرشد را یقیناً حاضر او غائبا باخود باید دید وادب حضور مجلس غائبانہ ہم بجا باید آورد حقیقت مرشدان نور ذات است کہ اجزای نشود و آن نور ذات در وقت توجہ در دل مرید ودیعت شدہ است۔ پس مرشد با او است وخدا با او است و رسول با او است از الشیان حیا داشتہ سراپا باادب باید بود چوں این حسن ظن و اعتقاد دارد صورت مرشد علی الدوام دامن گیر او گردد۔	پہلا ادب یہ ہے کہ مرشد کو یقیناً حاضراً اور غائباً اپنے ساتھ سمجھنا چاہیئے۔ اور دیکھنا چاہیئے اور غائبانہ مجلس کی حضوری کا ادب بھی بجالانا چاہیئے۔ مرشدوں کی حقیقت نورِ ذاتِ الٰہی ہے۔ جس کے اجزا نہیں ہو سکتے اور وہ نور ذات توجہ کے وقت مرید کے دل میں ودیعت کیا گیا ہے۔ پس مرشد اسکے ساتھ ہے اور خدا اس کے ساتھ ہے اور رسول ﷺ اسکے ساتھ ہے ان سے حیا کر کے سراپا باادب رہنا چاہیئے۔ جب یہ نیک گمان اور اعتقاد ہو گا، تو مرشد کی صورت ہمیشہ اس کی دامن گیر ہو گی۔

ادب دوم	ادب دوم
آنکہ صرف التوجہ من کل وجہ الاالیہ غفلت یکدم وہم نباید نمود و بغیر روئے او التفات	دوسرا ادب یہ ہے کہ تمام تر توجہ مرشد کی صورت کی طرف ہو۔ اسکی صورت کے سوا دوسری طرف توجہ نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ روا

نباید نمود۔ روانباشد کہ اوستوجہ این طالب درخانہ اندرونی قلبی نشستہ باشد و این غافل دربیرونی بغفلت بگذراند حیا باید نمود

نہیں ہے کہ وہ متوجہ اس طالب کا، خانہء اندرونی قلب میں بیٹھا ہو اور یہ غافل بیرونی ماحول (غفلت) میں گذارے۔ حیا کرنا چاہیئے۔

دست پیراز غائباں کوتاہ نیست
دست اوجز قبضئہ اللہ نیست

پیر کا ہاتھ اس سے کہ جو غائب ہے، چھوٹا نہیں۔
اس کا ہاتھ اللہ کے قبضہ کے سوا نہیں۔

ذکر قلبی ہمیں تصور صورت است علی الدوام درینوقت جمیع فیوضات کہ برمرشد است بطریق انعکاس برمریدی افتند و مرید بعینہہ پیر میگرد وکہ مقدمہ فنا فی اللہ است.

یہی تصور صورت کا دائمی ذکر قلبی ہے۔ اس وقت مرشد کے تمام فیوض مرید پر منعکس ہوتے ہیں اور مرید بعینہہ (ہوبہو) پیر ہو جاتا ہے۔ یہ مقدمہ 'فنافی اللہ' کا ہے۔

ادب سوم

آنکہ روية کل فیض منہ ولو جاء من رسول اللہ ﷺ ولو تعلم العلم الظاہری من غیرہِ ولو کان صلواۃ اوعبادۃ ولو کان الحسن فی جمیع الخلائق فانہٗ کلہ حسن المرشد فی الظاہر وان کانو اعادی المرشد فی الظاہر لکن من حیثُ کونھم مظاھرللمرشد ،اجزاء الحسن المرشد تجلی فی بیوت العداوۃ واللہ اعلم۔

ادب سوم

تیسرا ادب یہ ہے کہ اس وقت یہ خیال کرے کہ تمام فیوض مرشد سے جاری ہیں۔ اگرچہ وہ (فیوض) درحقیقت رسول ﷺ کی طرف سے آرہے ہیں۔ اگرچہ ظاہری علم غیر سے مل رہا ہو اگرچہ وہ نماز سے ہو یا عبادت سے ہو اگرچہ حسن تمام خلائق میں ہے وہ درحقیقت تمام کا تمام بظاہر حسن مرشد ہے اور اگر بظاہر وہ مرشد کے دشمن ہوں لیکن مرشد کے مظاہر ہیں، مرشد کے حسن کے اجزا عداوت والے گھروں میں روشن ہو رہے ہیں اور اللہ حقیقت کو جانتا ہے۔

ادب چہارم

انگه اعتقاد آنکه ذات پاك خدائے تعالیٰ که کنز مخفی بوده است لایشار الیه باشارة ولا یسمیٰ باسم ولا یمتاز فی قلك المرتبه الصفات عن الذات۔ نزول کرده درمقام وحدت آمده وصفات از ذات متمیز شده وہر صفتی درخانه علم حق متمیز گردیده معلوم الله شده۔ آن مرتبه تنزلیه علمیه تمیز ذات مسمّی بحقیقت محمدی شده وآن حقیقت محمدی ہمیشه باقی است و معنی محمدؐ و روح محمدؐ آن ذات است که ہمیشه حیات است و آن معنی محمداول بر آدم آمده ابتدائی دائره حقیقت آدم بوده و پشت به پشت بر انبیائے آمدۂ وسط و مرکز آن دائره وجود محمد ﷺ گردیده که مدار ہمه دائره براوست و نصف آن دائره اقطاب است محمدیه که حاملان آن حقیقت اندومعنی محمد را حاملند بل بعینهٖ معنی محمد ند

ادب چہارم

چوتھا ادب یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ ذات پاک خدا تعالیٰ کی جو ایسا پوشیدہ خزانہ ہے کہ اسکی طرف اشارہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور نہ اسکا نام رکھا جا سکتا ہے اور اس مرتبہ صفات میں ذات کا امتیاز نہیں کیا جا سکتا، مقام وحدت میں اسکا نزول ہوا اور اس ذات سے صفات متمیز ہوئیں اور ہر صفت علم کے حق خانہ میں متمیز ہو کر اللہ کی معلوم ہو گئی وہ مرتبہ تنزلی علمی تمیز ذات جسکا نام حقیقت محمدیؐ ہوا ہے اور وہ حقیقت محمدیؐ ہمیشہ باقی ہے اور معنی محمدؐ اور روح محمدؐ سے مراد وہ ذات پاک ہے جو ہمیشہ حیات ہے اور وہ معنی محمد ﷺ اول آدمؑ پر ظاہر ہوئے۔ ابتدائی دائرہ حقیقتِ آدم تھے۔ اور سلسلہ بہ سلسلہ انبیاءؑ پر ظاہر ہوئے اور اس دائرے کا وسط اور مرکز وجود ذات محمد ﷺ ہے کہ سب دائروں کا دارومدار اس ذات پر ہے اور اس دائرے کا نصف اقطاب امت محمدؐ یہ ہیں جو اس حقیقت اور معنی محمدؐ کے حامل ہیں۔ بلکہ بعینہٖ معنی محمدؐ ہیں اگرچہ وہ رسول نہیں۔

اگرچہ رسولا ن نیستند۔ حضرت خواجہ عبدالاحد گوید	حضرت خواجہ عبدالاحدؒ فرماتے ہیں:
وحدت این دار محال است کہ خالی ماند گریکی رفت چو منصورد گرسی جو شد۔	"محال ہے کہ یہ گھر خالی رہے۔ اگر ایک گیا تو دوسرا منصورؒ کی مانند جوش مارے گا"۔
مراد چو منصور حامل حقیقت محمدی است۔ مخدوم عبدالرحیم گوید	منصور کی مثال سے مراد حاملِ حقیقتِ محمدی ﷺ ہے مخدوم عبدالرحیمؒ فرماتے ہیں (ترجمہ)
ای وجود ہر دو عالم شمس گیتی بیگمان گاہ آدم گاہ احمد گہ بود محمد زمان	"یقینا دونوں جہانوں کو قائم کرنے والا عالم کا شمس کبھی آدم کبھی احمدؐ اور کبھی محمد زمان قدس سرہٗ میں ہیں"۔
یعنی قائم کنندہ ہر دو عالم و حامل حقیقت محمدی یك جسم رسول مقبول نیست۔ گاہ آدم، گاہ احمدرسول گاہ محمد زمان است قدس سرہ‘۔ پس اعتقاد آن باید داشت کہ مرشد من حامل حقیقت محمدی یعنی ذات تفصیلی است وھم ذات حق وھم محمد ﷺ است۔ بعد این اعتقاد ابواب فیوض مکشوف شود وبدونہ خرط القتار.	یعنی دونوں عالم کو قائم کرنے والا اور حاملِ حقیقتِ محمدیؐ صرف ایک جسم رسول مقبول ﷺ نہیں، بلکہ کبھی آدمؑ کبھی احمد رسول ﷺ کبھی محمد زمان ہیں۔ قدس سرہ‘. پس یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ میرا مرشد حاملِ حقیقتِ محمدیؐ یعنی ذات تفصیلی ہے نیز مثل ذات حق اور مثل محمد ﷺ کے ہے۔ اس اعتقاد کے بعد ہی فیض کے دروازے کھلیں گے۔ بغیر اس کے کانٹوں کا کھیڑنا ہے۔
والسلام.	والسلام

﴿☆☆☆﴾

باب سوم
فصل چہارم

حضرت ایشان قدس سرہ' کا چوتھا حج

مورخہ ۲ رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ بروز پیر صبح کے وقت بہ نیت حرمین شریفین زیدا شرفاً وتعظیماً اپنے مکان (جنت مثال) سے کوچ فرمایا۔ حضرت ایشان قدس سرہ' کا یہ سفر بھی بندرگاہ مانڈوی (کچھ) کے راستے سے ہوا۔ اس سفر میں یہ جامع الکلمات حضرت بابرکت کے ہم رکاب تھا۔ جو کچھ آپ کی کرامات، حالات اور واقعات میں نے دیکھے، اگر اُن سب کو لکھا جائے تو دوست بھی دشمنوں کے رنگ میں انکار کر بیٹھیں۔ اور دشمن تکرار و حسد سے اُٹھ کھڑے ہوں۔ لیکن کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم (لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کیا کرو) کچھ لکھے جاتے ہیں، تاکہ طالبانِ باصفا کے لیے تحفہ (یادگار) ہو اور سچے عقیدت مندوں کے لیے سبب ازدیادِ عقیدت ہو۔

جناب مصنف اپنے شیخ حضرت ایشان قدس سرہٗ کے بارے میں رقم طراز ہیں کہ وہ دنیا میں صورت خواجہ احرارؒ کی مثال اور وہ ہر احرار اور ابرار قدس سرھما کے قائد باوقار صاحبِ تحمل و تجمل اپنے تجمل اور شوکت اور مریدوں کے لشکر کے ہمراہ اور انتہائی دبدبے کے ساتھ بندرگاہ مانڈوی پہنچے۔ (سیادت پناہ، نجابت دستگاہ، اخترِ برُج نقابت، گوہر درج نجابت) سیّد حاجی محمد شاہ جو اس بندرگاہِ (معمورہ مسطورہ) میں، حضرت ایشان قدس سرہ' کے خلفاء عظما میں سے تھے، نہایت نیازمندی اور جان و دل سے حقِ خدمات بجالائے۔

تاریخ تیرہ (۱۳) یا چودہ (۱۴) کو بسواری غُنچہ (چھوٹی کشتی) لنگر بردار ہو کر روانہ ہوئے۔ پانچ (۵) چھ (۶) دن کے بعد طوفان نے آلیا۔ تمام بحری مسافروں کی جان مثل بے آب ماہی تڑپنے لگی اور ہر ایک نے امید حیات سے ناطہ ٹوٹنے کا یقین کرلیا۔ مگر حضرت

ایشان قدس سرہٗ بار بار، تکرار کے ساتھ اپنے مریدوں کی ہمت بڑھاتے رہے اور دلاسہ دیتے رہے کہ ''توفیقِ الٰہی سے تائید نامتناہی ہمیں پہنچنے والی ہے۔ کچھ غم نہ کریں۔

چہ غم دیوارِ امت را کہ باشد چوں تو پشتیبان

چہ باک از موجِ بحر آں را چو باشد نوحؑ کشتیبان

(دیوارِ امت کو کیا غم جب تمارے جیسا پشت پناہ ہو۔ سمندر کی موجوں کا اس کو کیا ڈر جس کے کشتی بان حضرت نوحؑ جیسے مقبول خدا ہوں)''۔

بہت سے اہلِ ارادت و یقین کو حضرت ایشان قدس سرہٗ کے وجود (مسعود و محمود) کی برکت سے بھروسہ تھا کہ شدتِ بلا کا آخری نتیجہ اچھے انجام کے سوا ہرگز اور کچھ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قادر مطلق کی قدرتِ کاملہ سے ہوا کی شدت بذاتہٖ کشتی کے موافق ہوگئی اور وہ قائدِ الی دیار المحبوب (محبوب کے شہر کی طرف لے جانے والی) گویا اور زیادہ تیز ہوگئی کہ ۲۶ تاریخ بروز جمعرات، سلامتی کے ساتھ بندرگاہ مکلا میں لنگر انداز ہوئے۔ جہاں پر معلوم ہوا کہ اس طوفان کی زد میں آ کر پچاس (۵۰) جہاز اور چھوٹی بڑی کشتیاں شکستہ حالت اس بندرگاہ پر پہنچی ہیں۔ قدرتِ خداوندی سے ان سب میں صرف یہ ایک کشتی سلامتی اور امان کے ساتھ کنارے سے آ لگی تھی۔

امارات عالیہ مکلا کے امیر نے حضرت ایشان قدس سرہٗ کو نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ اپنے اُونچے محل میں جو سمندر (بحرِ زخار) کے کنارے پر واقع تھا، ٹھہرایا۔ اور ہر طرح خدمت بجالائے۔ اس کے بعد اس کشتی کو جس کی حد اسی منزل تک مقرر تھی، چھوڑ کر دوسری بڑی کشتی عدن تک کرائے پر لی۔ بعد عید الفطر بروز پیر جو شوال کی پہلی تاریخ تھی اس میں سوار ہوئے۔ اور چھ (۶) تاریخ کو بوقت عصر بندرگاہ عدن پہنچے، جہاں راسخ العقیدہ و صادق مریدین و معتقدین کے جھرمٹ میں کشتی سے اُترے۔ اس جگہ کشتی کرائے پر نہ ملنے کی وجہ سے آٹھ (۸) دن ٹھہرنا پڑا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کو، جنہیں بلادِ مقدس جلد پہنچنے کا کمال اشتیاق تھا، اس انتظار سے بہت بیقراری لاحق ہوئی۔

اذا مررتم بارض قد اھلک اللہ اھلھا فاجدّ والسیر اخرجہ (طبرانی) عن ابی امامۃ (جب تم کسی ایسی سرزمین سے گزرو جس کے باسیوں کو اللہ تعالیٰ نے (اپنے عذاب) سے ہلاک کیا ہو تو اس سرزمین سے جلد گزر جاؤ)۔

آخر آٹھویں شب ۱۳ تاریخ بوقت فجر اس جامع الکلمات سے کہا کہ "مددِ الٰہی ہم کو پہنچی ہے، عنقریب راہِ معشوق کا دروازہ کھل جائے گا۔ کیونکہ آج رات میں نے خواب میں روح القدس کو دیکھا اور پوچھا کہ آپ کس لیے تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی اعانت کے لیے"۔ تحقیق ایسا ہی ہوا۔ اسی روز صبح کو خود بخود عرب ناخدا مبارک نامی آیا۔ کشتی کا کرایہ طے کر کے ۱۴ تاریخ کو لنگر اُٹھا کر روانہ ہوا۔ اسی دوران اس ناخدا سے پوچھا گیا کہ آیا وہ سیدھا جدّہ، جو ہماری بندرگاہ مقصود ہے، چلنے کے لیے تیار ہے کہ ہم اسے اپنے حال فقر کے مطابق مناسب صلہ دیں گے۔ ناخدا نے انکار کیا۔ اس بنا پر کہ تجارتی کھجوروں کا بار جو اس کشتی پر لدا ہے۔ چھوٹی بڑی بندرگاہوں پر فروخت کرنا ہے۔ اس لیے سیدھا جدّہ جانا مشکل ومحال ہے۔ ہر چند کہ ہم نے بحکم حضرت ایشان قدس سرہٗ اس سے بات چیت کی لیکن اس نے کوئی توجہ نہ دی اور بجز انکار کے اس کی زبان سے اور کچھ نہ نکلا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "اس ناخدا 'ناخدا ترس' (خدا سے نہ ڈرنے والے) کو خدا تعالیٰ ایسی بلا میں ڈال دے گا کہ جلد اس راہ پر چلے گا جدھر کہ ہمیں جانا ہے۔

خدایا شر برانگیزی کہ خیر مادراں باشد

(خدایا کوئی شر بپا کر جس میں سے ہماری بہتری ظاہر ہو)۔

ورنہ اس انتظار سے کہیں حج قضا نہ ہو جائے"۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے یوں ہوا کہ سلطنتِ عثمانیہ کا فرمان اس کے ممالک میں اس طرح نافذ ہوا کہ حاجیوں کے ہر جہاز کو ہر بندرگاہ پر دس (۱۰) دن تک نظر بند کیا جائے تاکہ تندرست حاجیوں اور بیماروں کا پتہ چلایا جاسکے۔ اور اس طریق سے تندرست حاجیوں کو رخصت کر دیا جائے اور بیمار حاجیوں کو صحت یاب ہونے تک جانے کی ممانعت کی جائے۔ اور جہاز کو اس حد تک مقید رکھتے کہ یہ لوگ ان اہل جہاز سے جو نئے اس بندرگاہ پر پہنچتے تھے، دور سے با آواز بلند بات تک نہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا اس خوف سے ناچار، ناخدا نے ٹھہرنے اور تجارت کا ارادہ ترک کر کے فقط دو (۲) دن حدیدہ میں آرام کیا اور بس۔ اس طرح بندرگاہوں پر ٹھہرنے کے خیال کو چھوڑ کر ذی قعدہ کی چاند رات بندرگاہ جدّہ میں تشریف آور ہوئے۔ تیسری تاریخ بوقت عصر سورج غروب ہوتے وقت مکہ معظّمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً پہنچ گئے۔

بندرگاہ جدّہ میں عزیز احباب اور معتقدین اور مکہ معظّمہ کے دوست، سب نے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ بعض اکابرین نے عرض کیا کہ حضرت کے استقبال کے لیے دوسری بار منزل جدّہ سے علیحدٰہ نہایت شان وشوکت کے ساتھ، بہمراہی لشکر وسوار خوش پیکر گھوڑے اور خچروں وغیرہ کے حاضر ہوئے ہیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے بکمال نیاز بے انباز، عاجزی سے فرمایا کہ ”نہیں! نہیں! ہم فقراء کو ایسے ٹھاٹ باٹ شاہوں کی مثل ہرگز زیب نہیں دیتے۔

ما بریں ورنہ پے شوکت و جاہ آمدہ ایم
از کفِ حادثہ اینجا بہ پناہ آمدہ ایم

(میں اس دروازے پر شوکت اور جاہ و جلال کے لیے نہیں آیا۔ بوجہ حادثہ اس جگہ پناہ لینے کے لیے آیا ہوں)“۔

لیکن تمام یارانِ مخلص نے خود تجمل وشوکت کے ساتھ، مع زرین سواروں اور جاہ و جلال سے جدّہ پہنچ کر استقبال کیا۔ پس جب حضرت ایشان قدس سرہٗ نے ان کو اس طرح دیکھا تو فرمایا کہ ”میں نے انہیں بہت ممانعت کی لیکن سبحانہٗ تعالیٰ جب خود بخود سب کو ہمارے پاس بھیجتا ہے اور عزت بخشتا ہے تو اس کا شکر بجالانا چاہیئے“۔ پس آپ نے یہ رباعی پڑھی۔

”چون بعہد جوانی از بر تو
بدر کس نیر فتم از در تو

جب میں جوانی کے زمانے میں۔ تیرا در چھوڑ کر کسی کے دروازے پر نہیں گیا۔

ہمہ رابر درم فرستادی
من نمی خواستم تو میدادی

تو نے سب کو میرے در پر بھیج دیا۔ حالانکہ میں نے نہ چاہا یہ سب کچھ تیری عطا ہے۔

بلے آں را کہ ایزد برگزیند
بصد عزّ معشوقی نشیند

جس کو خدا برگزیدہ کرے۔ اس کو سینکڑوں عزتوں کے ساتھ معشوقی کی مسند عطا کرتا ہے“۔

الغرض تمام ارکان واحکام او، مناسک، طواف اور صفا مروہ کے صدق وصفا سے بجالائے (احرام سے فارغ ہوئے)۔ ۲۴ ذی قعدہ بروز جمعرات نمازِ عشاء حضرت ایشان قدس سرہٗ نے حرم محترم میں ادا کی۔ رات اور سحری کے وقت طواف، حسبِ طاقت کرتے رہے اور حرم شریف میں اکثر مراقبہ اور توجہ باطنیہ میں مشغول رہتے۔ نمازِ فجر تغلیس کے وقت (صبح کے اندھیرے میں) شافعی امام کے ساتھ پڑھتے اور طلوعِ آفتاب عالمتاب تک مراقبۂ قلبی میں سر جھکائے بیٹھے رہتے۔ تلاوتِ قرآن، جو آپ کا ہمیشہ کا وظیفہ تھا اور معمول کے تمام ورد و وظائف یومیہ ادا کر کے اپنے کرایہ کے مکان میں تشریف لاتے۔ اور نمازِ عصر کے بعد بیت اللہ کی طرف منہ کر کے مراقب بیٹھتے اور حلقۂ مریدان کی رسم، جس کے مطابق مرید صفیں باندھ کر اپنے مرشدوں کے سامنے متوجہ ہو کر بیٹھتے ہیں، آپ نے حرمین شریفین میں اسکو جائز نہ سمجھا۔ اور اپنے مریدین اور معتقدین کو حکم فرمایا کہ ”صفیں نمازِ فرض کی ترتیب سے باندھ کر ہمارے ساتھ یا ہمارے پیچھے کعبہ بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں۔

بندہ باید کہ حد خود داند

(بندے کو چاہیے کہ اپنی حد کو جانے)“۔

ایک روز حضرت ایشان قدس سرہٗ کی خدمت میں یہی ذکر چھڑا کہ حرم شریف میں بہت سے مشائخِ طریقت نے بعض مراقبۂ حقائق کے ضمن میں مریدوں کو حلقہ کروایا ہے کہ جس میں مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر سر جھکا کر بیٹھتے ہیں۔ اور کچھ شاگردوں کے حلقہ میں وجد و تواجد اور رقص وغنا میں مشغول رہتے ہیں۔ اور کچھ طلبا کی جماعت کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔ جو قوال کے کسی شعر پر رقص و بیقراری کے عالم میں خود کو آپے سے باہر کر دیتے ہیں۔ ان میں سے بعض مُرغ نیم بسمل کی مانند زمین پر لوٹ پوٹ رہے ہوتے ہیں۔ اور حضرت ایشان (قدس سرہٗ) عام آدمیوں کی طرح ایک طرف خاموش ادب میں دوزانو ہو کر صف باندھے بیٹھے رہتے ہیں۔ اس میں کیا حکمت ہے؟۔ آپ نے فرمایا ”کہ ہم اِس پر مامور ہیں اور شاید وہ اُس عمل پر مامور ہوں۔“ پھر ارشاد فرمایا کہ ”آدابِ شرعیہ کے ساتھ طریقت کے مراقبوں کے لیے مریدوں کا حلقۂ مرسومہ کرانا اور معتقدوں کا شریعت و طریقت کی رعایت کے ساتھ شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا اگرچہ جائز ہے۔ لیکن کعبۂ معظّمہ کے مرتبہ کی بلندی اور اسکی عظیم منزلت کے ادب میں حیا مانع ہے جو مجھے ان تمام امور سے روکتی ہے۔

دل آرامــــی کــــہ داری دل دروبـــنـد
وگـــر چشـم از ہــمـــہ عــالـم فـروبـنـد

(تیرا جو محبوب ہے اس ایک کے ساتھ دل کو باندھ کر رکھ .
دوسری طرف آنکھ تمام عالم سے بند کر)"۔

حضرت ایشان قدس سرہ پنجگانہ نماز بغیر کسی عذرِ شرعی کے حرم شریف میں باجماعت ادا فرماتے۔اور نوافل تہجد اور رات کے تمام ورد اسی طرح ادا فرماتے۔لیکن راتوں کی عبادت میں حتی الامکان اپنے متوسلوں اور رفیقوں سے بھی خلوت گزینی اور گوشہ نشینی اختیار فرماتے اور ان سے اجتناب کرتے۔

ایک بار شمالی کونے سے جو باب قطبی کے نزدیک ہے، حضرت ایشان قدس سرہ کا گزر ہوا۔اس جامع الکلمات کو وہ کونا دکھا کر فرمایا کہ "ایک دفعہ گزشتہ حجوں میں ایک رات بوجہ طبیعت کی علالت اور تمام رات کی بیداری کے نیز سستی لاحق ہونے کے باعث میں یہاں آیا اور کروٹ کے بل لیٹ گیا۔اس قیاس پر کہ باقی سب آدمی جن میں کئی سو رہے ہیں۔میرا اگرچہ سونے کا ارادہ نہ تھا تاہم آرام کرنے کے خیال سے آنکھوں میں قدرے غنودگی آ گئی۔میں نے دیکھا کہ ایک شخص مجھے کہہ رہا ہے۔کہ تمہیں اُن آدمیوں پر قیاس کر کے اس جگہ اُونگھنا نہیں چاہیئے اور ارادے کے بغیر بھی لیٹنا نہیں چاہیئے۔میں فی الفور اُٹھ بیٹھا اور استغفار پڑھنے لگا۔اس کے بعد حرم محترم میں کبھی بھی غنودگی اور نیند کے بغیر لیٹنا تک میں نے روا نہیں سمجھا"۔

آخری تین (۳) حجوں میں جبکہ یہ جامع الکلمات خدمت ایشان قدس سرہ میں حاضر تھا، حضرت جب بھی تشریف لائے، ہر بار جب بھی بیت الحرام (عظمیٰ) میں داخل ہوتے تو اپنے ساتھ گنتی کے چند اشخاص کے سوا جو آپ کے مرید اور رفیق ہوتے تھے،زیادہ کو نہ لے گئے۔اور بھیڑ کی حالت میں بار بار بیت اللہ میں داخل ہونا بے ادبی سمجھتے تھے۔اور داخل خانہ خدا ہو کر سنت کے مطابق نوافل اور عبادات بجا لاتے۔اور ہمیشہ حنفی مصلے پر (مشرق کی طرف۔مقابل رُکن شامی کے) سحری کو فجر سے پہلے اور حرم مسقف کے ستونوں کے متصل،شمالی کونے میں،باب قطبی کے برابر، میزاب (پرنالے) کے سامنے،نماز فجر کے بعد بیٹھتے تھے اور بعد عصر تا عشاء مالکی مصلے کے قریب شمالی گوشہ کی طرف بیٹھا کرتے تھے۔

ذوالحجہ کی سات (۷) تاریخ کو حرمِ محترم سے احرامِ حج باندھ کر (اگر چہ مکہ معظمہ سے آٹھ (۸) تاریخ کو نکلنا مروی و مروج ہے)، آپ روانہ ہوئے۔ اس سفر میں ایک رات پہلے مکہ معظمہ سے نکلنا بوجہ بھیڑ اور اہل و عیال کی تکلیف کے تھا۔ آٹھویں رات منیٰ میں ٹھہرے اور نویں رات عرفات میں عرفانِ ذاتی کی خاطر مقیم ہوئے۔ آپ فرماتے تھے کہ ''منیٰ سے عرفات تک اگر کوئی پاپیادہ جا سکتا ہے تو جائے کیونکہ یہ بہت بہتر اور مرغوب تر ہے۔ اس کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اور سواری کی بہ نسبت پیدل چلنے میں زیادہ فضیلت ہے''۔ اور فرماتے تھے کہ ''میں مضطر اور بیمار ہو گیا ہوں۔ ورنہ حضرت خواجہ ثانی (قدس سرہٗ السامی) ایک بار جدّہ سے مکہ تک اور مکہ سے عرفات تک پیدل تشریف لے گئے تھے اور سواری اختیار نہ کی۔''

ان ایام میں حضرت ایشان قدس سرہٗ مرض ضیق النفس (دمہ) اور کھانسی میں مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ تین (۳) چار (۴) انسانی سانسوں جتنا بھی آرام میسر نہ ہوتا تھا۔ جمعہ کی صبح جبلِ عرفات پر پہنچے۔ اور یکے بعد دیگرے سب زیارات کیں۔ ان مکاناتِ متبرکہ سے فیض حاصل کیا۔ دسویں رات کو مزدلفہ میں خود، اہل و عیال کے بغیر، دو (۲) تین (۳) ساتھیوں کو ساتھ لے کر ٹھہرے اور ان دو (۲) راتوں میں نیند کے لیے پلک تک نہ جھپکائی۔ حالانکہ مذکورہ بیماری حضرت کے حال پر اس حد تک طاری تھی کہ آپ اپنے کرائے کے مکان سے جمرہ صغیرہ تک جو رہائش گاہ سے متصل تھا، نہ جا سکتے تھے۔ وہاں تک پہنچنا اور سنگریزے مارنا نہایت دشوار اور گراں بار تھا۔ اس حالت میں ایک اور بپتا پڑی۔ آپ کے فرزندِ ارجمند عبدالرحمٰن نامی اکیس (۲۱) ذی الحجہ کو بعمر چار (۴) سال مرض چیچک میں مبتلا ہو کر اس دارِ فانی سے سدھارے۔ اس مفارقت کے غم سے نڈھال اور اولاد مم کے جدا ہونے کے دُکھ سے، کہ اس قسم کی جدائی میں رسول ﷺ بھی غمگین ہوئے ہیں، (اپنے فرزند ابراہیم کی رحلت پر)۔ بفراقک یا ابراھیم لمحزونون. (اے ابراہیم تیرے فراق میں ہم محزون و مغموم ہیں)۔ اور یعقوب علیہ السلام کے حق میں سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ [پ ۱۳۔ سورہ یوسف ۱۲۔ آیت ۸۴] (اور اس کی آنکھیں غم میں سفید ہو گئیں)، حضرت یوسفؑ کے فراق میں۔ آپ کی طبیعت مبارک جو پہلے سے ہی علیل تھی، اور زیادہ خراب ہو گئی۔

آخر کار مدینہ منورہ کی زیارت فیضِ بشارت نجاتِ اشارت کا قصد کیا۔ ان دنوں

جسمانی طاقت چلنے اور قدم اٹھانے تک کی نہ تھی۔ ظاہری صورتِ حال دیکھنے والوں نے آپ کی حالت دیکھ کر مشورہ دیا کہ اس حالت میں سفر کرنا تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ یہ سن کر آپ رنجیدہ ہوئے اور فرمایا ''اس آستانہءعالیہ کو بوسہ بجائے خود میرے درد اور بیماری کی دوا ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ بیمار کو اس کے علاج سے ممانعت کر دی جائے؟

درد مارا دواءِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(میرے درد کی دوا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)''۔

چنانچہ ۲۷ ذی الحجہ کو، جو قافلوں کے کوچ کرنے کا مقررہ دن تھا، حضرت ایشان قدس سرہٗ کو چھوٹی چار پایوں والی کھٹولی پر بٹھا کر اٹھایا گیا اور شغدف کے ایک پلڑے میں سوار کرایا گیا۔ اور آخری تین (۳) سفروں میں ہر بار شغدف کے دوسرے پلڑے میں کمال عنایت اور کرم سے اس خاکسار جامع الکلمات کو بٹھایا جاتا۔

اگر ہر موئے من گرد و زبانے
ز او رانم بہر مو داستانے

(اگر میرے ہر بال کو زبان مل جائے۔ تو اس ہر بال سے آپ کے وصف کی داستان بیان کروں)۔

نہ ارم گوہر شکریش سفتن
سر مو ز احسانیش گفتن

(تو بھی ان کے شکر کے موتی نہ پرو سکوں۔ سر کے بال برابر بھی انکے احسان کا بیان نہ کر سکوں)۔

چنانچہ فرودعی کے راستے، جو امامین کریمین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا راستہ مشہور ہے، روانہ ہوئے اور ہر منزل پر اس بدر کامل (قدس سرہٗ) کو ایک چار پایوں والی کھٹولی پر بٹھا کر سوار کراتے۔ حتیٰ کہ ہر روز حضرت ایشان قدس سرہٗ کے مرض میں تخفیف ہوتی گئی۔ اس راستے میں بے رحم رہزن بے چارے حاجیوں کو پتھر اور لکڑی سے زدوکوب کر کے لوٹ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز چاشت کے وقت ایک کشمیری شخص کو جو صاحبِ حُسن و جمال اور صاحبِ مال و منال بھی تھا۔ قافلوں کی قطار سے چند قدم دور قضائے حاجت کے لیے گیا ہوا تھا۔ ان

لٹیروں نے سراور جسم پر پتھر مار مار کر مجروح کر دیا۔اس کے خدام وغیرہ اور اہلِ قافلہ اس کی فریاد سن کر اُس کے پاس پہنچے۔تو دیکھا کہ وہ بے حس لاش کی طرح زمین پر پڑا ہے۔اور سر سے پاؤں تک خون میں لت پت ہے اور فریاد کر رہا ہے۔اُسے اُٹھا کر قافلہ کے ہمراہ لے جایا گیا۔چار (۴) روز کے بعد مدینہ منورہ (زیدا تعظیماً) پہنچ کر اسے زیارت سے مشرّف کرایا گیا۔جہاں اس نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔حضرت ایشان قدس سرہٗ نے جب اس کو زخمی حالت میں دیکھا تو یہ مصرع چند بار مکرر فرمایا۔

"راہ تو خم درخم و صد اژدہا در ہر خمی

(تمھاری راہ میں پیچ در پیچ ہیں اور ہر پیچ میں سیکڑوں اژدہے ہیں)"۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "سبحان اللہ! جمالِ محمدی ﷺ ایسا جمال ہے کہ سو (۱۰۰) جان ہتھیلی پر رکھ کر اور مال خرچ کر کے اس کے لیے آتے ہیں۔بلکہ یہ مرنا زندگی سے بہتر ہے اور مال خرچ کرنا ہمیشہ رہنے سے بہتر"۔اور پھر حضرت ایشان قدس سرہٗ نے اس کی وفات کی خبر سن کر کمال غم واندوہ سے فرمایا۔

"غنیمت ہست مردن پیش جاناں

ولے کلک قضا در دست مانیست

(محبوب کے سامنے مرنا غنیمت ہے۔لیکن قضا کا نیزہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے)"۔

ایک دفعہ شغدف میں بیٹھے آپ مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً) کی طرف متوجہ ہو کر اپنے مرض اور فرزند کے فراق کا ذکر کر رہے تھے کہ آپ کے چہرۂ اقدس پر تغیر واقع ہوا اور فرمایا "میں عاشقِ محمد ﷺ اور ان کا غلام ہوں۔اور اُن کا طلب گار ہوں۔حق سبحانہٗ تعالیٰ سے اُن ہی کو مانگتا ہوں۔" اور یہ کہ "غم والم اپنے فرزند عبدالرحمٰن جعله الله ذخيرة لنا (کہ اللہ تعالیٰ ان کو ذخیرہ بنائے) کی وفات کا، جو مجھ پر طاری ہے، گویا اُسے خود میں نے اپنے لیے قبول کیا ہے۔چنانچہ ایک روز وطن میں بعد نمازِ تہجد حصول سعادت وزیارت فیضِ بشارت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لیے بارگاہِ مجیب الدعوات میں التجا اور گریہ وزاری کی۔

چنانچہ میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ تمہیں زیارتِ عالیہ حاصل ہوگی۔ لیکن ایک بلا میں آپ مبتلا ہوں گے۔ اگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ سبحانہٗ سے بلاؤں اور تکلیفوں کے دفیعے اور محض انعام کے حصول کی خاطر، جو اس کے فضل و کرم سے حاصل ہوتے ہیں، دعا کرتا تو ضرور قبول ہوتی مگر۔ التّقدیر یضحک علی التّدبیر (تقدیر (الٰہی بندے کی) تدبیر پر ہنستی ہے)۔ کے مصداق بلا کے دفع کرنے کا سوال زبان پر نہ آیا۔ بشارت شدہ زیارت کے کمال شوق و شغف کی وجہ سے اپنی تسلی کے طور پر یہ اشارہ ہوا کہ ابتلا اور بلا جو کچھ بھی آنی ہو سر پر آ کر رہتی ہے، اگرچہ میرے فرزندوں میں کسی فرزند کی وفات سے ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اس شرفِ اشرف سے مشرّف ہوگئے"۔ ازاں بعد آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ نے فرمایا۔

"مائیم گل و لالۂ صحرائے مدینہ
داریم بدل داغ تمنائے مدینہ

(میں صحرائے مدینہ کا وہ گلِ لالہ ہوں۔ جو دل میں تمنائے مدینہ کا داغ رکھتا ہے)"۔

نیز اس رات کو جس دن مدینہ منوّرہ میں داخل ہوئے تھے۔ ایک بار مغموم دل سے اور اشکبار ہو کر مندرجہ ذیل جامی علیہ الرحمتہ کی غزل جو آپ کو حفظ تھی، لکھواتے ہوئے اپنے سلف اکابرین سے منقول فرمایا کہ "مرید کو پیر کی خدمت میں اپنی آمد و رفت نساجیٔ وقت (یعنی کپڑے کی بُنائی کے وقت) تار و پود (تانے بانے) کی طرح رکھنی چاہیئے۔ پس میرے پیر محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور بس۔ اگرچہ میں اپنے اسلاف کا تربیت یافتہ ہوں تاہم جو کچھ مجھے حاصل ہوگا، حضور ﷺ سے ملے گا"۔

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ استادِ ازل گفت بگو، میگویم

(آئینے کے پیچھے مجھے طوطی صفت بنایا ہے۔ جو کچھ استاد نے کہا کہو، وہی میں کہتا ہوں)۔

اور جامی رحمتہ اللہ علیہ کی غزل یہ ہے۔

غزل جامیؒ

(نعت شریف)

۱۔ لی حبیب عربی مدنی قرشی
که بود درغمش مایهٔ شادی و خوشی

میرے محبوب عربی مدنی قوم قریشی سے ہیں۔ کہ ان کا غم میری شادی و خوشی کی پونجی ہے۔

۲۔ فہم رازش چکنم او عربی من عجمی
لاف مہرش چہ زنم او قرشی من حبشی

میں ان کے راز کو کیا سمجھوں وہ عربی اور میں عجمی۔ ان کی محبت کا دعوی کسی طرح کروں وہ قریشی ہیں، میں حبشی۔

۳۔ ذرّہ دارم بہواداریٔ او رقص کنان
تاشدہ شہرۂ آفاق بہ خورشید وشی

ذرے کی مانند ہوا میں اڑتا ہوں اور ناچتا ہوں۔ تاکہ سورج کی مانند روشن و شہرہ آفاق ہو جاؤں۔

۴۔ گرچہ صد مرحلہ دوراست ز پیش نظرم
وجہ فی نظری کل غداۃ وعشی

اگرچہ وہ صدمراحل پہ میری نظر سے دور ہیں۔ ان کا رخِ انور میری نظر میں ہر صبح و شام سمایا ہوا ہے۔

۵۔ صفت بادہ عشقش زمن مست مپرس
ذوق ایں می نشناسی بخداتا نچشی

ان کے جامِ عشق کی صفت مجھ مست سے نہ پوچھو۔ خدا کی قسم تجھے اس کا ذائقہ معلوم نہ ہوگا جب تک کہ اسے نہ چکھے۔

۶۔ مصلحت نیست مراسیری زان آب حیات
ضاعف اللہ بہ کل زمان عطشی

اس آب حیات سے میرا سیر ہونا مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت
میری پیاس کو بڑھائے۔

۷۔ جامیؔ ارباب وفا جرزہ عشقش نروند
سر مبادت گر ازیں راہ قدم باز کشی

جامیؔ! اربابِ وفا، اس کے عشق کے بارے آزاد نہیں ہوتے۔ اگر
اس راہ سے قدم اٹھا تو تیرا سر نہ رہا۔

الغرض تاریخ ۸ محرم ۱۲۸۷ھ کو بروز جمعہ شرفِ زیارات عالیہ سے مشرف ہوئے اور مسجدِ نبوی ﷺ میں سجدے ادا کئے۔ غرّہ ماہ ربیع الاوّل تک مدینہ طیبہ میں بابِ جبرئیل کی طرف مواجہ شریفہ کے بالمقابل کرائے کے مکان میں سکونت اختیار کی۔ پنجگانہ نمازیں اور سحری کے نوافل اور عصر اور صبح کے مراقبے مع تلاوت موظفہ حرم حریم میں ادا فرماتے۔ خصوصاً سحری کے وقت مشرق کی طرف حرم میں، نیچے آرامگاہ مصطفیٰ ﷺ کے پائنتی بابِ جبرئیل سے کچھ جنوب کی جانب، نمازِ تہجد پڑھتے اور مراقبہ فرماتے اور اذانِ فجر کے قریب مسجدِ نبوی ﷺ میں آکر سنت اور فرض ادا فرماتے۔ بعد ادائے نماز، سورج نکلنے تک حضور ﷺ کے مواجہ شریفہ میں بیٹھتے اور تلاوتِ قرآن کریم اور وردو وظائف ادا فرماتے۔ بعد ازاں اُٹھ آتے۔ بعد میں شام کے وقت حرمِ مسقّف (چھتوں سے ڈھکا ہوا) کے برابر مکان نشست گاہِ اغوات کے قریب تھوڑی دیر مغرب تک ستون کے نزدیک بیٹھتے اور نمازِ مغرب پڑھتے۔ اسی طرح ظہر اور عشاء کے بعد اسی جگہ تھوڑی دیر آرام فرماتے اور عصر کے بعد مغرب تک بلکہ عشاء تک مواجہ شریفہ سرورِ عالم ﷺ کی طرف سر جھکا کر بیٹھتے اور بوقت مراقبہ مواجہ شریفہ میں آپ کی ذاتِ گرامی پر ایسی حالت طاری ہو جاتی کہ آپے سے باہر ہو جاتے اور حقیقت کے رنگ میں رنگے جاتے۔
جس نے دیکھا وہ اس حقیقت سے باخبر ہو گیا ورنہ کان نہیں! جس نے سنا ہو۔ اور نہ آنکھ ہے!
جس نے دیکھا ہو اور نہ زبان ہے! جو اسے بیان کر سکے۔ پس سوچیں اور سمجھیں۔
اس وقت بوجہ موسمِ گرما حرم شریف سے اُونی غالیچے ہٹا کر ان کی جگہ نفیس چٹائیاں

بچھادی گئی تھیں اور کسی مصلحت کی وجہ سے پاشانے، جو شیخ الحرم کے نام سے معروف تھے، ان پر لوہے کی میخیں لگادی تھیں تا کہ ہمیشہ بچھی رہیں۔ جھاڑو کش ان کے اوپر سے ہی جھاڑو دیدیتے۔ ان بچھی ہوئی چٹائیوں کے اندر کثرت سے کھٹمل ہوگئے۔ اس حد تک کہ مواجہ شریفہ علی صاحبہا الصلواۃ والتحیۃ کے زائرین کیلئے بیٹھنا بھی دشوار اور مشکل ہوگیا۔ اکثر زائرین پاؤں پر کھڑے کھڑے، طاقت اور استطاعت کے مطابق مواجہ آنحضرت سرور وسالار علیہ الصلواۃ والسلام کی زیارت کر کے واپس چلے جاتے۔ اسی حالت میں حضرت ایشان قدس سرہ بھی بعد نمازِ شافعی رحمت اللہ علیہ قریبِ وقت چاشت تک اور بعد نمازِ عصر اسی جگہ آدھ گھنٹہ دسویں ☆ ساعت کا گزارتے۔ عشاء کا وقت آنے تک سر جھکائے معلّمِ اسرارِ غیب علیہ وعلیٰ آلہ الصلواۃ والسلام کے مواجہ کے سامنے مراقبہ قلبی میں مستغرق بیٹھے رہتے اور کھٹمل آپ کے سر سے پاؤں تک جوں کی طرح چلتے۔ کوئی چیز آپ کو ہرگز متحرک نہ کرتی۔

حضرت ایشان قدس سرہ' کا وجود مسعود بے حس پڑا معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس سے کوئی حرکت اور احساس ظاہر نہ ہوتا تھا۔

۱۔ راہ فانی گشتہ راہ دیگر است
زانکہ ہشیاری گناہِ دیگر است

فانی (فناشدہ) کی راہ ہی اور ہے۔ کیونکہ ہوشیاری بذات خود گناہ ہے۔

۲۔ ہست ہشیاری زیادہ مامضا
ماضی و مستقبلت پردہ خُدا

جو کچھ گزر چکا وہ ہوشیاری ہے۔ ماضی و مستقبل خدا کی راہ میں پردہ ہیں۔

۳۔ چون بطوفی خود بطوفی مرتدی
ورنجانہ درشدی ہم باخودی

جب طواف کرتے ہو تو اس طواف میں مرتدی ہے۔ (کیونکہ) یہ جانا کہ میں طواف کرتا ہوں خودی کو ساتھ لے گئے۔

☆ یاد رہے کہ مدینہ طیبہ میں عربی کیلینڈر کے مطابق نماز مغرب سے تاریخ تبدیل ہوجاتی ہے اس طرح اذان مغرب ٹھیک بارہ بجے ہوتی ہے۔ اسطرح نماز عصر یقینا دس بجے ہوتی ہوگی۔ (مترجم)

۴۔ آئینہ ہستی چہ باشد نیستی
نیستی بگزین گر ابلہ نیستی

آئینہ ہستی کیا ہے، نیستی ہے۔ اگر بے وقوف نہیں تو نیستی اختیار کر۔

۵۔ پیش ہست او بباید نیست بود
چیست ہستی پیش او کورو کبود

اس کی ہستی کے آگے خود کو فنا کر دے۔ اس کے آگے یہ کورو کبود کوئی ہستی نہیں رکھتے۔

۶۔ نیستی چون ہست بالائے طبق
برہمہ بردند درویشان سبق

نیستی اس طرح سب سے بلند و بالا ہے۔ اس لئے تو درویش (اولیاء) سب پر سبقت رکھتے ہیں۔

۷۔ سرّ موتوا قبل موت این بود
کز پس مردن غنیمت بارسد

'موتوا قبل الموت' یعنی مرنے سے پہلے موت کا سر (راز) یہ ہے۔ کہ ان (قدسیوں) کو اس مرنے کے بعد غنیمتیں ملتی ہیں۔

۸۔ یك عنایت بہ زصد کون اجتہاد
جہد را خوف است در کون و فساد

ایک عنایت سو (۱۰۰) قسم کے اجتہاد سے بہتر ہے۔ اس دنیا میں جہد کو فساد کا خوف لاحق ہے۔

۹۔ وآن عنایت ہست موقوفِ ممات
تجربہ کردند این رہ راثقات

یہ عنایت موت (مرنے پر) موقوف ہے۔ اسی راہ کے معتبر (رہبروں) نے یہ تجربہ کر لیا ہے۔

۱۰۔ چون ز خود رستی ہمہ برہان شدی
چونکہ بندہ نیستی سلطان شدی
اپنی ہستی سے چھٹکارا پاتا کہ تو تمام برہان ہو جائے۔ چونکہ (پھر)
بندہ نہ رہے گا بلکہ سُلطان ہو جائے گا۔

ایک دفعہ حضرت ایشان قدس سرہٗ قبرستان جنت البقیع کی زیارت کے لئے، (کہ جس کے متعلق حضور علیہ ﷺ نے بشارت دی ہے کہ ''میری آرامگاہ اور عثمانؓ کے مرقد کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے)'' تشریف لے گئے۔ جامع الکلمات خادم آپ کے ہمراہ تھا۔ جب اس جگہ پہنچے جہاں اب حضرت ایشان قدس سرہٗ کی قبر شریف ہے۔ تو حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کی زیارت کی نیت سے رک گئے اور کچھ دیر برائے فتوحات روح پُر فتوح حضرت خواجہ کے متوجہ ہوئے اور فاتحہ وغیرہ کیلئے ختم پڑھا اور واپس ہوئے۔ مجھ جامع الکلمات سے فرمایا کہ ''اس جگہ عجب رحمت وانس خداوندی ہے اور جوار مصطفوی ﷺ سے بڑھ کر کونسی سعادت مندی اور اقبال مندی ہے کہ جسے حاصل کیا جائے۔

سکندر رانمی بخشند آبے
بزور و زر میسر نیست این کار
(سکندر کو آبِ حیات نہیں ملتا۔ زور اور زر سے یہ کام انجام پذیر نہیں ہوتا)۔

جامع الکلمات کی تصنیف کردہ مندرجہ ذیل مناجات (نعت) کو بہت پسند فرماتے تھے اور مجھ نحیف کو اپنے سامنے پڑھنے کیلئے حکم فرماتے۔ اور وہ مناجات (نعت) یہ ہے۔

مناجات

(نعت) از جامع الکلمات

(خواجہ محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ)

۱۔ ایا ختم الرسل اجمع رؤفا شافع الامم
نبی قد تشرفک البدیع بہ لفی القدم
اے ختم الرسل! شفقت فرمائیں، آپ امتوں کے شافع ہیں۔ اے نبیؐ! آپ کے قدم مبارک کے آنے سے زمین شرف والی ہوئی۔

۲. نیورو جهک الظلمه کشمس فی ضحایاما
فضؤک منه مندرس ضیاء البدر والنجم

آپ کے چہرے مبارک کا نور ظلمت میں مثل روشن آفتاب کے
ہے۔ اس کی ضوء سے جیسے چودھویں کے چاند اور ستارے ماند ہیں۔

۳. خرقت الحجب والاستار من نور ومن ظلمه
رایت الرب بالعینین فی الاسراء ملهتم

حجاب و پوشیدگی نور و ظلمت کے پردے چاک ہوئے۔ آپ نے
اپنے رب کو اسرا کے وقت آنکھوں سے دیکھا۔

۴. ومثلِ الروح جسمک طاهر ظله لذاعد ما
فدرک العقل عن ذاتک کغیب الله فی حرم

اور مثلِ روح آپکا جسم پاک ہے اس لیے اس کا سایہ نہ تھا۔ پس آپکی ذات
کا عقل سے ادراک ایسا ہے جیسے حرم میں اللہ کا پر اسرار ہونا ہے۔

۵. نبیا مرسلا قد کنت عندالله فی غیبه
و آدم کان فی سلسال حمئی ساکن العدم

آپ اللہ کے نزدیک نبی مرسل اس وقت تھے، اس عالم غیب میں۔
جب کہ آدمؑ مٹی اور پانی میں عدم میں مقیم تھے۔

۶. ومن دیمک فقد غرقوالرسل والانبیااجمع
و بحرک من فیوض الحق بالا مواج فی اللطم

آپ کے بحرِ عمیق میں تمام مرسلین والانبیاء غرقاب ہیں۔ اور آپ
کے فیوض حق کے دریا میں موجیں اور تلاطم ہے۔

۷. صلواة الله تسلیمه یکون ابداو آزالا
بکل اللمح اضعافا لما فی اللوح والقلم

صلواۃ و سلام آپ پر ابد تک نازل ہوں۔ ہر لمحہ دُگنا جیسا کہ لوح و قلم
میں ہے۔

۸. علیٰ کل المراتب لک من الارواح والجسد
علیٰ ایدی الملائک نازل من باری ایشم

درود و سلام آپ کی روح و جسد پر۔ ملائک اللہ کی طرف سے
نازل ہوکر آپ پر ہدیہ کرتے ہیں۔

۹. کذالک آلک الامجد واھل البیت والصحب
ذوی اسرارک العظمی اولی الا علی من الھمم

اسی طرح آپ کی آل امجد، اہل بیت و صحابہ پر ہوں۔ جو آپ کے
اسرارِ مخفی کے جاننے والے بلند مرتبہ تھے۔

۱۰. حقیر الحال فلس البال بابک جاء ملتمسا
فکرمہ و شرفہ بعین اللطف والکرم

یہ حقیر حال آپ کے دروازے پر ملتمس ہے۔ اپنے لطف و کرم کی
نظر سے اسکے فکر کو تابندہ و مشرف کریں۔

۱۱. بتریاق من الانوار والاسرار خلصہ
من الوسواس للخناس والھفوات کاسم

انوار و اسرار کے تریاق سے اس کو خلاصی عطا فرمائیں۔ خناس کے
وسوسوں وغیرہ کیلئے مثل زہر جو علاج ہے۔

۱۲. ودارک یا حبیب اللہ میت الارض بالاحیا
فارسل من سحاب اللطف ماء الفیض کالدیم

آپ کے در سے مردہ زمین کو زندگی ملتی ہے، یا حبیب اللہ۔
اپنے لطف کے بادل سے فیض کی بارش برسائیں۔

۱۳. و قھر کل اعدائہ خصوصا نفسہ الاعدا
واردیہ بشرب السر والانوار و الحکم

سب دشمنوں پر خصوصاً نفس کے دشمنوں پر قہر نازل کریں۔ اور سرّ و
انوار اور حکمت کی شراب سے سیراب کریں۔

۱۴. ووصلہ بسر السر نور النور من غیبک
وزدہ من بطون الغیب اسجال من العلم

اپنے غیب کے نور اور سر کو ایک دوسرے سے ملائیں۔ غیب کے بطون اور علم کے سمندر سے زیادہ عطا کریں۔

۱۵. وتوجہ بہ تیجان الولایتہ من عنایتکا
وھب ارث الحقیقت لک لہ بالفضل والکرم

اپنی عنایت سے ولایت کا تاج پہنائیں۔ اپنے فضل و کرم سے اپنی حقیقت کے عرفان کا ورثہ عطا کریں۔

۱۶. وحب الذات ایضا موجبا لعبودۃ صرف
سوالہ منک یا خیر الرّسل یا شافی السقیم

ذات کی محبت عبادت کے لئے ضروری ہے وہ محبت دیں۔ آپ سے سوال ہے اے خیر الرسل اے بیماریوں کے شافی۔

۱۷. ویسئل منک حبک من حقیقتک الذی منہ
یجئی الدمع من صدقہ کسلک الدر منتظم

اور وہ سوال کرتا ہے آپ سے آپکی حقیقت کی محبت کا۔ وہ سچائی سے آنسو بہاتا ہے مثل موتیوں کی لڑیوں کے۔

۱۸. وکن معہ بکل الآن والا حوال والصعب
شفیعا غافرا غوثا مزیل التعب والالم

اور اس کے ہمراہ ہوں ہر جا، ہر احوال اور مصیبت میں۔ اے شفیع گناہ بخشنے والے، فریاد رس تکالیف والم کا ازالہ کرنے والے۔

۱۹. ودارک یا حبیب اللہ غیاث الخلق یا سیدی
سعیدًا مستغیثا بک نکیس الراس من ندم!

آپ کا گھر یا حبیب اللہ مخلوق کی فریاد کی جگہ ہے۔ اے میرے سردار! سعید آپ سے فریاد کرتا ہے ندامت کے ساتھ سر جھکائے۔

آخر ۲۹ صفر کو عرس (مولود المحمود) کی نیت سے عام لوگوں کیلئے کھانا پکوایا۔ جس پر تین سو (۳۰۰) روپیہ خرچ آیا اور فرمایا کہ "دوسرے حج کے سفر کے دوران بندرگاہ جدّہ میں ماہِ مولودِ مسعود ربیع الاوّل کا چاند دیکھا تھا اور اس خوشی کیلئے طعام جو میں ہمیشہ تصدّق کرتا تھا، نہ کر سکا کیونکہ میں سفر میں تھا اور حضرت ختمیت پناہ علیہ وعلی الہٰ الصلوٰۃ والسلام کے حضور معاتب ہوا اور اپنی خطا کی سزا پائی۔ لہٰذا ماہ مولود میں اظہار مسرت اس سرزمینِ عرب شریف میں غنیمت جانتا ہوں"۔

پس اس کھانے کو تقسیم کروانے کے بعد غرّہ ربیع الاوّل ۱۲۸۷ھ میں واپسی کا سفر اختیار کیا۔ قریب غروب گیارہویں کے دن بیت العتیق کے گرد طواف کعبہ (بلطائف صاف) سے سعادت اندوز ہوئے۔ اور فرمایا کہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجلّیاتِ جلال اور قہرمانِ پُر اجلال گویا اس حریم کے تعلق کے ساتھ اور وارداتِ جمال و رحمتِ لایزال اس حریم کے ساتھ پیوست ہیں"۔ یہاں سے اپنے خادموں میں سے ایک کو بحری جہاز کرایہ پر لینے کیلئے بندرگاہ جدّہ بھیجا۔ جس نے وہاں پہنچ کر ۳ دقلہ بڑا جہاز سید تومینی کا، بندرگاہ مسقط کیلئے وقت و حال کے رواج کے مطابق معاہدہ کر کے کرائے پر لیا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ کو مکہ معظّمہ (زیدا شرفاً) تشریف لانے کیلئے خط لکھا۔ آپ حضرت بابرکت نے اس خط کے مندرجات سن کر اس جامع الکلمات کو فرمایا کہ "ہنوز باوجود کرائے کے عہد و پیان کے، مجھے اللہ کی طرف سے بشارت نہیں ہوئی، بلکہ سوائے مکروہات کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ان معنوں کی حقیقت کیا ہے؟ معلوم نہیں۔"

بالآخر ظاہری مشورت اور مکتوب کی عبارت کے اعتبار سے حضرت اور کچھ ساتھی بندرگاہ جدّہ پہنچے۔ ایک روز آرام کیا۔ دوسرے روز مچھوے میں کرائے کے جہاز کا معائنہ کرنے گئے۔ یہ نحیف جامع الکلمات جو حاضرِ خدمت تھا، کیا دیکھتا ہے کہ اس پہاڑ جیسے جہاز پر چڑھتے ہی آپ کا چہرہ مبشرہ انقباض کے اثر سے بدل گیا۔ لیکن اکثر دوست اس کو نہ سمجھ سکے۔ اس جہاز میں تھوڑی دیر بیٹھے۔ آئینہ کی طرح اس کی دیوار و بوس و دیگر لوازمات کو سب نے پسند کیا اور اس کے مالک سے لنگر برداری کی میعاد کے متعلق پوچھا۔ جس نے آخری میعاد آٹھ (۸) دن بتائی۔ پھر دوبارہ بندرگاہ پر واقع اپنی قیام گاہ تشریف لائے اور فرمایا کہ "اُونٹ پھر کرائے پر لئے جائیں۔ تاکہ مکہ معظّمہ (زادہا اللہ شرفاً) میں حاضری دے کر طواف

وسجدے بجالائیں''۔ ان شہروں کے رہنے والے تمام یاروں، خادموں اور رفیقوں کو حضرت کا واپس تشریف لے جانا صورتحال کی مناسبت کے پیشِ نظر دشوار معلوم ہوا اور نہ جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت نے انہیں فرمایا کہ ''لنگر برداری میں ابھی آٹھ (۸) روز باقی ہیں۔ لہٰذا بیت العتیق کے آستانے کی زیارت کے بغیر ٹہرنا میرے لئے مشکل بلکہ بہت محال ہے۔''

چنانچہ دوبارہ خیر البلاد مکہ روانہ ہوئے اور یہاں کے یاروں کو جہاز کی تیاری کی اطلاع پر مامور فرمایا اور تاکید کی۔ اور ایک دو باخبر رفقاء کو اس بندرگاہ (معمورہ) پر چھوڑا۔ جب اس جامع الکلمات نے آپ سے اس ملال کے متعلق پوچھا جو جہاز پر چڑھتے وقت حضرت کو لاحق حال ہوگیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''میں اس جہاز میں غضب الٰہی لا متناہی دیکھتا ہوں۔ اس وجہ سے بہت متفکر تھا۔ چنانچہ اُس خادم کو ظاہراً مقرر کیا تھا۔ ناگزیر وجوہ کی بنا پر بغیر مشورت تحمل اور مہلت کے میرے پہنچنے اور دیکھنے سے پہلے ہی خود بخود تحریری معاہدہ کرکے اور سامان کی بار برداری کیلئے ہم کو اس جہاز کا پابند کردیا گیا۔ اگر معنوی عنایتِ خداوندی ہمارے ساتھ رہی اور اس جہاز کی سواری سے چھٹکارا مل گیا تو یہ غنیمت عظمیٰ ہے اور کیا ہی اچھی نعمت ہے''۔

بہ تمام خیریت عمرے کی سعادت سے مشرّف ہوکر مکہ معظمہ میں توقف فرمایا۔ ایک رات کے بعد اس جامع الکلمات سے فرمایا کہ ''اس جہاز پر بے شک قہار و جبار جل سلطانہ، کا غضب اور قہرمان نازل ہونا ہے، ضرور نقصان ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں باخبر رفیقوں کو آگاہ کریں۔ اگر کسی طور مالک جہاز اپنا کرایہ وصول کرنے پر بضد نہ ہو۔ اور ہمیں چھٹکارا مل جائے تو فبہا! ورنہ تدبیر کرکے عملی کوشش کریں۔ نیز دُخانی جہاز کی بھی تلاش کریں۔ جو بندرگاہ کراچی میں ہم کو پہلے اتار کر پھر بندرگاہ (معمورہ) بمبئی کو روانہ ہو''۔ حالانکہ ان دنوں دُخانی جہاز کا حرمین شریفین سے کراچی آنا قطعاً ناممکن و بعید از تصور تھا۔ تمام جہاز بمبئی کی طرف ہی جایا کرتے تھے اور وہاں جانا حضرت ایشان قدس سرہٗ کو گوارا نہ تھا۔

اس جامع الکلمات نے آپ سے بمبئی کی جانب بے رغبتی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ''سفر حج دوم میں مجھے ختم المرسلین ﷺ وصحبہ وسلم کی طرف سے وہاں جانے کی ممانعت ہوئی۔ لہٰذا اس بندرگاہ سے جانا ترک کردیا۔ بعد ازاں اگرچہ مجھے منع نہیں کیا گیا۔ لیکن رخصت بھی نہیں دی گئی۔ اور ممنوع کام کیلئے دوبارہ رخصت طلب کرنا یا اس کی طرف

میلان کرنا بھی میں اچھا نہیں سمجھتا اگر پھر آپ ﷺ خود بخود رخصت عطا فرما دیں تو یہ دوسری بات ہے ورنہ رخصت مانگنا میں قبیح سمجھتا ہوں، مگر میری اولاد اس ممانعت میں داخل نہیں کہ وہ خصوصیت میرے اس سفر کے لئے مخصوص تھی اور بس، اور ان سفروں میں میرا، اس طرف سے نہ جانے کا ارادہ میری طبیعت کی ناگواری کی وجہ سے ہے کہ جس سے ممانعت معلوم ہوتی ہے۔''

پس حضرت ایشان قدس سرہٗ کے فرمان واجب الاذعان پر، جو اِن رفیقوں یاروں اور خادموں کے لئے اس جہاز کے مالک سے حکمت عملی کے ساتھ چھٹکارا پانا اور دوسرے دُخانی جہاز کے بندوبست کی کوشش کرنا تھا، وہ سب حیران تھے اور اس بندرگاہ کے دوست و تاجر خندہ زن ہوئے کہ یہ دونوں امور بہت گراں اور ناقابل حصول ہیں۔ لیکن اپنے دلی خلوص کے ساتھ متفق ہو کر دل و جان سے کوشش کرنے لگے۔ بموجب من جد وجد (جس نے کوشش کی اس نے پالیا)۔

دو دل یک شود بشکند کوہ را

پراگندگی آرد انبوہ را

(دو (۲) دل جب ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو توڑ سکتے ہیں۔ ہجوم میں انتشار پیدا کر سکتے ہیں)۔

چنانچہ ایک دُخانی جہاز جس کا نام 'کونا' تھا، پہلے کراچی پھر بمبئی چلنے پر راضی ہو گیا۔ کیونکہ اس کے پاس سامان تجارت اور مسافر اسی بندرگاہ کے تھے اور حضرت ایشان قدس سرہٗ کو جدّہ واپسی کے لئے خط ارسال کیا گیا۔ اور اس جہاز سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے آٹھ (۸) روز کے بعد حکامِ وقت کے ہاں مقدمہ دائر کیا گیا کہ اس جہاز کے مالک نے دغابازی اور جعلسازی کی ہے۔ جہاز بھی صاف نہیں کیا اور نہ ہی وعدے کا ایفا کیا اور وعدے کے مطابق آٹھ (۸) دن کے دگنے یعنی سولہ (۱۶) دن گزر گئے ہیں، لیکن جہاز نے باندھے ہوئے لنگر نہیں کھولے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ پندرہ (۱۵) دن مکہ معظمہ زاد اللہ تکریماً میں ٹھہرنے کے بعد احباب کی طرف سے روانگی کا پروگرام موصول ہونے پر جدّہ روانہ ہوئے اور چودہ (۱۴) جمادی الاوّل ۱۲۸۷ھ بوقت صبح بندرگاہ جدّہ تشریف لائے۔ تائید الٰہی اور بہ برکت حضرت پناہی قدس سرہٗ ہم مسافر دوستوں کو حکامِ وقت کے فیصلے کے مطابق اس جہاز والے سے خلاصی حاصل ہو گئی۔ دریں اثنا پندرہ (۱۵) دن گزر گئے اور ۲۵ جمادی الاول ۱۲۸۷ھ کو اس دُخانی جہاز

میں بِسْمِ اللہِ مَجْرِیھَا وَ مُرْسٰھَا ط اِنَّ رَبِّی لَغَفُوْر'' رَّحِیْمْ [پ ۲-سورہ ھود ۱۱۔ آیت ۴۱] پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ خیروعافیت کے ساتھ دس (۱۰) جمادی الثانی کو کراچی اور سولہ (۱۶) کو اپنے دارالارشاد وطن مالوف پہنچے۔

حمد اللہ سبحانہ علیٰ ذالک (اس پر اللہ سبحانہ کا حمد و شکر ہے) اور وہ جہاز کا مالک سید تومینی، جسکو مقدمے میں شرمندگی اور خسارہ اٹھانا پڑا تھا، اس دُخانی جہاز کی لنگر برداری سے دو (۲) دن پہلے اپنے جہاز میں روانہ ہوا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے اپنے جہاز کے دریچہ سے اس کے قصر کو دیکھا۔ کہ جہاز بہت سے بادبان موافق ہوا کے دوش پر کھڑے کئے ہیں۔ (بندرگاہ کے تینوں دروازوں میں سے جو اس جگہ جزیروں کی گزرگاہ سے عبارت تھے) تیز رفتاری سے عبور کرتا ہوا گزر گیا۔ اس وقت رفیقوں میں سے ایک سادہ لوح نے کہا کہ کتنا اچھا جہاز ہے! حسن ورفتار میں بے مثال ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''اللہ سبحانہٗ کا شکر کرنا چاہیئے کہ ہمیں اس نے اپنے غضب کے موارد سے محفوظ فرمادیا اور مصیبت سے رہائی بخشی۔ اس جہاز پر میں اس حد تک قہار کا غضب اور قہر دیکھتا ہوں کہ اس کا غرق ہونا میری دانست میں لابدی اور اٹل ہے۔''

پس اس کے بعد یوں ہوا کہ جب وہ جہاز بندرگاہ گوادر کے برابر گہرے سمندر میں آیا تو بغیر کسی سبب اور طوفان وغیرہ کے اسکے تختوں سے پانی رسنا شروع ہوا۔ مجبوراً اس کے مالک نے مسقط کی طرف جو ہماری مقصود بندرگاہ تھی۔ اس کا مُنہ پھیر دیا۔ تاکہ وہاں پہنچ کر جہاز کی مرمت کروائے۔ اچانک آدھی رات کو جزیرہ سے ٹکر کھا کر جہاز ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اس حادثے میں پانچ سو (۵۰۰) حجاج اور ساٹھ (۶۰) مسافروں میں سے سوائے پانچ (۵) چھ (۶) آدمیوں کے کوئی بھی زندہ نہ بچا اور سب غرق ہوگئے اور ان کے سامان واسباب میں سے بھی کچھ نہ مل سکا۔

اعاذنا اللہ سبحانہ بلطفہ من غضبہٗ، و برحمتہ من نقمتہ و بجمالہ من جلالہ آمین۔ (ہم اللہ سبحانہٗ سے پناہ مانگتے ہیں، اس کے لطف کے ساتھ اس کے غضب سے، اور اس کی رحمت کے ساتھ اس کے انتقام سے، اور اس کے جمال کے ساتھ اس کے جلال سے) 'آمین'۔

☆☆☆

باب سوم
فصل پنجم

حضرت ایشان قدس سرہ' کا پانچواں حج

جاننا چاہیئے کہ حضرت ایشان قدس سرہ' اس سفر پر کامل استخاروں اور اللہ تعالیٰ کی شامل عنایات سے ۱۱ ماہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو اپنے مکان (جنت نشان) سے مع اہل وعیال روانہ ہوئے۔ چونکہ بمبئی کے راستے جانے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔ اس لئے روانہ ہونے سے کئی ماہ پہلے ایسے جہاز کی کوشش اور تلاش میں تھے جو بندرگاہ کراچی سے براہ راست بندرگاہ مقصود (جدہ) پہنچادے یا کوئی ایسا جہاز مل جائے، جو بندرگاہ بمبئی سے حاجیوں کو لے کر بندرگاہ مانڈوی یا کراچی لنگر انداز ہو اور یہاں سے حاجیوں کو لے کر جائے۔ کئی بار فرماتے تھے کہ "یہ دونوں صورتیں، کہ جو دراصل غیر مروج ہیں وقوع پذیر نہیں ہوسکتیں۔" اور دانا لوگ ان دونوں باتوں کو غیر ممکن تصور کرتے تھے اور جہازوں کے چلنے کا موسم نہ تھا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ بکمال شوق وذوق، اس تدبیر میں تھے اور اپنے رب پر توکل بھی کیے ہوئے تھے۔ اس دوران آپ فرماتے تھے "تعجب ہے کہ مجھے اس سفر کی بشارت تو دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سبحانہٗ کے اصفیاء کی جانب سے مجھے رخصت ملی ہے لیکن بمبئی کے راستے جانے سے منع کیا گیا ہے۔ اور میری طبیعت بھی اس طرف مائل نہیں۔ اور ابھی تک کسی بندرگاہ کا دروازہ نہیں کھلا۔ معلوم نہیں کیا پیش آنے والا ہے۔" اس جامع الکلمات کو اپنے ایماء عنایت نما سے مطلع فرمایا کہ "جیسا کہ قبل ازیں مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا کی راہ میں تم نے عربی مناجات (نعت) لکھی تھی۔ اب کی بار یہاں فارسی میں مناجات (نعت) لکھو۔ ممکن ہے کہ قبول ہوجائے۔" چنانچہ فی البدیہہ یہ اشعار موزوں ہوئے جن کو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔

مناجات (بصورت نعت)

تصنیف جامع الکلمات

۱۔ بیدلانرا یا شفیع المذنبین فریاد رس
عاشقانرا رحمۃً للعٰلمین فریاد رس

بے دلوں کی، اے گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے، فریاد سن لیں۔ رحمۃ للعلمین ﷺ، اپنے عاشقوں کی فریاد سُن لیں۔

۲۔ نیست جُز تو واقفِ حال درونم سوختہ
دردمنداں را شہ صدر الامین فریاد رس

میرے اندرونی سوختہ حال سے تیرے سوا اور کوئی واقف نہیں۔ اے شہ صدر الامین ﷺ، دردمندوں کی فریاد سُن لیں۔

۳۔ روز و شب شد در فراق و آرزویت یا رسولؐ
کی دمد صبح رخت اے خورجبین فریاد رس

اے اللہ کے رسولؐ! آپ کے فراق میں شب و روز بسر ہو رہے ہیں۔ اے روشن جبین والے اسباب سفر باندھنے کی صبح کب ہوگی فریاد سُن لیں۔

۴۔ اِنَّہٗ مَا جِئۡتَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡن
نیستم جُز تو کسے نعم المعین فریاد رس

آپ تو عالمین کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں۔ آپ کے سوا میرا کوئی مددگار نہیں۔ فریاد سُن لیں۔

۵۔ مسئلت دربار گاہت نا ورم از سیم وزر
عاشقِ رُوئے توام بس دلحزیں فریاد رس

آپ کی بارگاہ میں سونے چاندی کا سوال نہیں لایا۔ آپ کے چہرے مبارک کا شیدا ہوں۔ مغموم دل کی فریاد سُن لیں۔

۶۔ یک زمانم رہ بسوئے روضہ ات بکشا سرا
لطف فرما درمدینہ کن مکیں فریاد رس

ایک گھڑی کے لئے اپنے روضہ کی راہ کھول دیں۔ لطف فرمائیں
اور مدینہ میں مکین کردیں فریاد سُن لیں۔

۷۔ بند دربند بلادِ سندہ گشت این بندۂ
بند بکشا اے امام المتقین فریاد رس

سندھ کے شہروں میں یہ بندہ اسیر ہے۔ اے امام المتقین ﷺ اس
کے بند کھول دیں اور فریاد سُن لیں۔

۸۔ ازبلیات فراقم جان برلب آمدہ
الغیاث اے خاتم للمرسلین فریاد رس

آپ کے فراق کی سختیوں سے جان لب پر آ چکی ہے۔ فریاد ہے اے
خاتم المرسلین ﷺ فریاد سُن لیں۔

۹۔ از اشارت ماہ اندر آسمان کردی دو نیم
باری آخر صاحب حبل المتین فریاد رس

ایک اشارے سے آپ نے آسمان پر چاند کو دو (۲) نیم کردیا۔ اے
صاحب حبل المتین ﷺ ایک بار پھر فریاد سُن لیں۔

۱۰۔ در ہوائے روضہ ات حیرانم سردر گراں
الغیاث اے رہبر دنیا و دیں فریاد رس

آپ کے روضہ کو دیکھنے کی آرزو میں حیران و سرگرداں ہوں۔ اے
دنیا و دیں کے رہبر ﷺ فریاد ہے فریاد سُن لیں۔

۱۱۔ درد مندم در غم و ہجرت شدہ عمرم تلف
آہ عمرم شد امان الخائفین فریاد رس

آپ کے غم اور جدائی میں مجھ دردمند کی عمر گذر گئی۔ آہ! میری عمر
خوف سے امان دینے والی ہو فریاد سُن لیں

۱۲۔ چون خدایت گفت السّائل فلا تنہر چرا
دیر میسازی بد این اندوہ گین فریاد رس

آپ کے خدا کا حکم یہ کہ سوالی کو مت جھڑکو۔ پھر آپ دیر کیوں کر رہے ہیں اِس غمزدہ کی فریاد سُن لیں۔

۱۳۔ الغیاث اے مصطفےٰ والغیاث اے مجتبےٰ
وقت آمد پیش از گور زمین فریاد رس

فریاد ہے اے مصطفےٰ ﷺ اور فریاد ہے اے مجتبےٰ ﷺ۔ مدد کا وقت ہے عالمِ قبر سے سوالی کی فریاد سُن لیں۔

۱۴۔ روضہ ات بنما کہ مشتاقِ لقائے او منم
اے نثارت خان و مان و آن و این فریاد رس

اپنا روضہ دکھائیں کہ اس کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ آپ پر کہ گھر اور عزت این و آں قربان فریاد سُن لیں۔

۱۵۔ یا محمدؐ کن سعیدم فال با حال حسن
تا شود جان و دلم با تو قرین فریاد رس

اے محمد ﷺ میرے نام کی مناسبت سے میرا حال ٹھیک کر دیں۔ تا کہ میری جان اور دل آپ کے قریب ہوں فریاد سُن لیں۔

آپ نے میری اس مناجات (نعت) کو بہت پسند فرمایا۔ اور چند روز تک میں نے دیکھا کہ آپ کبھی کبھی اس مناجات (نعت) کو آبدیدہ ہو کر پڑھتے۔ حتیٰ کہ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ ”تمہاری یہ مناجات (نعت) قبولیت کے آثار رکھتی ہے۔ لیکن کیا ہی اچھا ہو کہ ایسی مناجات (نعت) کہو جس میں خاص طور پر عرض کیا گیا ہو کہ اس سال خجستہ فال ۱۲۹۲ھ میں کوئی سبب پیدا ہو اور سفر خیر اثر کے لئے میری قسمت یاوری کرے۔ لانہٗ اذ اراد اللہ شیئاً ھیا اسبابہٗ (کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے)۔ اگر اسی سال خدا تعالیٰ چاہے تو اس کے اسباب کا ظہور کسی بندرگاہ کا راستہ کھول کر فرمادے تو کیا ہی اچھا اور بڑی نعمت حاصل ہو۔“ آپ کی خوشنودی کی خاطر اور حکم کی تعمیل

کرتے ہوئے میں نے جلد ہی یہ مناجات (نعت) لکھ کر پڑھی۔ آپ نے مسکراتے ہوئے حاضرین کو اس جامع الکلمات کا نام لے کر فرمایا کہ ”اس مناجات (نعت) میں ہمارے شوق وذوق کی عکاسی کی گئی ہے گویا ہماری طرف سے اس میں ایک روزن نمودار ہوا ہے۔ اس مناجات (نعت) کے پڑھنے والوں سے حق تعالیٰ سبحانہ کی رحمت اور لطف قریب ہے“۔ اور وہ مناجات (نعت) یہ ہے۔

مناجات (نعت)

تصنیف جامع الکلمات

۱۔ توئی ملجاء عشاقان محمد یا رسول اللہ ﷺ
توئی ماواء مشتاقان محمد یا رسول اللہ ﷺ

آپ ہی عشاقوں کے ملجا ہیں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ہی مشتاقوں کے ماوا ہیں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۲۔ بدہ آدم بآب و گل تو بودی ز آب ہستی گل
ملائک جملہ ات بلبل محمد یا رسول اللہ ﷺ

جب آدمؑ پانی اور مٹی میں تھے تو آپ ہی آب ہستی کا پھول تھے۔ تمام ملائک بلبل کی طرح آپ کے رطب اللسان تھے محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۳۔ خدا را مر حبیبی تو بعالم فیض غیبی تو
سوالم را مجیبی تو محمد یا رسول اللہ ﷺ

آپ خدا کے حبیب ہیں عالم کے لئے فیض غیبی ہیں۔ آپ میرے سوال کو قبول کرنیوالے ہیں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۴۔ ز عشق و ہجرت و دردم چناں گردیدہ ام ہر دم
کہ برلب آمد ستم دم محمد یا رسول اللہ ﷺ

آپ کے عشق و جدائی کے درد میں ایسا ہو گیا ہوں کہ ہر دم۔ جان لب پر آئی ہوئی ہے محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۵۔ نہ یاری مانند کس مارا بجز تو نیست بس مارا
توئی فریاد رس مارا محمد یا رسول اللہ ﷺ

میرا کوئی یار و مددگار نہیں آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔ آپ ہی میرے فریاد رس ہیں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۶۔ ہمہ یاران خشنودی بودندو عیش بہبودی
بغم داندم آلودی محمد یا رسول اللہ ﷺ

سب خوشنودی، عیش بہبودی کے ساتھی ہیں۔ اور میں غم میں مبتلا ہوں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۷۔ ہمہ یاران ازیاری بگشتہ خالی وعاری
توام کز لطف نگذاری محمد یا رسول اللہ ﷺ

سب دوست دوستی کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ لیکن آپ اپنے لطف سے مجھے مت چھوڑئیے محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۸۔ کجا کز بخت روز افزوں روم در طیبۂ میموں
بگویم از دل محزوں محمد یا رسول اللہ ﷺ

کہاں ہے وہ بخت اور اچھا دن کہ طیبہ مبارک جاؤں۔ غمزدہ دل سے کہتا ہوں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۹۔ اگرچہ بس تبہ کارم ولی امیدنگذارم
بکش زاینجاءِ یکبارم محمدیا رسول اللہ ﷺ

اگرچہ میں تباہ کار ہوں ولیکن امید کو نہیں چھوڑا۔ اس جا سے مجھے ایک بار کھینچ لیجئے محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۰۔ توئی مر رحمت عالم توئی واقف بر احوالم
کہ ہمچون مُرغِ بے بالم محمد یا رسول اللہ ﷺ

آپ ہی عالم کے لئے رحمت ہیں آپ ہی میرے حال سے واقف ہیں۔ کہ بے بال و پر پرندے کی مانند ہوں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۱۔ توئی برحق امامِ ما توئی نور ظلامِ ما
برآید از تو کامی ما محمد یا رسول اللہ ﷺ

آپ ہی میرے امام برحق ہیں آپ ہی میری ظلمت کے لئے روشنی ہیں۔ آپ سے ہی مرا مقصد پورا ہوگا محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۲۔ بتن محبوس در سندھم بدل در طیبہ خورسندم
زتن ہم کش تو ایں بندم محمد یا رسول اللہ ﷺ

جسمانی طور پر میں سندھ میں محبوس ہوں دلی طور پر طیبہ میں خوش ہوں۔ اس بندے کے جسم کو قید سے چھڑائیں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۳۔ دلم بس تنگ شد اینجا زعشقت سرورِ اسرا
فدا پیشِ تو جانِ ما محمد یا رسول اللہ ﷺ

اے سرور اسریٰ! آپ کے عشق میں اس جگہ میرا دل تنگ ہوگیا ہے۔ میری جان آپ پر فدا محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۴۔ توئی عشّاق رایاری درین سندم تونگذاری
بلطفت پیش خود آری محمد یا رسول اللہ ﷺ

آپ عشاق کے قدر دان ہیں یہاں سندھ میں مجھے نہ چھوڑیں۔ اپنے لطف سے اپنے پاس بلائیں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۵۔ کنی از لطف میلی گردوان آیم بپائی سر
بہ پیش روضئہ اطہر محمد یا رسول اللہ ﷺ

اگر اپنا لطف کریں تو میں سر کے بل دوڑتا آؤں۔ آپ کے روضۂ اطہر کے آگے محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۶۔ شنوزاری واین نالم بخود برکش درین سالم
کہ بس محزون بی حالم محمد یا رسول اللہ ﷺ

میری نالہ و زاری سُن لیں اور اسی سال مجھے بُلائیں۔ کہ بس میں غمزدہ اور بے حال ہوگیا ہوں محمد یا رسول اللہ ﷺ۔

۱۷۔ نکردی پیش زین کاہی چنیں بندم ازیں راہی
شنو یکبار باز آہی محمد یا رسول اللہ ﷺ

اس سے قبل ایسی بندش اس راہ میں کبھی نہیں ہوئی۔ ایک بار اور میری آہ سنیئے محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۸۔ نظر برد لفگارِ من فکن بین اضطرارِ من
بشو یاور بکار من محمد یا رسول اللہ ﷺ

میرے دلفگار پر نظر کیجئے، میری بے قراری کو دیکھئے۔ میرے کام میں میرے مددگار بنیئے محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۹۔ سعیدم کن بلطفِ خود رہایم دہ زنفسِ بد
کہ عصیانم گذشت از حد محمد یا رسول اللہ ﷺ

اپنے لطف سے مجھے سعید کیجئے، نفس بد سے مجھے رہا کیجئے۔ کہ میرے گناہ حد سے گذر چکے ہیں محمد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تنبیہ: اس مناجات (نعت) اور اس سے پہلی مناجات (نعت) میں جو سندھ سے خلاصی طلب کرنے کا سوال کیا گیا ہے۔ وہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ذکر انشاء اللہ ذکر زیارت مدینہ منورہ کے دوران علیحدہ بیان کیا جائے گا۔

قادر قدیر کی قدرت سے اچانک یہ واقعہ ظہور پذیر ہوا کہ ولایت (بیرونی ممالک) کے کفار کے تاجروں کے دُخانی جہازوں میں سے ایک جہاز کراچی کی بندرگاہ سے جدّہ تک ہر ماہ روانہ ہونے لگا تھا۔ یہ ولایت سے طے شدہ اور پکا دستور بن گیا تھا۔ اس بات کو سُن کر حضرت ایشان قدس سرہٗ بہت خوش ہوئے اور اس کو سبب بابِ کشائی سمجھا۔ فوراً اپنے آدمیوں اور خادموں کو جدّہ تک کرایہ وغیرہ طے کرنے کے لئے کراچی بھیجا۔ اور ان کے لکھنے کے مطابق ۱۲ شعبان ۱۲۹۲ھ بروز پیر آمادۂ سفر ہوکر پاؤں رکاب میں رکھا اور تلہار سے بحری کشتی پر سوار ہوکر حیدرآباد سندھ آئے۔ وہاں سے ریل کے راستے کراچی تشریف لائے۔ دُخانی جہاز 'حملان' نامی میں سوار ہوکر بروز پیر تاریخ ۲۴ ماہ شعبان کو روانہ ہوئے۔ دوسری اور تیسری

رمضان المبارک عدن میں، اور پانچویں تاریخ حدیدہ میں گذار کر، خیریت، آرام اور امن کے ساتھ ۹ تاریخ کو جدّہ شریف اور ۱۲ تاریخ کو مکہ معظّمہ زادہا اللہ شرفاً میں شرف اندوز ہوئے۔

فائدہ: حدیدہ اور جدّہ کے درمیان دورانِ سفر، احرام باندھنے کے بعد اس جامع الکلمات کو فرمایا کہ ''آج کی رات انوارِ حقیقتِ کعبہ ربانی نے کمال حسن و جمال اور نہایت درخشندگی جمال کے ساتھ پرتو ڈالا ہے۔'' کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ ''اکابر مشائخ اوّلین قدس سرھم نے استقبالِ حقیقتِ کعبہ کے اثبات اور بعض نے ''بیت اللہ کا ولی کامل کو طواف کرنا'' کے بارے میں تصریح فرمائی ہے۔ پس ایسے اولیائے کاملین کے لئے طواف عمدہ یا زیارتِ کعبہ سے کیا فائدہ ہے اور یہ کس معنی پر مبنی ہے؟'' سب نے از راہِ ادب خاموشی اختیار کی۔ مگر اس جامع الکلمات نے آپ کی عنایات کی بدولت گستاخی کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''شاید سنتِ نبویؐ کی رعایت سے ہو۔'' پس کمال خوشی وانبساط سے فرمایا ''ہاں ایسا ہی ہے۔

اثر صحیح میں وارد ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا:۔

انک حجر لا تضر ولا تنفع ولولا انی رایته علیه الصلواة والسلام یقبلک ما قبلتک فقال علی کرم الله وجهه و رضی الله عنه یا امیر المومنین هُوَ یضر وینفع. (للحدیث) (تو ایک پتھر ہے۔ نہ نفع دیتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کو چومتے نہ دیکھتا۔ تو میں تجھے نہ چومتا۔ پس علی کرم اللہ وجہہٗ اور رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ''اے امیر المومنین یہ نقصان بھی دیتا ہے اور نفع بھی)''۔

تنبیھہ: جامع الکلمات کہتا ہے کہ اس کلام سے حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی تعریض فقط نقصان اور نفع کے اثبات میں تھی۔ نہ اس کے بوسہ دینے اور اس کی تکریم کرنے پر۔ جو حضرت محمد مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام کے فعل اور امر سے مخصوص ہے۔ انه ماشرع فعل من الادیان السابقه عندنا الا بتشریعهٔ صلی الله علیه وسلم (تحقیق جو فعل سابقہ ادیان میں شرعاً جاری نہ تھا، وہ آپ کے ہاں، شریعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں، جاری ہوا)۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''کامل اولیاء کمال متابعت سے اپنے ارتقائی مدارج اور برگزیدہ راہوں میں اور خصوصی حقائق مصطفوی علی صاحبہا الصلواۃ والسلام میں متحقق، فانی اور باقی ہو جاتے ہیں۔ اور

کلیتاً اپنی خودی سے نکل کر اس میں فنا حاصل کرتے ہیں، بلکہ باعتبار فنا اور بقا کے، ذات حضرت کبریا میں ایک دوسرا وجود حاصل کر لیتے ہیں۔ اور تمام اوصاف بشری سے بالاتر ہو کر اسمِ ذات سے مسمّٰی اور صفتِ ذات سے متصّف ہو جاتے ہیں۔ پس کامل محققین کی حقیقت (انسانی) کعبہ کی حقیقت سے افضل اور اشرف ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کعبہ حقیقتاً اس عالمِ صورت میں مسجودِ انسانی ہے۔ اِسی لئے کہا جاتا ہے ''اللہ کے نزدیک مومن کا خرقہ (گودڑی) اس کے گھر سے زیادہ مرتبہ والا ہے۔''

صاحبِ کمالات سیّد میر نور علی سے منقول ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ''ایک بار خواجہ ثانی قدس سرہٗ اپنے حالِ بے خودی میں مستغرق بیٹھے ہوئے تھے اور عالمِ صورت کی آپ کو کچھ خبر نہ تھی۔ اور میں نور علی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ کعبۃ اللہ آپ کے گرد طواف کر رہا ہے۔ میں نے چاہا کہ میں بھی طواف کروں، لہٰذا میں اٹھا اور اشواط (پھیروں) کا آغاز کیا، کہ اچانک آپ اپنی حالتِ خودی میں آ گئے اور جلد اٹھ کر مجھے منع کیا۔ میں نے عرض کیا کہ ہمارا مسجود بھی تو آپ کا طواف کر رہا ہے پس ہم کیوں نہ کریں بلکہ براہِ مہربانی آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تاکہ میں طواف کے پھیرے پورے کرلوں۔ آپ نے چشمِ کرم سے دیکھ کر فرمایا کہ ''شریعت اور حضرت ختمی مرتبت کی سنت سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہیئے کہ یہ نورانیت نما ظلمت ہے اور شکر کی طرح زہر۔ فافہم (پس اسے سمجھیں)۔''

نیز حضرت ایشان قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ''اسفل السافلین سے مراد انسان ہے۔ اس طرح احسنِ تقویم میں مخلوق بھی یہی انسان ہے۔ لیکن یہ اس طرح ہے کہ دل اس کا مثلث (تکونی) شکل کا ہو یا مربع (چوکونہ) کعبہ کی صورت پر مع حطیم کے یا اس سے الگ۔ باعتبار خواطر (طبیعتوں) کے۔''

الغرض، باقی ۱۹ روزے مکہ معظمہ زیدا شرفا میں غنیمت سمجھے گئے۔ باوجودیکہ گُردے میں پتھری اور مثانہ کے مرض میں مبتلا تھے۔ درد کی شدت کی وجہ سے بہت تکالیف ہوتی۔ بسا اوقات بہت بے قرار ہو جاتے۔ مگر آپ نے کبھی روزہ ترک نہیں کیا۔ عمرہ کرنے کی طاقت نہ ہونے کے باوجود ماہِ رمضان میں عمرے ادا کرتے رہے۔ اور اپنے تمام احباب کو رمضان شریف میں عمرہ ادا کرنے کی بہت ترغیب دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ تمام پردہ دار خواتین کو بھی رات کے وقت کئی بار شغدفوں پر سوار کروا کے عمرہ کے لئے بھیجا۔ اور ماہِ شوال میں کعبہ معظمہ

میں داخل ہوکر ذات سے قرب اندوز ہونے کے بعد، زیارت فیضِ بشارت مسجدِ نبویؑ اور قبر مصطفوی علی صاحبہا الصلواۃ والسلام کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ اٹھارہ (۱۸) شوال کو روانہ ہوکر اسی ماہ کی ۲۹ تاریخ کو مدینہ طیبہ زاداللہ شرفا میں وارد ہوئے۔

تمام بڑے بڑے رئیس سندھ جو اس سفر میں آپ کے رفیق تھے۔ اس خطرے کے پیش نظر کہ عرب شریف میں ان دنوں بارش کا موسم ہے۔ اگر بالفرض ندی نالے چڑھ گئے اور راستے مسدود ہوگئے تو حج فوت ہوجائے گا۔ آٹھ (۸) روز ٹھہرنے کے بعد وہ واپس لوٹے۔ لیکن حضرت ایشان قدس سرہٗ جو زیارت فیضِ بشارت کا کمال شوق رکھتے تھے، مدینہ طیبہ میں پورا ایک مہینہ ٹھہرے۔ یہاں کے ساکن اور عمائدین حاضرِ خدمت ہوتے رہے۔

راستے میں آتے وقت پتھری نکلنے کی وجہ سے شدید تکلیف اٹھانی پڑی۔ نیز دن رات کی سواری سے درد و آلام اور تولید ریاح میں زیادتی ہوئی۔ لیکن حقیقتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلواۃ والتحیۃ کے ساتھ کمال شوق و یگانگت رکھتے تھے۔ چنانچہ ان تکلیفوں کو انعامات سے اچھا سمجھتے۔ اور راستہ جلد طے کرنے کی تاکید فرماتے۔ باوجودیکہ اُونٹ والے اور رفقاء سفر آپ قدس سرہٗ کی علالت کی وجہ سے ایک دو (۲) روز آرام کرنے کے لئے عرض کرتے، مگر آپ اسے قبول نہ فرماتے۔ بلکہ ایک دن ہم حاضرین کو خوشخبری کے طور پر ارشاد فرمایا کہ ''یہ دُکھ اور تکلیفیں جو صورتِ بیقراری میں بخشی گئی ہیں۔ حقیقت میں میرے حالِ باطن کی تائید کرنے والی ہیں۔ جن سے ان کو آگاہی نہیں۔''

ایک روز مکاتیبِ مجدّدیؒ جو آپ کے ہمراہ تھا، منگوایا اور ایک مکتوب اپنے دستِ مبارک سے کھول کر اس جامع الکلمات کو پڑھنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم جب میں پڑھ چکا تو فرمایا۔ ''پس اگر اولیاء اللہ پر کسی بلاء مرض کی شدت یا قید و بند کی سختی آئے تو غم نہیں کرنا چاہیئے۔'' البلاء للولاءِ کاللھب للذھب (بلا اولیاء کے لئے ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے سونے کے لئے تیزاب)۔

یا رضائے یا ربایدیا رضائے خویشتن

(یا دوست کی رضامندی چاہیئے۔ یا اپنی مرضی)۔

اور وہ مکتوب یہ ہے۔

مکتوب پنجم بنام سیادت و ارشاد پناہ میر محمد نعمان

حضرت مجدّد الف ثانی (مدظلۂ العالی) رحمتہ اللہ علیہ کے بعض احوال اور خصوصی ذوق کے بیان میں جو آپ کو بعض تکالیف کے ذریعے حاصل ہوئے۔

الحمد اللہ و کفیٰ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ روشن ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے، کہ یہ عنایت حق تعالیٰ کے جلال وغضب کی صورت میں اس وقت تک ظاہر نہیں ہوئی۔ جب تک کہ قیدِ زنداں میں، میں محبوس نہ ہوا۔ ایمان شہودی کے تنگ کوچے سے کُلیتاً آزاد نہ ہوا، ظلال، خیال اور مثال کی گلیوں سے بالکل باہر نہ نکل آیا۔ اور ایمان بالغیب کی شاہراہ میں مطلق العنان بن کر حیرت زدہ نہ ہوا۔ حضور غیب چشم ادراک اور شہود کے استدلال سے، وجہ کمال سے ہم آہنگ نہ ہوا اور اوروں کے ہُنر کو عیب اور ان کے عیب کو ہُنر، کامل ذوق اور بالغ وجدان سے نہ جانا۔ بے ننگی و بے ناموسی کے خوشگوار شربت اور خواری و رسوائی کے مزیدار مربے نہ چکھے۔ اور مخلوق کے طعن و ملامت کے جمال سے محظوظ نہ ہوا۔ لوگوں کے بلا و جفا کے حُسن سے محفوظ نہ رہا۔ اور غسال (غسل دینے والے) کے ہاتھوں میت کی مانند بے بس کی طرح مکمل طور پر اپنے ارادہ واختیار کو ترک نہ کیا۔ آفاق وانفس کے تعلق کے ناطے تمام وکمال نہ توڑے۔ توبہ، التجا، استغفار، ذلت اور انکساری کی حقیقت کو حاصل نہ کیا اور حضرت حق سبحانہ' کی بلند منزلت استغنا (بے پروائی) کا، جو عظمت و کبریائی کے میزان میں بعض اوقات سبک ہوتی ہے، مشاہدہ نہ کیا اور اپنے آپ کو احتیاج اور وتر کے کمال سے بندۂ خوار وزار و ذلیل اور بے اعتبار و بے ہنر اور بے اقتدار نہ بنایا۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ‌ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۞ [پ ۱۳۔ سورہ یوسف ۱۲۔ آیت ۵۳] (اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا۔ بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔ مگر جس پر میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے)۔ اگر محض فضل تواتر فیوض

وارداتِ الٰہی جل شانہٗ اور لگاتار عطیات وعنایات نامتناہی اس حق تعالیٰ سبحانہٗ کی اس محنت کدہ (سینے) میں شامل حال نہ ہوتیں تو امکان تھا کہ معاملہ، مایوسی تک پہنچتا اور رشتہ امید ٹوٹ جاتا۔

الحمد للّٰہ الذی عافانی فی عین البلاء، و کرمنی فی نفس الجفاء و احسن بی فی حالتہ العناء، و و فقنی علی حالتہ الشکر فی السراء والضراءِ وجعلنی من متابعی الانبیاء و من مقتفی اثار الاولیاء ومن محبی العلماء و الصلحاء، صلوات اللّٰہ سبحانہ و تسلیما تہ علی الانبیاء اولاء علیٰ مصد قیھم ثانیا و السلام . (سب حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے مجھے عین بلا سے بچایا اور مجھے عزت دی، اپنے نفس پر ظلم کرنے سے، اور اچھا سلوک کیا مجھ سے حالتِ نافرمانی میں، اور توفیق بخشی مجھے شکر کرنے کی تکلیف و خوشی کی حالت میں، اور مجھے انبیاء کے متبعین میں سے کیا، اور اولیاء کرام کا پیروکار بنایا، اور علماء وصلحاء سے محبت کرنے والوں میں سے کیا۔ صلواۃ وتسلیمات اللہ سبحانہٗ کی ہوں۔ اولین انبیاءؑ پر اور ان کی تصدیق کرنے والے ثانی انبیاءؑ پر۔ والسلام)۔

اس فقیر جامع الکلمات کی دو(۲) مناجات۔ ایک مثمن ☆ جد بلطفک یا الھیٰ من لہ زاد" قلیل اور دوسری مناجات مخمس ☆☆ عربی، جو وطن میں حضرت ایشان قدس سرہٗ کی مرضی کے مطابق اس سفر کے پختہ ارادے کے وقت لکھی گئیں۔ دورانِ سفر آپ گاہے گاہے سنا کرتے اور پسند کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ "بلاشک اِن دونوں مناجاتوں میں تاثیر قبولیت رچی بسی ہے"۔ اور وہ دونوں اس طرح ہیں۔

☆ مثمن آٹھ (۸) کو کہتے ہیں۔ اس مناجات میں گیارہ (۱۱) بند ہیں۔ ہر بند میں آٹھ شعر ہیں۔ یہ مناجات حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہٗ (جامع الکلمات) نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی عربی مناجات کی تضمین پر لکھی ہے۔ چنانچہ ہر بند کے پہلے چھ (۶) اشعار حضرت مہاجر مکی قدس سرہٗ کے کہے گئے فارسی میں ہیں اور آخری دو (۲) اشعار خلیفہ اولؓ کی عربی مناجات کے ہیں۔

☆☆ مخمس پانچ (۵) کو کہتے ہیں۔ اس کے ہر بند میں پانچ (۵) شعر ہیں۔

مناجات مثمن

از جامع الکلمات

۱۔ اے صبا الحب برخیز از من حیران و ذلیل
تیزرو اند رحریمِ کعبئہ ربِّ جلیل
سبع اشواط طواف آور بجائی قال و قیل
نیزیک نفل طواف از عجز و شوق بے بدیل
پس عرض بنما کہ آن عاشقِ رسول توجمیل
گویدو آرد پناہ آن شفیع بے عدیل

جد بلطفک یا الٰہی من لہٗ زاد قلیل
مفلس بالصّدق یاتی عند بابک یا جلیل

اے صبا! محبت سے اٹھ مجھ حیران و ذلیل کے ہاں سے، تیزی سے حریم کعبئہ رب جلیل میں جا۔ اور کسی قال و قیل کے بغیر سات بار طواف بجالا، نیز ایک نفل طواف بے بدل عجز و شوق سے پورا کر۔ پس عرض کر کہ تیرے رسول جمیل کا یہ عاشقِ جمیل، عرض کرتا ہے اور اس شفیع بے عدیل کی پناہ چاہتا ہے۔ اپنے لطف سے یاالٰہی اس پر کرم فرما جس کے پاس قلیل زادِ راہ ہے، یہ مفلس صدق کے ساتھ اے جلیل تیرے در پر آیا ہے۔

۲۔ بازرو در مسجد نبویؐ طیبہ و آن حریم
پس زتکریمش بپا پیشِ شفیعِ روز بیم
دست بستہ گو کہ رس فریادم اے شاہ کریم
مذنبم پُرجرم عاصی وتبہ کار و جریم
من ذمیم و مجرمم ای تورؤفی و رحیم
درجنابِ پاک حق بر گو بہ حالم ذمیم

ذنبہ ذنب" عظیم فاغفر الذنب العظیم
انہٗ شخص غریب" مذنب" عبد" ذلیل

پھر مسجد نبوی طیبہ اور حرم میں جا، قیامت کے روز شفاعت کرنیوالی ذات کے آگے باادب پیش ہو۔ دست بستہ کہہ کہ اے کرم والے بادشاہ میری فریادرسی کریں، میں گنہگار جرم سے بھرا عاصی تباہ کار اور مجرم ہوں۔ میں برائیوں سے بھرا مجرم ہوں تو رؤف و رحیم ہے، حق پاک کی بارگاہ میں میرا ذلیل حال بیان کر۔ اس کے گناہ عظیم ہیں پس ان عظیم گناہوں کو بخش دے، تحقیق یہ غریب گنہگار شخص اور ذلیل بندہ ہے۔

۳۔ یا حبیب اللہ رسول اللہ ندارم بہر عفو
درجناب حق بجز تو اے شہ اسرا وصحو
لطف فرما تارھم از شر نفس ولعب ولھو
آیم اندر بارگاہِ روضہ ات در عشق محو
عتبئہ بوسیدہ و گریان شوم از جرم بلو
تا تواز جرمم بگوئی با خدا ازراہ حنو
منۂ عصیان و نسیان و سھوٌ بعد سھو
منک احسان" و فضل بعد اعطاء جزیل

اے حبیب اللہ رسول اللہ ﷺ میرے لئے آپ کے سوا بخشش کا اور کوئی وسیلہ و ذریعہ نہیں، حق کی بارگاہ میں سوائے آپ کے اے شہہ اسرا وصحو۔ لطف فرمائیں تاکہ نفس کے شر اور لہو ولعب سے چھٹکارا پاؤں، آپ کے روضۂ مقدسہ میں محوِ عشق ہو کر آؤں۔ اپنے جرائم کے سبب چوکھٹ چوموں اور روؤں، تاکہ آپ خدا سے میرے گناہوں کے بارے میں شفاعت فرمائیں۔ اس (بندہ) کی طرف سے گناہ و بھول اور خطا اندر خطا ہے، بکثیر عطاؤں کے علاوہ تیری طرف سے احسان اور فضل ہے۔

۴۔ یا شفیع المذنبین از تو ہمی خواہم مدد
نیست برحال درونم واقفِ جز تو احد
جرم عصیان و گناہ ہم گذشتہ از عدد
بس سیہ شد لوح اعمال من از افعال بد
شو شفیعم نزد حق بر گو دعایت نیست رد
کامی الٰہی بندہ ات با عجز افزوں تر زحد

قال یا ربی ذنوبی مثل رمل لا تُعد
فاعف عنی کُلّ ذنبٍ فاصفح الصفح الجمیل

اے گنہگاروں کی شفاعت کرنیوالے آپ سے مدد چاہتا ہوں، آپ کے سوا میرے باطنی حال سے اور کوئی واقف نہیں۔ میرے عصیان و گناہ کے جرم گنتی سے باہر ہو چکے ہیں، بُرے افعال سے میرے اعمال کی تختی سیاہ ہو چکی ہے۔ حق پاک کے نزدیک میری شفاعت کرنے والے ہو جائیں کہ آپ کی دعا رد نہیں ہوتی، کہ اے ذاتِ الٰہی تیرا یہ بندہ حد سے زیادہ عجز و انکساری کر رہا ہے۔ کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ ریت کے ذرّوں کی مانند لاتعداد ہیں، پس میرے سب گناہ معاف فرما دے۔ درگذر کر کہ تو سب سے اچھا درگزر کرنے والا ہے۔

۵۔ رحمتہ" للعالمینی صاحبِ خُلقِ عظیم
کی رسد اندر حریمت این گنہگار و اثیم
اے حریم روضہ' تو معدنِ گنجِ فخیم
نیست چوں مافی الضمیرم جز بعشقت ای رحیم
از پئی تحصیل این فضل تو چُون کنز عمیم
روز و شب این ورد دارم درزبان و دل صمیم

رب ھب لی کنز فضلٍ انت وھاب" کریم
اعطنی مافی ضمیری دلّنی خیر الدّلیل

آپ جہانوں کیلئے رحمت اور خلق عظیم کے صاحب ہیں، یہ خطا کار و گنہگار آپکے حرم پاک میں کس طرح پہنچے۔ آپ کا روضہ پاک اور حرم جو بزرگی کے خزانے کی کان ہے، اے رحیم میرے دل میں سوائے تیرے عشق کے اور کچھ نہیں۔ اس فضل کے حصول کی خاطر جو کہ عام گنجینہ ہے، زبان اور قلب صمیم میں یہ ورد روز و شب رکھتا ہوں۔ اے رب میرے مجھے اپنے فضل کا گنجینہ عطا کر کہ تو بڑا ہی سخی کرم کرنیوالا ہے، جو میرے دل میں ہے وہ عطا کر اور میری رہبری خیر سے فرما۔

۶۔ بعد ازاں از مدعاءِ اشتیاقم بے خلاف
دست بستہ عرض کن پیشِ شہ صاحب عفاف
اینچنیں کای یارِ غار زبدۂ آلِ مناف
عمر من بگذشت در جرم و خطا و کذب ولاف
عفوم از حق خواہ پیش شاہ فخر قاف قاف
وایں دعایت خواہ بہر من زحق از ایتلاف
ھب لنا ملکاً کبیراً نجّنا مما نخاف
ربّنا اذ انت قاض و المنادی جبرئیل

بعد ازاں میرے اشتیاق کا مدعا، بزرگی و پارسائی کے مالک اور صاحب کے آگے دست بستہ عرض کر۔ اس طرح کہ اے آل مناف کی برگزیدہ ہستی کے یارِ غار، میری عمر جرم و خطا اور کذب ولاف میں گزری ہے۔ کل عالم کے بادشاہ کے آگے حق سے میرے لئے عفو طلب فرمائیں، محبت و موافقت کے ساتھ میرے لئے حق سے اور یہ دعا کریں۔ ہمیں ملکِ عظیم عطا فرما اور ہمیں خوف سے نجات دے، اے ہمارے رب جب تو مسند عدالت پر رونق افروز ہوگا اور جبرئیل منادی کریں گے۔

۷۔ نیز پیش حضرت فاروق فیاض ہُدا
شوا عانت خواہ حال مجرمم بخشا خطا
کاتش نفسِ لعینم سوختہ سرتاپا
جز زلال رحمت شاہ رؤف و مُجتبا
سرد کی گردد شرار سینۂ پرتاب ما
در حضورِ رحمتِ عالم زمن گوبا خدا
قل لنارٍا بردی یا رَبِ فی حقی کما
قُلتَ قُلنَا نَارُ کُونِی بردنی حق الخلیل

راہ ہدا کے فیض بخش حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے ہو کر، مدد طلب کریں میرے جرم بھرے حال اور خطاؤں کی بخشش کے لئے۔ میرے نفس لعین کی آگ نے مجھے سر سے پاؤں تک جلا ڈالا ہے، سوائے بادشاہوں کے بادشاہ رؤف مجتبیٰ کی رحمت کے شفاف پانی کے۔ میرے سینے کی بھڑکتی آگ کیسے سرد ہو، خدارا رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میری طرف سے کہیں۔ یا رب آگ کو سرد ہونے کا حکم میرے حق میں بھی اُسی طرح دے، جس طرح آگ کو حضرت خلیلؑ کے لئے سرد ہونے کا حکم دیا تھا۔

۸۔ ہی سفر دور است من بے زاد و تنہا بر کسل
خویش و یاران جملہ کو چیدند بر کوس اجل
دست زن در دامنِ خاتونِ زہرا بی مہل
کای توئی مقبولہ درگاہِ پاک ولم یزل
بہر بخشا تو میگویم بحق و ہم منفعل
نیستم در جرم یا رب ہمسر و یا ہم مثل
کیف حالی یا الٰہی لیس لی خیر العمل
سوءِ اعمالی کثیراً زاد طاعاتی قلیل

سفر دور ہوتا جاتا ہے میں کاہل و تنہا بغیر زادِ راہ ہوں، اپنے اور سب دوست، چھوڑ کر کوسوں دور ہو گئے۔ خاتونِ زھرا کا دامن پکڑ بغیر کسی توقف کے کہیں کہ آپ کی ذات ہی لم یزل کی درگاہ پاک میں مقبول ہے۔ بخشش کی خاطر حضورِ حق میں تجھ سے کہتا ہوں کہ میں نادم و پشیمان ہوں، یارب گناہوں میں میرا ہمسر وہم مثل اور کوئی نہیں۔ یاالٰہی میرا کیا حال ہے! عمل خیر کچھ بھی نہیں، میرے اعمال زیادہ ہیں، طاعت کی زاد (توشہ) قلیل ہے۔

۹۔ ولـو جهك لـلبقيع الـغـرقـد هـونيستـى
بـالتـادب والتـخشـع نـاوسـا مـن ذلتـى
قـل اغثـنـى يـا الٰهـى نجـنـى عن نقمتـى
لـيـس غيـرالآل واصـحـاب الـنّبـى لـى عروتـى
د آنچـه گفتتـى كـه وسعت كل شئى رحمتى
هـم بـذن الـنـوريـن سبـطيـن وعـلـى جنتـى
عـافـنـى مـن كـلّ داءٍ واقضِ عنى حـاجتى
انّ لـى قـلبـاً سـقيـمـاً انت تشفى للعليل

پھر اپنا رُخ جنت البقیع کی طرف کریں جہاں اہل اللہ آرام فرما ہیں، ادب و عاجزی سے کہیں کہ مجھے ذلّت سے امان ملے۔ اور کہیں کہ فریاد ہے یاالٰہی مجھے انتقام سے نجات عطا کر، آل نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے علاوہ میرا کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ جو آپ نے کہا کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے، ذِی النورینؓ۔ سبطینؓ (حسنین کریمین) اور علیؓ جنّتی کے واسطے۔ ہر مرض سے عافیت دے اور میری ہر حاجت کو پورا کر، میرا قلب بیمار ہے اور تو بیمار کی شفاو تشفی ہے۔

۱۰۔ پس توسّل جُو بدرگاہِ شہِ نُور صدور
سید شہدائی حمزہ گو کہ یا رب یا شکور
بس ہرا سانم زتاب گورو از یوم نشور
عمر دادم درہواء و حرص لہو و فخر و زور
نیست ملجایم، بجز لطف و کرم فضل و فور
عافنی ماکان بِنی انت عاف یا غفور
انت کافی انت شافی فی مهمات الامور
انت ربی انت حسبی انت لی نعم الوکیل

پھر شہ نور صدور کی درگاہ کا وسیلہ ڈھونڈھ، سید الشہدا امیر حمزہؓ کے وسیلے سے کہہ کہ اے رب اے شکور۔ بس قیامت کے دن کے رنج اور گرمی سے اور قبر کے غم سے ہراساں ہُوں، ہوا و حرص، لہو و لعب، شیخی و فریب میں عمر گزار دی۔ تیرے لطف و کرم اور فضل کثیر کے سِوا میرا اور کوئی ملجا نہیں، جو کچھ مجھ سے سرزد ہوا، اس سے عافیت دے۔ تو پناہ دینے والا غفور الرحیم ہے۔ تو تمام کاموں کی مہمات میں کافی اور شافی ہے، تو میرا پالنے والا، میرا کفایت کرنیوالا میرے لئے بہترین کارساز ہے۔

۱۱۔ حمدللّٰہ باز آمد آن صبا باصد فتوح
گفت رفتم عرض کردم حالِ دل پُر از جروح
دہ اشارت شد سعیدّ از انس جان انس رُوح
ہمچومن لاذنب لہ شدتائب صاف و نصوح
غم مخور کن ورد استغفار ہر شام و صبوح
گفت بوبکر ازفناء توبہ رمزی باوضوح
این موسیٰ این عیسیٰ این یحییٰ این نوح
انت یا صدیق عبد" تُبْ اِلی المولی الجلیل

اللہ کا شکر کہ پھر وہ صبا سو (۱۰۰) کامیابیوں کیساتھ لوٹی کہا کہ میں نے جا کر زخمی دل کے حال کی اطلاع کی ہے۔ اس نے اشارہ دیا کہ سعید جان اور روح کے گناہوں سے جو تائب ہوا وہ صاف و پاک ہوا جیسا کہ اس نے کوئی گناہ ہی نہ کیا ہو۔ غم نہ کر ہر شام و صبح استغفار کا ورد کیا کر حضرت ابو بکرؓ نے توبہ کی رمز واضح طور پر بتلائی ہے۔ کہاں موسیٰؑ کہاں عیسیٰؑ کہاں یحییٰؑ کہاں نوحؑ ہیں اُوائے صدیق بندہ بے مولا او الجلیل کے آگے توبہ کر۔

مناجات مخمس عربی

نتیجہ فکر جامع الکلمات

حبک المصطفیٰ یلاقینا
ذاک عما سواک یغنینا
وھو کالنار لاھب فینا
اسال اللہ کی یعافینا
حقک المرتضیٰ یکافینا
راجیا ان تقول آمینا

آپ کی محبت میں ملاقات چاہتے ہیں ہم آپ کے سوا ہر چیز سے مستغنی ہیں۔ اور وہ آگ کے شعلوں کی طرح ہم میں بھڑک رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ اے مرتضیٰ تیرا ہم پر بہت بہت حق ہے، امید کرتے ہیں کہ آپ آمین کہیں گے۔

یا محمد لشانک الاوسع
اکرم اللہ ذکرک الارفع
راحما جنت مومنین اجمع
فارافونی بحالی الاجداء
فی جمیع الحال والمجمع
حبذا ان تقول آمینا

یارسول اللہ ﷺ آپ کی اونچی شان کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے آپکے ذکر رفیع کو مکرم کیا ہے۔ آپ تمام مومنین کے لئے رحمت ہیں، میرے حال پر رافت ورحم فرمائیں۔ تمام حالتوں میں اور سب کے لئے، کیا ہی اچھا ہو کہ آپ میری آواز پر آمین فرمائیں۔

۲. لیس یا سیدی و یا سندی
غیر عرواک فظ مستندی
سیاتی تجاوز العددی
فاستعینون آخذ بیدی
مستغیثا من اللہ الصمدی
متمنی تقول آمینا

اے میرے سیّد اور میرے سند، آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں۔ میرے گناہ بے شمار ہیں، میرے ہاتھ پکڑیں میری مدد فرمائیں۔ میں اللہ الصمد سے استغاثہ کرتا ہوں، یہ تمنا کرتے ہوئے کہ آپ آمین کہیں گے۔

۴. طال شوقی الیک واشوتاہ
ضاقت الارض فیک واغوثاہ
من ہموم الفراق و احزناہ
انا عبدالذّلیل وا اسفاہ
فاجزبونی الیکم باللہ
جذبتک ان تقول آمینا

آپ کی ملاقات کا شوق عرصہ سے ہے ہائے وہ شوق، اے غوث آپ کی محبت میں یہ زمین مجھ پر تنگ ہوگئی۔ فراق کی مصیبتوں سے ہائے وہ غم، میں گنہگار بندہ وائے افسوس۔ مجھے اپنی طرف کھینچئے قسم اللہ کی، میں آپکی کشش چاہتا ہوں آپ فرمائیں آمین۔

۵. ربنا الله واحد اکبر

قال للسائل فلا تنهر

کیف تنهر لا حوج افقر

فامنحوا منحة علی المضطر

جمرة سایغة من الکوثر

کوثرک ان تقول آمینا

ہمارا اللہ جو ایک اور بہت بڑا ہے اس نے فرمایا کہ سائل کو نہ جھڑکو۔ آپ حاجتمند اور فقیر کو کس طرح جھڑکیں گے، پریشان کو سکون عطا کریں یعنی اسکی حاجت پوری فرمائیں۔ سرخ اور خوشگوار جام، کوثر سے عطا فرمائیں، کوثر تو آپ کا ہے آپ فرمائیں آمین۔

۶. لی خطیئات فوق ان یذکر

کیف حالی یکون فی المحشر

التشبث بذیلک الاطھر

بک الجئنی الی اللہ الاکبر

فلترحم لمذنب مضطر

رحمتک ان تقول آمینا

میرے گناہ شمار سے زیادہ ہیں، حشر میں میرا کیا حال ہوگا۔ تیرے دامن پاک سے وابستہ ہو کر اللہ اکبر کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا۔ مجھ گنہگار، پریشان پر کرم فرمائیں، رحمت تیری ہے آپ فرمائیں آمین۔

۷. عبدکم اضعف من النمل

کل ما عندنا نری الجبل

فاشفعوا اقبل فنجاة الاجل

بردا حرقة من الذلل

مبشرا جنت رحمة الملل

ابتشر ان تقول آمینا

آپ کا غلام چیونٹی سے زیادہ ضعیف ہے،ہمیں اپنا ہر گناہ پہاڑ نظر آتا ہے۔موت کے اچانک آجانے سے پہلے آپ میری شفاعت فرمائیں،گناہوں کی جھلستی ہوئی آگ کو شفاعت کے شفاف ٹھنڈے پانی سے سرد کیجئے۔آپ تو ملتوں کو رحمت کی خوشخبری دینے والے آئے ہیں،خوشخبری دیجئے کہ فرمائیں گے آمین۔

۸. قست القلب من سواد العین
من قبائح لقد کثرت الرین
لیس مثلی اثیم فی الثقلین
لیس مثلک شفیع فی الکونین
فاصقلو اصیقل الصفاء والزین
صیقلک ان تقول آمینا

آنکھوں کی سیاہی سے دل سخت ہوگیا ہے، برائیوں کی وجہ قرض کی زیادتی ہوگئی۔جن وانس میں مجھ جیسا کوئی گنہگار نہیں،کونین میں آپ جیسا کوئی شفیع نہیں۔مجھے برائیوں اور عیبوں سے پاک و صاف کر دیں،آپ کا صاف کرنا یہ ہے کہ آپ فرمادیں آمین۔

۹. ان افعالنا لنا افعیٰ
قد لسع جوف روعنا لسعا
وجعہ ہو یسیلنا دمعا
یا حبیبی الیکم النجویٰ
انت راق لکل ما وجعا
رقینا ان تقول آمینا

بے شک ہمارے اعمال ہمارے لئے سانپ ہیں، جو ہمیں ڈستے ہیں۔اس کے درد سے ہمارے آنسو جاری ہیں،اے پیارے آپ ہی ہماری پناہ گاہ ہیں۔آپ ہر درد کے لئے آرام و چین ہیں، ہمارا سکون یہ ہے کہ آپ فرمائیں آمین۔

۱۰۔ ضاعت العمر فی الھوا والشین
ذلتی ثقلہ علی الثقلین
حرت فی تیہ نفسی الملوین
استغیثون سید الکونین
حق شیخ وختن والسبطین
مستغیثا تقول آمینا

میری عمر ہوا و ہوس میں ضائع ہوگئی، میری لغزش جن وانس سے بھاری ہے۔ دن رات اپنے نفس کے غرور و گھمنڈ میں سرگرم ہوں، اے سید کونین میری مدد فرمائیں۔ ہم اپنے شیخ حضرت علیؓ اور حسنینؓ کے واسطے سے، استغاثہ کرتے ہیں آپ فرمائیں آمین۔

۱۱۔ یا مھذب ویا ملاذینا
بین شفتیک ماء یحینا
ھفوۃ الحبس صار یغوینا
منک سجل الفیوض یکفینا
فاقطعوا اسھا حفت فینا
من سعید تقول آمینا

اے تمام عیبوں سے پاک ہمارے لئے جائے پناہ، آپکے دونوں ہوٹوں میں ہماری زندگی کیلئے پانی ہے۔ لغزش و خطا کے حبس میں پیاس نے بے حال کیا ہوا ہے، آپکے فیوض و عطا کے ڈول ہمیں کافی ہیں۔ اے سعید اپنی لغزشوں کا بار بار ذکر نہ کر، یارسول اللہ آپ آمین کہتے ہوئے ہمیں قبول کیجئے۔

مدینہ منوّرہ زادہا اللہ شرفاً میں باوجود گردے میں پتھری، بخار اور مرضِ اسہال کی شدت کے نمازِ پنجگانہ، تہجد اور دونوں وقتوں کے مراقبے غالباً حرم حریم کے سوا اور کہیں ادا نہیں کئے۔ اس بار دو (۲) مرتبہ جالی شریف میں داخل ہوئے۔ جب بھی شب میں اندر زیارت کے لئے داخل ہوتے۔ تو غیبی وارداتوں اور حالتِ مصطفویہ کے دقیق حقائق سے آپ کی

حالت میں تبدیلی آ جاتی جو آپ کے چہرے سے آشکارا ہو جاتی تھی اور کچھ وقت عزلت گزین ہوتے یا سکوت وخاموشی سے بیٹھتے۔ بعض اوقات اس جامع الکلمات کو بہ نظرِ کرم اپنا احوال سناتے۔ کہ جن کے اظہار سے ان کا اخفاء ہی اولیٰ وانسب ہے۔ حدیثِ قدسی ہے۔ **اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری** (میرے اولیاء میرے قبا کے نیچے ہیں۔ جنہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا)۔ اور اکابر متقدمین کا کلام ہے:۔ **نکاتھم کماء النیل دم للاعداء وماء للاحباء** (ان کے نکات دریائے نیل کے پانی کی مانند ہیں۔ جو دشمنوں کے لئے خون اور دوستوں کے لئے آبِ حیات ہیں)۔ فقہ کی معتبر کتابوں میں درج ہے **کم من مسائل یعلم ولا یفتی بھا** (بہت کم مسائل ایسے ہیں جنہیں سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کے متعلق فتویٰ نہیں دیا جاسکتا) **فافھم**۔ (پس اس پر غور کریں)۔

فائدہ: ایک دن حضرت ایشان قدس سرہٗ جنت البقیع کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ جامع الکلمات بھی آپ کے پیچھے تھا۔ تمام زیارات کے بعد خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے مرقد پر آئے۔ اس جگہ جہاں اس وقت حضرت ایشان کا مرقد ہے۔ متوجہ ومراقب ہو کر بیٹھے۔ پھر اپنی اوطاق پر جو اس جگہ مکان سے عبارت ہے، تشریف لے آئے اور فرمایا کہ ”اس مرتبہ تیار وکمربستہ ہو کر خواجہ محمد پارسا کے پہلو میں آرام کرنے کے لئے آیا تھا۔ ولیکن قبول نہیں ہوا۔ اور چند دنوں کی مزید مہلت دی گئی ہے۔“

جاننا چاہیئے کہ حضرت کے تیار ہو کر آنے سے متعلق ایک عجیب وغریب واقعہ ہے کہ اس سفر سے پندرہ (۱۵) سولہ (۱۶) ماہ قبل وطن میں جس سے دو چار ہوئے تھے۔ اور وہ یہ کہ ماہِ رجب میں تپ دق، شدید کھانسی، اسہال اور ایک زخم سے مسلسل خون جاری رہنے جیسے امراض آپ کو لاحق ہو گئے۔ جن سے کمزوری اس حد تک طاری ہو گئی کہ ایک قدم اٹھانے کی بھی سکت نہ رہی۔ ۲ شعبان ۱۲۹۱ھ کو صبح کے وقت مجلس خاص میں فرمایا کہ ”آج رات میر نور علی شاہ (جو خواجہ حلیم قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ہیں اور جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ان) کی روح کو دیکھا۔ ان کے پاس ایک ملفوف لمبا چوڑا مجلّی کاغذ جو ان کے دونوں ہاتھوں میں تھا جو انہوں نے پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ فرمانِ ربانی ہے۔ آپ کی مرضی پر رکھا گیا ہے۔ کہ رمضان شریف کا مقدس مہینہ نزدیک ہے۔ اگر آپ پسند فرمائیں اور قبول کریں تو یہ شرف

آپ کو عطا ہو (یعنی اس ماہ میں حضرت ایشان قدس سرہٗ ابدی آرام حاصل کرلیں)۔ پس میں نے دیکھا کہ میر ممدوح جو یہ ترغیب وتحریص دے رہے تھے وہ اس ماہِ مقدس کے شرف کے پیشِ نظر تھی کہ اس ماہ میں اجر دگنا ہوجاتا ہے۔''

جب حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمانِ عالی شان یہاں تک بیان فرمایا تو اس جامع الکلمات نے درمیان میں کہا۔ کہ اس سبحان کا فرمان اگرچہ واجب الاذعان ہے لیکن آپ کی مرضی سے مشروط ہے۔ اور میر کی ترغیب اگرچہ رمضان کے شرف میں برحق ہے تاہم اس رمضان کے لئے مخصوص تو نہیں اور بس۔ ماہِ رمضان اللہ سبحانہٗ کی عنایت سے شرف رکھتا ہے نہ کہ از خود مشرف ہوا ہے۔ اگر اس کی عنایت بے غایت رمضان کے سوا اور کسی ماہ میں شامل رہی تو وہ بھی صدر مضان کے شرف کا ہی حامل ہوگا۔ ہم میر کی ترغیب اس وقت قبول نہیں کرتے۔

پس حضرت ایشان قدس سرہٗ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''ہاں میں نے اس وقت واقعہ میں پہلے ہی دیکھا کہ تمام اہلِ مجلس نے میر کی ترغیب پر انکار کیا۔'' پھر حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''اس کی عنایت کے آگے کوئی کام دشوار نہیں۔ اور اگرچہ رمضان میں وفات پانا قرین شرف ونجات ہے۔ تاہم جوارِ نبوی ﷺ کو قرب معیت نبوی ﷺ بخشا گیا ہے اور اگر مجھے حق سبحانہٗ اپنے فضل وکرم سے جوارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود عطا فرمادے تو کیا عظیم نعمت مل جائے کہ اس رحمت ورضوان کے در، جو رمضان میں کھلتے ہیں، جوارِ نبوی ﷺ میں ہمیشہ کھلے رہتے ہیں''۔ پس اسے سمجھیں اور اہلِ ولایت کے اشارات میں غور کریں۔ اس کے بعد اسی ماہِ شعبان میں حضرت ایشان قدس سرہٗ کو شفا کاملہ وعاجلہ ہوئی۔ حتیٰ کہ آپ نے ماہِ رمضان کے تمام روزے رکھے۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں ایک رات بعد نماز عشاء، بابِ جبرئیل سے (جہاں حضرت ایشان قدس سرہٗ کا مکان تھا) انبوہِ کثیر ہونے کی وجہ سے آپ مسجد میں داخل نہ ہوسکے اور بابِ النساء سے حضرت ایشان قدس سرہٗ کا داخلہ ہوا۔ اس طرف شیوخ طریقت میں سے ایک شیخ کو دیکھا جو مریدوں کے حلقہ میں ایک پاؤں پر کھڑے ہیں اور زائرین اس کے گرد حلقہ کئے گردش اور رقص کر رہے ہیں اور اس کے اطراف باہم لوٹ پوٹ رہے ہیں۔ نیز اس کے درمیان قوال ہاتھوں پر ہاتھ اور انگلیوں پر انگلیاں مار کر (تالی بجا کر) آتش انگیز

اشعار گا رہے ہیں۔ اس جامع الکمالات کی خواہش پر وہاں کچھ دیر آپ نے توقف فرمایا۔ ان کو دیکھا اور پھر روانہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ ''سبحان اللہ! ایسی پاک جگہ پر جہاں وحی کا نزول ہوتا رہا اس قسم کی بدعت روا رکھی جا رہی ہے کہ آرام گاہِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیات کے پہلو میں بے ادبی و بے باکی کے ساتھ تالیاں پیٹی جا رہی ہیں اور رقص کیا جا رہا ہے۔ امام شافعیؒ نے اجتہاد کے درجہ پر فائز ہونے کے باوجود مرقدِ ابوحنیفہؒ کا ادب کرتے ہوئے فجر کے وقت تلاوتِ دعائے قنوت نہ کی تھی۔ اتنا لحاظ بھی اس سالارِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان لوگوں سے نہیں ہوتا۔

بحرِ قلزم راز مرداری چہ باک

(سمندر کو کسی مردے کی کیا پرواہ)''۔

پھر فرمایا کہ ''الحمد للہ! کہ ہمیں اس حق تعالیٰ سبحانہٗ نے شریعت پر عمل کا شائستہ اور سہل طریقہ عطا فرمایا۔ اگر اس قسم کے ٹیڑھے میڑھے رقص پر سیر و سلوک کا انحصار ہوتا تو ہمارے جیسے ضعیف محروم رہ جاتے۔

قول ہفتا دو دو ملت ہمہ را عذر بنہ

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

(بہتر (۷۲) فرقوں کے قول سے صرفِ نظر کر۔ جب حقیقت نہ دیکھی تو افسانہ بنالیا)''۔

خواجہ محمد پارساؒ سے منقول ایک قول بیان فرمایا۔ کہ ''جو ہماری خاموشی سے بہرہ مند نہ ہوا وہ ہماری گفتگو سے کیا فائدہ اٹھائیگا''۔ اُس وقت دوستوں میں سے کسی نے ان رقاصاؤں کے متعلق حقارت آمیز بات کہی اور ان لوگوں کا قطعی طور پر انکار کیا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ ناخوش ہوئے اور فرمایا۔

''در کارخانۂ کہ رہ عقل و فہم نیست

دہم ضعیف رای فضولی چرا کند

(اس کارخانے میں جہاں عقل و فہم کی گنجائش نہیں ان جیسے ضعیفوں پر ہم فضول رائے زنی کیوں کریں)۔

صحیح حدیث ہے

رُبَّ اشعث اغبر ذی طمرین لو اُقسم علی اللہ لابرہ۔

(غبار آلود، پریشان بالوں والے، اگر اللہ کے بھروسہ پہ قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم پوری کرے)۔ لیکن بعض اکابر کو میں نے دیکھا، ان کی شان ہی علیحدہ ہے۔

درھیچ کس نشانی زاں دلستان ندیدم
یا من خبر ندارم یا او نشان ندارد

(کسی شخص میں دلبر کی نشانی نہ دیکھی۔ یا مجھے خبر نہیں یا وہ نشانی نہیں رکھتے)"۔

الغرض مدینہ منورہ سے تاریخ ۲۹ ذی قعدہ کو مراجعت فرمائی۔ تاریخ ۵ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ وہاں سے منا و عرفات روانہ ہو کر مناسک حج ادا کئے۔ یہ حج جمعہ کے دن ہوا۔ نویں رات عرفات میں اور دسویں رات مزدلفہ میں حق تعالیٰ سبحانہٗ کے حضور میں دوزانو ہو کر سر جھکائے مراقبہ میں رہے۔ ایک بار فرمایا کہ "شیخ شبلی قدس سرہٗ نے اپنے ایک مرید سے، جو حج کر کے آیا تھا، پوچھا کہ آیا تم نے احرام باندھا تھا؟ اُس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ احرام باندھتے وقت تم نے حرص و ہوا کے بندھن توڑ ڈالے تھے؟ کہا کہ نہیں! فرمایا تو پھر تم نے احرام باندھا ہی نہ تھا۔ غرضیکہ حضرت شیخ اس مرید سے ارکانِ حج کے ہر رکن کی مناسبت سے سوال کرتے گئے۔ چنانچہ کپڑوں کی پاکیزگی سے مراد تمام جسم کی پاکیزگی اور ہر علّت و اندرونی بغض و فساد کو زائل کر کے طہارت حاصل کرنا۔ اور حرم محترم میں داخل ہوتے وقت عقیدتاً تمام اشیاء کو ترک کرنا۔ اور مکہ معظمہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کرنے سے مراد ظہورِ الٰہی اور مسجد مکرم میں داخل ہونے سے مراد اللہ کے قرب میں (اپنے علم کے مطابق) آنا۔ اور کعبہ کو دیکھنے سے مراد اپنے مقصود کو دیکھنا۔ طواف میں تین (۳) مرتبہ یا چار (۴) مرتبہ پھیرے لگانے سے مراد دنیا سے فرار مع جدائی اس کے تمام تعلقات کے انقطاع سے۔ اور زبدان وجدان کے سہارے تمام دنیوی بُرائیوں سے اُمن و امان۔ اور حجرِ اسود کو چھونے اور اس کے چُومنے سے مراد امنِ الٰہی کا اظہار کہ **قد قيل فيه من صافح الحجر فقد صافح الحق تعالىٰ و من صافح الحق فهو في محل الامن** (کہا گیا ہے کہ جس نے حجرِ اسود سے مصافحہ کیا اس نے حق تعالیٰ سے مصافحہ کیا اور جس نے حق سے مصافحہ کیا وہ امن میں آ گیا)۔

اور مقام بعید میں وقوف اور طواف کے مقررہ پھیروں سے مراد، اس جگہ اللہ کے

نزدیک اپنے مرتبہ وہستی کی نفی اوراس کے دیدار کو مقصود جاننا۔ صفا پر سات (۷) تکبیروں سے مراد ملائکہ عظام کی تکبیروں کو سننا اوراپنی تکبیروں کا وجدان پانا۔ صفا سے نیچے اترنے سے مراد تمام معنوی بیماریوں سے خلاصی پانا۔ اور صفا (ومروہ کے درمیان) دوڑنے سے مراد اپنے آپ سے فرار حق تعالیٰ سبحانہٗ کی جانب اور یہ سمجھنا کہ میرا وجود اس کے دربار میں جا پہنچا ہے۔ مروہ پر پہنچنے سے مراد خدائے عزّ وجل کی طرف سے تسکین کا نزول۔ اور منا سے نکلنے سے مراد تمام عصیان اور حرص وہوا سے باہر نکلنا۔ اور مسجدِ خیف میں داخل ہونے سے مراد مقامِ خوف کی تحصیل کرنا۔ اور عرفات میں قیام سے مراد **عرفان الحال التی خلق الانسان لا جلهاء والحال التی یرید ها والحال التی یصیر الیهاد و عرفان المعروف له هذه الاحوال** (اس چیز کی معرفت کہ انسان کو کس لئے پیدا کیا اوراس کے ارادے کی حالت کی معرفت اوراس حالت کی معرفت جس حالت میں اس کو بھیجا گیا ہے اور معرف لہ کی ان حالتوں کی معرفت)۔ اور مزدلفہ اور مشعر الحرام میں ذکرِ الٰہی سے انس سے مراد ماسوا کی یاد کو محو کرنا۔ اور منا میں قربانی سے مراد اپنے نفس کو ذبح کرنا۔ اور جمرات کو کنکریاں مارنے سے مراد اپنے نادانستہ اوصاف پر کنکریاں مارنا اور عصبات کے علم ودانش کی یاد سے اپنی آرزوؤں کا قلع قمع کرنا۔ اور زیارتِ بیت اللہ سے مراد حقائق کا انکشاف۔ اور احرام کے کھولنے سے مراد اَکلِ حلال کا عزم کرنا۔ اور رخصت سے مراد اپنے نفس اور روح سے باز پرس کرنا۔

مرید نے تمام سوالات کے جواب نفی میں دیئے۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ تم کو واپس جانا چاہئے۔ یعنی تم نے تمام ارکانِ حج ادا نہیں کئے۔ اب پھر جاؤ اور عبرت کی آنکھ اور بصیرت کے اعتبار سے حج ادا کرآؤ''۔

اس واقعہ پر آپ نے فرمایا کہ ''حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی قدس سرہٗ اپنی کتاب ''فتوحاتِ مکیہ'' کی جلد اوّل میں فرماتے ہیں **والشبلی هکذا کان ادر اکهٗ فی حجه فانه ما سال الاعن ذوقهٗ هل ادراکه غیره اولا** (شبلی کو حج کا یہ ادراک حاصل تھا۔ پس اپنے ذوق سے انہوں نے سوال کیا۔ ورنہ ان کے سوا پہلے کسی کو اس کا ادراک نہ تھا)''۔

پس حضرت ایشاں قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی بنظرِ انصاف غور کرے تو معلوم ہوگا کہ دانش وحصول کا یہ بلند اور اعلیٰ مرتبہ، نقشبندی بزرگان قدس سرہم کو حاصل تھا۔ خصوصاً

مجددیوں کو رضی اللہ عنہم۔ جنہوں نے کعبہ کی حقیقت کی ماہیت اور کیفیت کو دریافت کیا ہے۔ اگرچہ مشائخین متقدمین و متاخرین بلکہ تمام انام اہلِ اسلام حقیقتِ کعبہ کی مسجودیت پر متفق الرائے ہیں۔ لیکن وجوبی حقائق میں حقیقتِ کعبہ وغیرہ کی مانند، حضرت مجدد الف ثانی سے پہلے کسی نے واضح طور پر لب کشائی نہیں کی۔ اور اگرچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ بعض جگہوں پر حقیقتِ کعبہ کا بیان زبان پر لائے ہیں۔ لیکن معرفت کے دوربینوں اور حقیقت شناساؤں کے نزدیک دونوں میں بڑا فرق اور بُعد ہے۔

آسمانِ عالنی است پیش خاک تود
لیک نسبت عرش آمد بس فرود

(تمہاری زمین سے تو آسمان اونچا ہے۔ لیکن عرش کی نسبت تو بہت نیچے ہے)۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے شیخ کو جزائے خیر دے۔ کہ انہوں نے حقائقِ وجوبی میں مذہبی و طریقتی اعتبار سے اور اپنے درک و مذاق کے بموجب بیان وافی اور تفصیل کافی، ہم متاخرین کو فراہم کر گئے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمام طریقوں میں سے طریقۂ نقشبندیہ کو بعض خصوصیتوں کے ساتھ ممتاز کیا۔ اسی طرح پھر حضراتِ مجددیہ کو اس طریقے میں لاثانی کیا۔ لیکن حق تعالیٰ سبحانہٗ کا شکر کہ یہ شاخِ طریقت، یعنی مجددیہ نُوار یہ قدس سرہم، اس قحط الرّجال میں اب تک اپنی کمال فضیلت کی بنا پر اکابرین کے اکابر رضی اللہ عنہم کے شرف سے مشرّف ہوتے چلے آئے ہیں۔

پس استقبالِ حقیقتِ کعبہ ان ہی سے ثابت بلکہ واقع ہوا ہے۔ ان اکابر قدس سرہم کے نزدیک، ماضی خواہ حال میں، رعایت سنت و متابعتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بلحاظ دید حضور صاحبِ شریعت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات، تمام حالیہ وفکریہ اعتبارات اور بدیہی و نظری عبرتوں سے بہتر ہے۔''

دسویں تاریخ کی صبح جمرات کو کنکریاں ماریں اور بموجب حکم شریعت، قربانی کی، سر منڈوایا اور احرام کھولا۔ آدھی رات کو مع اپنی اہلیہ مطہرہ، طوافِ الحج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف بجالائے۔ پھر رات ہی کو منا آ گئے۔ اور فرمایا کہ ''اس حج کے موقع پر مغفرت و عنایات

ربانی اور شفقت و رحمتِ یزدانی بیان سے باہر دیکھ رہا ہوں۔ اس حج کی مقبولیت سابقہ حجوں سے زیادہ ہوئی ہے جو محض اس کے فضل سے تعلق رکھتی ہے۔ بے سبب نفع، ترقیات اور انوارِ باطنیہ، جو اس حج پر شاملِ حال و بال رہے، لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

شیر گفتن ذوق نوشیدن نہ بخشد درمذاق

(دودھ کہنے سے اس کا مزہ نہیں آئے گا جب تک کہ نہ چکھے)۔

ایک بار کسی شخص نے آپ قدس سرہٗ سے سوال کیا۔ کہ بعض مستورات اپنے شوہروں یا محرموں کے ساتھ، مرشد کرنے یا زیارت کرنے یا ان سے تلقین لینے کے لئے شرعی سفر اختیار کرتی ہیں۔ ان کے لئے یہ سفر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور مستورات کا مرشد کرنا درست ہے یا نہیں؟ بعض علوم (دین) کے طالب اس سبب سے کہ سفر میں بوجہ احتیاط مستورات سے پرہیز (پردہ) نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا مستورات کے سفر مطلق کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "طلبِ مولیٰ جس طرح مردوں پر فرض ہے اس طرح عورتوں پر بھی فرض ہے۔ اُطۡلُبُوا الۡعِلۡم وَلَوۡ کَانَ بِاالصِّیۡن (علم حاصل کرو خواہ چین ہی کیوں نہ جانا پڑے)۔

حدیث شریف ہے۔ باطنی علم سے بہتر کون سا علم ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ سلاطینِ عظام اور حکام ذوی الاحترام کی دختران و بیگمات ہمارے اکابر خواجگان قدس سرھم مثلاً خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ وغیرہ کے پاس آ کر ان کی مرید ہوئی ہیں اور زیارت و بیعتِ مسنونہ سے مشرف ہوئی ہیں۔ پس آج ان سے زیادہ اور کون ہے؟"

پھر اس جامع الکلمات کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ "آپ اس ضمن میں دلائلِ شرعیہ سے لکھیں اور مثالیں دے کر مذکورہ سوال کا جواب دیں۔" چونکہ وقت و حال کی مناسبت سے، کہ سفر میں جملہ کتب موجود نہ تھیں، اس بارے میں چند حروف قلمبند کئے جو اس طرح ہیں:۔

اس سوال کے جواب میں واضح بات یہ ھے کہ مستورات کے سفر مطلق کو منع ٹھرانا غیراسلامی ھے، بلکہ لاعلمی۔ اس کے قائل یہ نہیں دیکھتے کہ علمِ فقہ میں مسنونہ شرائط اور مشروط طور پر عورت کا حج پر جانا فرض ثابت کیا گیا ھے۔ اسی طرح قلب کی صفائی و

طہارت اور رذائل نفسانیہ کو دفع کرنا بھی لابدی امور میں سے ہیں کہ ان کی صراحت اقوال شریفہ نبویہ علی صاحبہا الصلواۃ والتحیۃ میں سے قولِ جہاد اکبر سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ رجعنا من الجہادِ الاصغرِ الی الجہاد الاکبر (جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف واپس ہوئے ہیں)۔ جہادُ النفس اور اس کا حصول شیخ کامل و مکمل سے استفادہ پر موقوف ہے۔ جیسا کہ الشیخ علی قاری 'شرح عین العلم' میں فرماتے ہیں:۔ وھو ای الطریق الذی تیعرف بہ الانسان عیوب نفسہٗ بالاستفادہ من الشیخ ای ولو شاب تائب الذنوب الخ. (اور وہ طریقہ جس سے انسان اپنے نفس کے عیوب کی پہچان حاصل کرتا ہے وہ شیخ سے استفادہ ہے اگر وہ جوان ہوتا تو گناہوں سے توبہ کرتا)۔ اور آیت کریمہ میں وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ [پ ۶۔ سورہ المائدہ ۵۔ آیت ۳۵] (اور اُس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) اسی طرف اشارہ ہے۔ کما صرح بہ المحققون الصافیہ قدس اللّٰہ باسرارھم (جس طرح محققین صوفیاء کرام قدس اللہ باسرارھم نے صراحت کی ہے) اور تفسیر روح البیان میں آیا ہے۔"جاننا چاھیئے کہ آیۂ کریمہ بابتغاء الوسیلۃ میں یہ امر صریح ہے کہ وسیلہ تلاش کرو کیونکہ سوائے وسیلہ کے اللّٰہ تعالیٰ کا حصول ممکن نہیں"۔ علمائے حقیقت و مشائخِ طریقت کا اس پر اتفاق ہے۔ حافظؒ فرماتے ہیں۔

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن
ظلمات است بترس از خطر گمرہی

(اس مرحلہ کو بغیر ہمراہی خضر کے عبور مت کر کیونکہ اندھیرا ہے خوف رکھ کہ گمراہی کے خطرے میں نہ پڑ جائے)۔

اپنے نفس کی مرضی سے عمل کرنا اس کو قوی کرتا ہے۔ لیکن مرشد کے اشارے کی موافقت سے عمل کرنا اور انبیاء و اولیاء کے طریق پر چلنا، نفس کے وجود سے خلاصی عطا کرتا ہے اور حجاب کو دور کرتا ہے اور طالب رب الارباب تک پہنچاتا ہے۔ ابرار اور اخیار

(نیکوکاروں) کی صحبت شرفِ عظیم اور سعادتِ عظمیٰ ہے۔ تفسیر روح البیان میں ابویزید البسطامی قدس سرہ‘ کا قول نقل کیا گیا ہے۔

من لم یکن لہ‘ استاذ فامامہ الشیطان (جس کا کوئی استاد نہیں تو اس کا امام شیطان ہو جاتا ہے)۔

پس حق کے طالب کے لئے لازمی ہے کہ وہ مرشدِ کامل یا استاذِ فائق حاصل کرے، جو اسے نفوس کی آفات اور اعمال کے فساد سے واقف کرے۔ جب اس نے اس طرح کیا تو اس پر لازم ہوا کہ وہ مرشد کی صحبت اختیار کرے اور اس کے آداب سے خود کو مؤدب کرے۔ پھر وہ مرشد اس کے باطن میں مثل روشنی ظاہر ہوگا اور اس کا حال اس طرح روشن و قوی ہوگا۔ جس طرح دیئے سے دِیا جلتا ہے۔ اس مرشد کو تسلیم کرنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو تسلیم کرنا ہے۔ اور یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ اور اللہ تعالیٰ پر ختم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مثنوی میں کہا گیا ہے۔

گفت طوبیٰ من رآنی مصطفیٰ
والذی یبصر لمن وجھی رآیٰ

حدیث میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے ذاتِ باری کو دیکھا۔

چوں چراغے نور شمعے راکشید
ہر کہ دید آنرا یقیں آن شمع دید

جب شمع سے چراغ روشن ہوا۔ تو جس نے اس کو دیکھا اس نے یقیناً شمع کو دیکھا۔

ہم چنیں تا صد چراغِ ارنقل شد
دید آن آخر لقائے اصل شد

اس طرح صد با چراغ روشن کریں۔ ان کا دیکھنا بالآخر اصل کا ہی دیکھنا ہے۔

خواہ نور از واپسیں بستان بہ جان
ہیچ فرقے نیست خواہ از شمعدان

پھر یہ روشنی خواہ کسی صورت میں ظہور پذیر ہو۔ کچھ فرق نہیں پڑتا چاہے شمعدان سے ہی ہو۔

خلاصۂ کلام یہ کہ تمام مردوں اور عورتوں پر مرشد کا حاصل کرنا لابدی اور لازمی ہے۔ تفسیر روح البیان میں آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ" [پ ۲۸۔ سورہ الممتحنہ ۶۰۔ آیت ۱۲] کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں سے یہ بیعت لینا مراد ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے امرِ شرعی ہوا ہے۔ اسی کی پیروی میں فقراء صوفیا کا یہ مستحسن طریقہ چلا آرہا ہے۔ توبہ کا ارادہ، ایمان کا ثبوت فراہم کرنا اور نورِ ایقان کی تجدید ہے۔ تفسیر روح البیان میں آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ" [پ ۲۶۔ سورہ الفتح ۴۸۔ آیت ۱۰] (وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں۔ وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں)۔ کی تفسیر کے ضمن میں بہت کچھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ فقیر کے استدلال کے مطابق آیۂ مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ بیعت لینا سُنت ہے۔ اور مشائخین کبار سے تلقین ہاتھ لے کر حاصل کرنا بھی سنت کی متابعت ہے۔ اور یہ مردوں کے لئے سنت سے ثابت ہے۔ عورتوں کے لئے روایت ہے کہ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھیں اور دستِ مبارک لینے کی تمنا کرتی تھیں تو آپ فرماتے تھے کہ "عورتوں کے ہاتھ کو نہیں چھوا جائے گا"۔ لیکن ایک عورت کے لئے امر تمام عورتوں پر یکساں اطلاق رکھتا ہے۔ پھر برکت کے لئے دستِ مبارک لینے کی طلب کی گئی۔ تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک پانی کے برتن میں ڈبویا اور عورتوں کو اپنے ہاتھ اس پانی کے برتن میں ڈبونے کو کہا۔ اس کا ذکر شیخ

عبدالعزیز الدیرینی نے "الروضۃ الانیقۃ" میں کیا ہے۔ اور اس طرح "فتوحات" کے ترجمہ میں بھی یہ ذکر آیا ہے۔ پس اگر مستورات اپنے محرموں کی رفاقت میں مذکورہ امر کے حصول کی خاطر سفرِ شرعی پر جائیں تو جائز ہے۔ بلکہ اجر کی مستحق ہیں اور اس سے روکنا امر خیر سے روکنا ہے جو کہ مذموم ہے۔

شیخ محمد عابد الانصاری "طوالع الانوار شرح الدر المختار" میں خطر اور اباحت کے باب میں لکھتے ہیں کہ عورت گھوڑے پر سواری نہ کرے۔ اس حدیث کے موجب کہ لو کانت رکبت المسلمۃ التلہی واما لو رکبت لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی ودنیوی لابد لھا منہ فلا باس (اگر مسلمان عورت کے لئے دائمی سواری ہو تو وہ ہلاک ہو جائے۔ لیکن ضرورت کے وقت جیسا کہ جنگ، یا حج یا دینی و دنیوی مقصد کے لئے ایسا کرنا لابدی ہو تو کوئی مضائقہ نہیں)۔ بشرطیکہ پردہ ملحوظ ہو اور جنگ پر جانے کا جواز ہو اور ان کے باہر نکلنے میں (شرعی) مصلحت ہو۔

اس سے امہات المومنین اور صحابیات آخرین کا باہر نکلنا بھی ثابت ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'اِم احرام' کے لئے دعا کی۔ کہ "اللہ تعالیٰ اس عورت کو ان میں سے کرے"۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ "میری اُمت میں سے ایسے لوگ ہوں گے جو گھوڑے پر سوار، دریا یا سمندر میں، کشتی میں مثل بادشاہوں کے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے"۔ پس اس عورت نے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ میں ان میں سے ہوجاؤں۔ (پس آپ نے دعا کی۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے)۔

اور "طریقہ محمدیہ" اور اس کی شرح میں واضح ہے کہ بغیر عذر کے عورتوں کا گھوڑے پر سوار ہونا ان کے بدن کے لئے نقصان دہ ہے۔ ابن حبان نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ "میری آخریں اُمت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو مردوں کی طرح گھوڑوں پر

سواری کریں گی اور مرد مساجد کے دروازوں سے اترتے دکھائی دیں گے۔ ان کی عورتیں نفیس برقعہ منہ پر اوڑھے باریک پوشاک میں ان کے روبرو بھیڑ بکریوں کی طرح چگتی پھریں گی۔ اور ان کے کپڑوں میں سے بدن نظر آئے گا گویا کہ وہ برہنہ ہوں۔ پس وہ ملعون ہوں گی"۔

اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب سوار عورت جوان ہو اور اپنے حسن کے اظہار کے لئے سواری کرے۔ لیکن اگر سوار عورت بوڑھی ہو یا اپنے شوہر کے ہمراہ ہو یا جہاد کے لئے (جہاد کی وقعت ان عورتوں پر واضح ہے) سواری کرے یا حج یا عمرہ کے لئے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ وہ پردہ میں ایسا کرے۔ جیسا کہ تاتاری عورتیں کیا کرتی تھیں۔

کتاب "الطوالع" میں ستر عورت کی حد اس طرح بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ ان آیۂ مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا [پارہ ۱۸۔ سورہ النور ۲۴۔ آیت ۳۱] (اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے)۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ [پارہ ۲۲۔ سورہ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۵۹] (اے نبی ﷺ اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں)۔ اس عبارت کا حاصل برقع کا پردہ ہے۔ جیسا کہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً میں متعارف ہے۔

علامہ فتح الباری شارح بخاری نے امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھنّ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حجاب کیا کرتی تھیں۔ اس آیت کریمہ کی رُو سے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ [پ ۲۲۔ سورہ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۵۳] (اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو۔ جب تک کہ اجازت نہ پاؤ)۔ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ [پ ۲۲۔ سورہ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۵۳] (اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو)۔

امہات المومنین پر اغیار سے پردہ کرنے کی فرضیت آئی ہے نہ کہ لوگوں کے لئے پردہ کرنے کی۔ جس طرح کہ کہا گیا ہے۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی امہات المومنین پردہ فرمایا کرتی تھیں۔ اور جب صحابہ کرامؓ ان کے پاس احادیث سُننے آتے تھے تو وہ پردہ میں رہتی تھیں۔ غیروں سے نہ کہ اپنوں سے۔ ابنِ جریج کا قول نقل ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے طواف کرنے کے بارے میں پوچھا کہ حج کے موقع پر وہ بغیر پردہ کے طواف کیا کرتی تھیں یا پردہ کے ساتھ؟ انھوں نے کہا کہ ”ہم نے دیکھا کہ پردے کے ساتھ طواف کیا کرتی تھیں“۔

”شرح المنیۃ“ میں آیا ہے کہ ’آزاد عورت‘ کا پورا بدن سوائے چھرے اور ھاتھوں کے ستر میں شامل ہے۔ لیکن پیروں کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ کیونکہ نماز کے وقت منہ اور پیر کھلے رہتے ہیں اور اجنبی نظروں کے سامنے بھی۔ اور محیط میں صحیح وارد ہوا ہے کہ وہ ستر میں نہیں آتے کیونکہ ان سے چلنا پھرنا ہوتا ہے اور کام کاج کے وقت کھلے رہتے ہیں۔

بنا بریں شیخ علی قاری ”شرح مناسک“ میں اور فاضل محمد ہاشم ٹھٹھوی ”حیات القلوب“ میں لکھتے ہیں کہ احرام باندھنے کے بعد عورت کا منہ کو ڈھانپنا جائز نہیں جیسا کہ مرد کو جائز نہیں۔ اور اگر احرام کے بعد عورت اپنا مُنہ ڈھانپے گی تو اس پر کفارہ لازم آئے گا۔ لیکن اگر عورت اپنا منہ برقع سے اس طرح ڈھانپے کہ برقع اس کے چھرے سے مَس نہ ہو یا منہ سے کسی لکڑی کے سھارے یا اور کسی طرح دور رہتا ہو تو پھر جائز ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔

اسی طرح ”فتح القدیر“ اور ”نہایہ“ میں واجبات کے حکم کے ذیل میں اس کی صراحت اس طرح کی گئی ہے کہ اگر عورت چھرے کو ڈھانپنے والی کسی شے سے پردہ کرے اور وہ شے اس کے چھرہ سے مَس نہ ہوتی ہو بلکہ دور رہتی ہو تو واجب ہے۔

(مذکورہ بالا بحث) اس مسئلے پر دلالت کرتی ہے یہ رائے کہ عورت کے لئے ممنوع ہے کہ وہ اپنے چہرے کو بغیر ضرورت کے ظاہر کرے۔ ''نہایہ'' اور ''حیات القلوب'' میں جو کچھ لکھا گیا اسی رائے کی تائید میں ہے۔

اسی طرح علامہ مخدوم عبدالواحد سیوستانی نے مستورات کی تلقین کے سوال پر جو کچھ جواباً تحریر کیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عورت حصولِ طلب کے لئے، ذکر کی تلقین کی خاطر اور خراب عادتوں اور اپنی ہستی کی نفی کے لئے مرشد کے روبرو، جو خیر کا 'باپ' ہے، بے پردہ آکر بیٹھے تو فقہ کے مسئلے کے بموجب، شیخ کی نظر پاک اس کی طرف جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے ولایجوزان ینظر الرجل الی الاجنبیة الاالی وجھھاراً کفیھا لقولہٖ تعالیٰ. وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا [پ ۱۸۔ سورہ النور ۲۴۔ آیت ۳۱] (کسی مرد کو اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں۔ سوائے اس کے چہرے اور ہاتھوں کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''وہ (عورتیں) اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں مگر جتنا کہ ظاہر ہے (یعنی چہروں و ہاتھوں وغیرہ کے سوا)''۔

پس چہرے اور ہاتھوں کا کھولنا جو زینت کی جگہیں ہیں بموجب نصِ قرآنی جائز ہے۔ ہرچند ناموس وننگ کے لحاظ سے یہ گراں بار ہے لیکن یہ ننگ و ناموس جو راہ طریقت میں رکاوٹ ہے۔ اس سے درگذر نہ کیا گیا تو سلوک، جو کہ بُری عادتوں کی بیخ کنی کرتا ہے، میسر نہ آئے گا۔ ہاں! نامحرم کے ساتھ خلوت میں تنہا بیٹھنے سے احتراز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ خلوت محض محرموں کے ساتھ جائز ہے۔ خاص مقرر کردہ جگہوں پر۔ لیکن شریعت کی اجازت کے بعد طالبہ عورت کا پیر کی پیشانی کی طرف، جو لوحِ محفوظ کی معارف ہے، نظر کرنے سے محروم رہنا بدبختی کی علامت ہے۔ کیونکہ رابطہ رکھنے کا شغل نہایت مؤثر ہے۔ اس معنی کے بغیر محقق نہیں۔ ہرچند کہ پردے

میں بیٹھنے کو احتراز کی ایک قسم کہا جاتا ہے۔ لیکن اس جگہ احتراز، عورت کے لئے، احتراز کو ترک کرنے میں ہے۔ حکم میں پردہ نہیں۔ بغیر پردے کے تلقین لینا شرع کے فتویٰ کے موجب برابر ہے۔ تلقین لینے کی حالت میں اور توجہ حاصل کرنے کی صورت میں آمد و رفت میں بھی یہی ایک ہی حکم ہے۔ اور اس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

تلقین لینے یا محب کی زیارت اور توجہ حاصل کرنے کی آماجگاہ اگر دور ہو تو کشش محبت کی مقتضی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ظِل سے ہی اس پرتوَ کے حصول کا وعدہ کیا گیا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے: .یوم لاظل الاظلہ (اس دن صرف اس کے سایہ کے اور کوئی سایہ نہیں ہوگا)۔

اور دوسرے اجرِ عظیم بھی ہیں۔ جیسا کہ احمد اور طبرانی نے ابی مالک الاشعری سے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ لِلّٰہ عبادا لیسوابا نبیاء ولاشھداء یغبطھم النبیون والشھداء علی منازلھم و قربھم من اللہ قیل من ھم یا رسول اللہ قال ناس من بلدان شتی لم تصل بینھم ارحام منقاربۃ تھابوا فی اللہ و تصافوا یضع اللہ لھم یوم القیامۃ منابر من نور قدام الرحمٰن فیجلسھم علیھا یفزع الناس ولایفزعون. (کچھ اللہ کے بندے جو انبیاؑء اور شہداء میں سے نہیں ہوں گے، انہیں اللہ کی قربت میں پا کر انبیاؑء اور شہداء رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون ہوں گے۔ آپ نے کہا کہ "یہ میری امت میں سے جُدا جُدا شہروں کے باسی ہوں گے۔ جو آپس میں قرابت دار نہیں ہوں گے لیکن آپس میں اللہ کے واسطے محبت کرتے ہوں گے اور باہمی ربط رکھتے ہوں گے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور کے منبر آراستہ کرے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھیں گے۔ جبکہ تمام لوگ خوف میں ہوں گے لیکن یہ بے خوف ہوں گے)۔

"الطبرانی" نے سند حسن سے حضرت ابی الدردا سے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیبعثن اللہ اقواما یوم

القیامة فی وجوههم النور علیٰ منابر اللؤلوء یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء و لاشهدا قیل من هم قال هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلادِ شتی یجتمعون علیٰ ذکر الله یذکرونه. (اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک ایسی قوم اٹھائیگا جن کے چہروں پہ نور چمکتا ہوگا اور وہ موتیوں کے منبروں پہ متمکن ہوں گے۔ وہ انبیاؑ یا شہداء نہیں ہوں گے۔ بلکہ ان کے مراتب دیکھ کر انبیاءؑ و شہداء رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہوں گے آپ نے فرمایا کہ ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے ہوں گے۔ یہ مختلف قبائل اور مختلف شہروں سے تعلق رکھتے ہونگے۔ اور اللہ کے ذکر کے لئے ایک جگہ اکٹھے ہوتے ہوں گے'')۔

اس سلسلہ میں کثیر احادیث وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی نے بھی عورتوں کے سفر کے متعلق لکھا ہے ۔ هٰذا ماظهر بالبال علی الطریق الاستعجال وهو تعالیٰ اعلم بحقیقة الحال . (یہاں پہ اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عجلت میں تحریر کیا گیا ہے اور حقیقتِ حال کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے)۔

اب ہم اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ایشان قدس سرہٗ جدہ سے ۲۴ ذی حجہ ۱۲۹۲ھ کو دوخانی جہاز میں سوار ہو کر ۵ ماہِ محرم الحرام ۱۲۹۳ھ کو بندرگاہ کراچی تشریف آور ہوئے۔ جہاں آپ نے تین (۳) چار (۴) روز قیام کرنے کے بعد شہر ٹھٹھہ میں زیاراتِ عالیہ کا شرف حاصل کیا اور وطن شریف کی طرف مراجعت فرمائی۔ کلری کے مقام پر دو (۲) روز طبیعت مبارک علیل رہی۔ لیکن عافیت رہی خیریت و آرام کے ساتھ اپنے دارالارشاد لواری شریف پہنچے۔ مرقد مطہر حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ الاطہر کی زیارت کی اور خانقاہِ ارشاد میں رونق افروز ہوئے۔

الحمد لله الذی اذهب عناالحزن وافتح ابواب المنن. (سب تعریف اس اللہ پاک کے لئے ہے جس نے غم واندوہ سے نجات دی اور اپنے احسان کے دروازے کھولے)۔

واضح ہو کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کا ہمیشہ سے یہ دستور تھا کہ سفر کی تیاری کے دوران اور روانہ ہوتے وقت زیارت (فیضِ بشارت روضۂ مطہرہ) حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ سے مشرف ہوتے۔ بلکہ جب سفر کا ارادہ کرتے تو کئی راتیں تنہائی میں شبانہ

زیارت سے مشرف ہوتے۔ اور کبھی کبھی تو عجیب وغریب واقعات حضرت ایشان قدس سرہٗ کی زیارت کے دوران جلوہ گر ہوتے۔ جن کا بعض خواص سے ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار بیان فرمایا کہ ''آج آدھی رات کے وقت جب کہ ساری مخلوق محوِ خواب تھی، میں روضۂ مطہرہ کی طرف گیا۔ جب دہلیز تک پہنچا تو ذکرِ جہری (بلند آواز سے ذکر) اِن خاکی کانوں سے سُنا۔ حیرت زدہ ہوکر حویلی یعنی قلعہ کی بیرونی دیوار (جو کہ روضۂ شریف کے دالان کے پہلو میں ہے)، اس تک پہنچا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ ذکر روضۂ عالیہ کے دروازے پاک کے آگے ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں صحن شریف میں پہنچا۔ تو محسوس ہوا کہ ذکر کی آواز روضۂ منوّرہ کے اندر سے آرہی ہے۔ روضۂ منوّرہ کا دروازہ بغیر تالے کے بند پایا۔ تمام لوگ اور مجاور صحن کے ایوان کے باہر محوِ خواب تھے اور سو رہے تھے۔ آخر کار دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور محسوس کیا کہ مواجہ سے یعنی مغربی سمت سے، اس ذکر کی آواز آرہی ہے۔ کیونکہ بلند آواز سے ذکر ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ مواجہ کی طرف گیا۔ جہاں ایک گوشے میں چراغ جل رہا تھا۔ لیکن کسی شخص کو بھی میں نے جسمانی طور پر وہاں نہیں دیکھا۔ یہ ذکر شریف قبہ اعلیٰ کی چھت سے سنائی دے رہا تھا۔ اور اس رات عجب معاملات اور غریب حالات نظر سے گذرے۔''

یہ جامع الکلمات کہتا ہے کہ اس سلسلہ میں زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں۔ یہ تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا۔ لان القلیل یخبر عن الکثیر والقطرۃ تحکی عن الغدیر. (کیونکہ تھوڑا کثرت کی خبر دیتا ہے اور قطرہ جوہڑ پر دلالت کرتا ہے)۔

❁☆☆☆❁

باب سوم

فصل ششم

حضرت ایشان قدس سرہٗ کا چھٹا اور آخری حج

اِس حج کی تیاری سے چند روز پیشتر اپنی عمر شریف پوری ہونے کی مختلف انداز سے خبریں دیتے رہے۔ چنانچہ بارہ (۱۲) ماہ قبل مکان شریف میں آپ کو ضیق النفس کی عارضی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ جس کے دوران ایک رات عشاء سے پہلے فرمایا کہ ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب میری عمر پوری ہونے کو ہے۔ بعض اولیاء کو اس کی پیشگی اطلاع دی گئی ہے۔ حضرت جناب خواجہ ثانی قدس سرہ' کے متعلق درویش عالی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک دن فرمایا کہ ''مجھے دو ملائکہ حضرت کبریا جل شانہ' کی بارگاہ میں لے گئے۔ حضرت سبحانہ کے بلاوے پر میں حد درجہ مسرور شادمان تھا اور حکم کا منتظر کھڑا تھا کہ مجھ سے خطاب ہوا کہ ''ہم نے تم کو اپنے پاس دائمی طور پر بلایا تھا لیکن اب تمہیں مہلت دی گئی ہے۔ لوٹ جاؤ اُس وقت تک کہ تمہارے پسر کو تمہارا جانشین نہ کردیا جائے۔'' پس اس ذکر کے بعد حضرت ایشان قدس سرہ' نے فرمایا کہ ''حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ اس واقعہ کے بعد بارہ (۱۲) یا تیرہ (۱۳) ماہ بقید حیات رہے۔''

آپ قدس سرہٗ نے مزید فرمایا کہ ''جب ولی کامل اس جہاں سے رحلت کرتا ہے تو یکبارگی لوگوں کے دل مضطرب اور زیروزبر ہو جاتے ہیں۔ لیکن بالآخر رفتہ رفتہ سنبھل جاتے ہیں۔'' جامع الکلمات کہتا ہے کہ حضرت ایشان قدس سرہ' اس تذکرے کے بعد ۱۲ ماہ اور چند دن بقیدِ حیات رہے۔ اور آپ جو کچھ فرماتے تھے وہ درست اور واقعی ہوکر رہتا تھا۔ لیکن گفتگو اس رمز پر کرتے تھے کہ بظاہر ہر سُننے والا یہ سمجھتا کہ بات دیگر اولیاء کرام کی بیان کی جاری ہے نہ کہ اپنے متعلق کہہ رہے ہیں۔ اپنے سفر کی درپردہ تیاری

کے دوران ایک دن فرمایا کہ ''موت دنیا سے زیادہ مرغوب لگتی ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب. والموت للبیب الذمن الزنیب ۔(موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے۔ اور موت کا مزہ لذیذ ترین کھجور سے بھی زیادہ ہے)''۔

آپ فرماتے تھے کہ ''بعض اولیاء کرام کو ان کی رحلت سے کچھ گھنٹے یا مہینے یا سال یا اس سے زیادہ مدت قبل، لقائے ایزدی کی بشارت دی جاتی ہے، جس کے سبب اُن کا شوقِ لقا اور بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ مولانا رومؒ اس مقام کے متعلق فرماتے ہیں۔

پیشتر آ پیشتر آ جانِ من
پیک دارِ حضرتِ رحمانِ من

(جلد آ جلد آ اے جانِ من۔ اے حضرتِ رحمان کا پیغام لانے والے)۔

مرگِ شیریں گشت نقلم زین سرا
چون قفس ہشتن پریدن مرغ را

(اس دنیا سے رخصت ہونے پر موت شیریں ہوگئی ۔جس طرح پرندہ پنجرے سے اڑنے کی کوشش کرتا ہے)''۔

پھر حضرت خواجہ کلاں سلطان الاولیاء قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آپ اپنے آخری ایام میں مندرجہ ذیل دو (۲) اشعار کمال بساط وانبساط سے بار بار پڑھا کرتے تھے۔

خوش خبردار اے نسیمِ شمال
کہ بما می رسد زمانِ وصال

(نسیم شمال یہ خوشخبری لے آئی۔ کہ مجھ پر وصال کا وقت آپہنچا ہے)۔

یا برید الحمی حماک اللہ
مرحبا مرحبا تعال تعال

(اے بخار کی تکلیف تجھے اللہ جزا دے۔ مرحبا مرحبا آؤ آؤ)''۔

حضرت ایشان قدس سرہ‘ نے ان سرگشتہ ایام میں مجھے ایک بار ارشاد فرمایا کہ ’’کچھ اشعار مثنوی مولوی رومی قدس سرہٗ کے وزن پر اکابر اولیاء کی موت کے بارے میں کہیں۔‘‘ چنانچہ حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے میں نے چند شعر کہے جو اس طرح ہیں۔

۱۔ بشنو از نے چون حکایت میکند
کز جدائیہا شکایت میکند
بانسری سے سنو کہ کیا حکایت بیان کرتی ہے۔ وہ اپنی فرقت کی شکایت کرتی ہے۔

۲۔ روح چُون نَے از نیستان خُدا
آمدہ در این جہان گشتہ جدا
روح مثل بانسری کے نیستیءحق سے ہے۔ اس جہاں میں اپنی اصل سے جدا ہو کر آئی۔

۳۔ باز بہر اصل خود برمی تند
بہرِ وصلش صد نفیری میزند
پھر اپنی اصل کی طرف جانے پر بے چین ہے۔ اسکے وصل کیلئے سیکڑوں فریادیں کررہی ہے۔

۴۔ روح چوں طوطی وجسمش چون قفس
چون قفس بشکست رست این درنفس
روح مثل طوطے کے اور جسم قفس کی مانند ہے۔ جب قفس ٹوٹا تو طوطا بھی آزاد ہوا۔

۵۔ گرچہ نام مرگ برمرگ ولی است
لیک نبود مرگ بل فرح ولی است
اگرچہ موت کا نام ولیوں کی موت پر لگایا جاتا ہے۔ لیکن ان کی موت، موت نہیں بلکہ فرحت ہے۔

۶۔ نہی لاتلقوا خدا بہر کسے
گفت کاندر تہلکہ کافتد بسے
ان پر وصل حق نہیں ہوتا جو۔ نفس کی ہلاکت میں ہیں۔

۷۔ حبّذا مرگ کہ باعث زندگی است
درفنا خود معنیٔ پایندگی است
مرحبا ولیوں کی موت زندگی کا باعث ہے۔ ان کی فنا بذات خود دائمی زندگی ہے۔

۸۔ تلخ کے گردد بکامل مرگ تن
چون ز زندان رست آمد درچمن
کامل کے تن کی موت کیونکر تلخ ہونے لگی۔ یہ تو زندان سے نکل کر چمن میں جاتا ہے۔

۹۔ بت شکستن از خلیل اللّٰہ بین
کان بنار اندر بتی خود داد این
بت کو توڑنا خلیل اللہ کے عمل سے دیکھو۔ کہ آگ میں داخل ہو کر انہوں نے اپنے جسم کا کوئی خیال نہ کیا۔

۱۰۔ چون ہمی میرند حِسّہائے بتر
حق بجا ایشان شود سمع و بصر
جب جسمانی حس مر جاتی ہے۔ تو پھر اس جگہ حق سننے والا اور دیکھنے والا بن جاتا ہے۔

۱۱۔ مرگ باشد ہادم اللذّات تن
مرگ اندر ماسِوا آتش فگن
موت لذاتِ جسم کو مٹانے والی ہے۔ دت ماسِوا کو جلانے والی ہے۔

۱۲۔ مرگ باعث رستگاریٔ نفس
مرگ شد تدبیر بشکستن قفس
موت نفس کے چھٹکارے کا باعث ہے۔ موت قفس کو توڑنے کی تدبیر ہے۔

۱۳۔ مرگِ پردہ نور غیرت حبّذا
مرگِ مونس با حقیقت حبّذا
مرحبا کہ موت غیرت کے نور کا پردہ ہے۔ مرحبا کہ موت حقیقت کے ساتھ مونس ہے۔

۱۴۔ مرگ باعث جلوۂ انوارِ حق
مرگ گشتہ مظہرِ اسرارِ حق
موت انوارِ حق کے جلوے کا باعث ہے۔ موت اسرارِ حق کی مظہر ہے۔

۱۵۔ مرگِ کحلِ عین اخیار آمدہ
مرگ جسر وصل بایار آمدہ
موت خیر کی آنکھ کا سُرمہ ہے۔ موت یار سے ملانے والا پل ہے۔

۱۶۔ مرگ باعث وصل عریانی شدہ
مرگ مظہر سِرّ پنہانی شدہ
موت صاف طور پر وصل کا باعث ہے۔ موت پوشیدہ راز کی مظہر ہے۔

۱۷۔ مرگ اہل اللہ چون مرگِ شہید
بل ہم احیاءِ بشارت شد پدید
اہل اللہ کی موت شہید کی موت کی مانند ہے۔ جن کو ہمیشہ زندہ رہنے کی بشارت دی گئی۔

۱۸۔ مرگ نبود مرگِ اہلِ نورِ دل
بل شد از داری بداری منتقل
اہل نور کے دل کی موت، موت نہیں۔ بلکہ ان کا ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔

۱۹۔ مرگِ کامل نیست مرگ اے ذوالبصر
دانہ چون میرد برویا ند ثمر
اے ذی ہوش، کامل کی موت، موت نہیں۔ دانہ مٹی میں مل کر ہی پھل لاتا ہے۔

۲۰۔ مرگ دارد بوئے ریحانِ جنان
مرگ آمد بزمِ بستانِ جنان
موت جنت کے پھول کی خوشبو ہے۔ موت جنت کے باغ کی بزم ہے۔

۲۱۔ مرگ آمد ہرچہ دیدی پیش زو
آن ہمہ اندر عدم آمد کرو
موت آنے سے جو کچھ اس سے قبل دیکھا۔ وہ سب عدم میں مکڑی کے جالے کی طرح ہو گیا۔

۲۲۔ مرگ مقعد صدق را مجلس شدہ
مرگ شد منجی ازین آتش کدہ
موت صدق کی جگہ سے مجلس بن گئی۔ موت اس آتشکدہ (دنیوی مصائب) سے نجات دینے والی ہو گئی۔

۲۳۔ مرگ خواہد رستن وآزا دیت
مرگ خواہد درجنان آبادیت
موت تیری آزادی ونجات بن گئی۔ موت جنت میں تیری آبادکاری ہے۔

۲۴۔ مرگ معنی طال شوقی للقاء
مرگ با حرف اِرجعی شد ملتقا
موت دیدار کے شوق کو بڑھاتی ہے۔ موت 'اِرجعی' کے حرف سے ملاقات بخشتی ہے۔

۲۵۔ مرگ گر خوانی نبود پُر از نعم
نامدی بر سرورِ عرب و عجم
موت اگر نعمت سے پُر نہ ہوتی۔ تو سرور عرب و عجم ﷺ پر نہ آتی۔

۲۶۔ مرگ پر الوان باشد مائدہ
بہر اہل دل زا یزد عائدہ
موت رنگوں سے بھرا ہوا دستر خوان ہے۔ جو اہلِ دل کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔

۲۷۔ مرگ از درگہِ خدا آمد رسول
رُو نگردانند زان صاحب عقول
موت درگاہِ خدا کے قاصد کی طرح ہے۔ جس سے صاحبانِ عقل مُنہ نہیں موڑتے۔

۲۸۔ حق تمنوا الموت بہر صادقِین
گفت تا جانرا برافشانی براین
حق نے فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔ وہ (سچے) اس فرمان پر اپنی جان نچھاور کرتے ہیں۔

۲۹۔ صورتش مرگ و بظاہر زندگی
ظاہرش دردو بجان خورسندگی
صورت میں موت ہے لیکن بظاہر زندگی ہے۔ ظاہر میں درد ہے لیکن رُوح کیلئے خوشی ہے۔

۳۰۔ ہرچہ سازم زین حیاتِ جاودان
مدح توصیف آمدہ بالا ازان
اِس حیاتِ جاوداں سے متعلق جو کچھ بھی بیان کروں۔ تو اس کی تو صیف،اس سے بلند تر ہے۔

۳۱۔ زین سبب زیبا زبان را خاموشی است
زانکہ آخر ہر بیان را خاموشی است
اس لئے زبان کو خاموشی زیبا ہے۔کیونکہ آخر ہر بیان کے بعد خاموشی ہے۔

۳۲۔ خاموشی ہم مثل مرگ آمد عمی
ظاہرش رنج وبباطن خورمی
خاموشی بھی موت کی مانند تکلیف دہ لگتی ہے۔ (لیکن) ظاہر میں دکھ ،باطن میں خوشی ہے۔

۳۳۔ دیدۂ فکرت کشا عبرت ببیں
یاد مرگ و خاموشی بارے گزیں
فکر کی آنکھ کھول، عبرت سے دیکھ۔ موت اور خاموشی کی یاد اپنالے۔

۳۴۔ طالبا گر قلب باشد صافیت
از لواری باشد این بس کافیت
اے طالب! اگر تیرا قلب صاف ہے۔ تو یہ لواری کی طرف سے ہے، تیرے لئے بس کافی ہے۔

۳۵۔ یاد مرگ و خاموشی اسرارِ نو
در لواری آمدہ آنرا شنو
موت اور خاموشی کی یاد کے نئے اسرار۔ جو لواری میں آیا ہے اس سے سنو۔

۳۶۔ وعظ و مرگ و خاموشی هر کوشنید
گر شقی باشد همی گردد سعید

موت و خاموشی کی نصیحت جو کوئی سنے۔ اگر بد بخت ہو تو وہ بھی سعید ہو جائے۔

پس ان اشعار کو سُن کر آپ قدس سرہ' بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ "مجھے شوقِ وصال برائے حصولِ لقائے ایزدی روز بروز زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور عمر بمطابق سنتِ نبوی ﷺ، الحمدللہ کہ اب پوری ہونے کو ہے۔ پس سنتِ مصطفوی ﷺ کے ادا کرنے کے بعد اگر موت آ جائے اور لقائے رحمانی تک پہنچا دے تو کیا غنیمت ہے۔"

جامع الکلمات کہتا ہے کہ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ من احب لقاء الله احب الله لقائه (بخاری و مسلم وغیرہ) (جس نے اللہ کے دیدار کی چاہت کی اللہ اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے)۔

اور عزیزی، شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں۔ جو بخاری سے ماخوذ ہے۔ قالت عائشه او بعض ازواجه انالنکرهُ الموت قال لیس ذٰلک ولکن المومن اذا حضرة الموت بشر برضوان الله و کرامته فلیس شئی احب الیه مما امامه فاحب لقاء الله واحب الله لقائه و ان الکافر اذا حضرة الموت و بشر بعذاب الله وعقابه فلیس شئی اکره الیه مما نکره لقاء الله و کرهُ الله لقائه. (حضرت عائشہؓ نے یا بعض ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے فرمایا بے شک ہم موت کو مکروہ سمجھتے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "ایسا نہیں۔ لیکن مومن کو، جب اس پر موت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضا اور کرامتوں کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ پس نہیں ہے اس کے لئے زیادہ محبوب جو اس کے سامنے ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ اور بے شک جب کافر کو موت آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی اطلاع دی جاتی ہے۔ پس نہیں اس کے لئے زیادہ مکروہ وہ جو اس کے سامنے ہے۔ پس وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے)۔"

ماہِ شعبان کے اواخر میں اور ماہِ رمضان کے اوائل میں مرض شریٰ، بخار اور ضیق

النفس کی بیماری نے زیادہ زور پکڑا۔ پس اس حالت میں آپ نے فرمایا کہ ''ضیق النفس کی بیماری ۱۷ سال کی عمر سے مجھے لاحق ہے۔ آج تک اس نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ قبل ازیں جوانی میں بدن کو ہر مرض کے برداشت کرنے کی طاقت تھی، لیکن اب وہ طاقت نہیں رہی اور بیماری بہت ہی ناتواں کردیتی ہے۔'' مگر اس سے پیشتر اس نیت سے کہ عمر بڑھ کر عمرِ نبوی ﷺ سنتِ مصطفوی ﷺ تک پہنچے، دعا اور دوا کے ذریعہ شفایابی کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اب اس تمنا کے برآنے کے بعد دعا و دوا کے ذریعہ شفا پانے اور درازئ عمر کی ضرورت نہ رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ''اگر خود بخود اللہ سبحانہٗ اپنے کمالِ کرم سے شفا اور اطاعت کی توفیق نیز بدن میں طاقت اور استطاعت بخشے تو وہ مالک ہے بلکہ یہ اس کا عین احسان ہوگا۔ لیکن ایک آرزو زیارتِ نبوی ﷺ و جوارِ مصطفوی ﷺ کی ہنوز باقی ہے۔''

نیز فرماتے تھے کہ ''سنتِ نبوی ﷺ کی رو سے کئی صحابہ کرامؓ اور بعض اولیائے کرامؒ خصوصاً حضرت مجددؒ اور حضرت خواجہ کلاں قدس سرہما کی عمریں ۶۳ برس کی ہوئی ہیں۔ مجھے بھی (یعنی حضرت ایشان قدس سرہٗ کو) محض اپنے فضل و کرم سے علومِ حقیقت میں ان کی علوِ مرتبت شان سے بہرہ ور کیا ہے اور ان کے مقامات تک پہنچایا ہے اور عمر بھی ۶۳ برس ہو چکی ہے۔ آگے دیکھیں کیا ہوتا ہے''۔

ایک روز فرمایا کہ ''اگرچہ میں سندھی ہوں لیکن حقیقت میں مدنی ہوں۔ اگرچہ ظاہر میں مرید خواجہ ثانی قدس سرہٗ کا ہوں لیکن باطن میں ہر حال وہر آن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ہوں اور ان سے جدا نہیں ہوں۔ کہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نفس اور شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔'' اور اسی روز خواب کا ذکر کیا، جس کا بیان اس جا مناسب نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''رفاقتِ نبوی ﷺ روز بروز زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ شاید کہ عمر اختتام کو پہنچی ہے۔''

یہاں تک کہ یکم رمضان شریف ۱۲۹۷ھ کو اپنے سفر کی تیاری کا اظہار فرمایا۔ استخارہ کیا اور کہا کہ ''سفر کے لئے استخارہ مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ لیکن واپسی کے لئے دیکھیں''۔ عمر شریف کے آخری دو (۲) تین (۳) سالوں میں شاید ہی لمحہ بھر کے لئے آرام کیا ہو۔ باوجود کمزوری و بڑھاپے کے اور عارضہ بیماری کے پوری پوری رات دو زانو ہو کر

مراقبے میں گزارتے اور شب کے دوران کبھی پاؤں دراز نہیں کیے، خصوصاً اس رمضان شریف ۱۲۹۷ھ میں کہ جو حضرت ایشان قدس سرہ' کا آخری رمضان تھا۔ زہے، حالاتِ غریب اور کیفیاتِ عجیب آپ سے صادر ہوتے۔ اور باوجود کمالِ ضعف و بیماری کے آپ نے چھ(٦) ختم القرآن اس ماہ شریف میں پڑھے اور ایک ختم قرآن تراویح کے دوران سماعت فرمایا۔

ماہِ شوال ۱۲۹۷ھ کی دوسری تاریخ بروز پیر صبح کو اشراق کے بعد مقبرہ مطہرہ روضہ منورہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ کلاں قدس سرہ' کی زیارت کے لئے تنہا گئے۔ کسی اور کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ کچھ وقت کے بعد جب مقبرے سے باہر آئے تو غمگین تھے۔ رُوئے انور رنگ بدلتا ہوا دکھائی دیا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ صاحبانِ ہوش و خرد پر دیکھتے ہی یہ حقیقتِ یاس و غم واضح ہوگئی۔ آپ اوطاق پر آئے اور فرمایا کہ ''اس سفر کے لئے اس بار حضرت خواجہ کلاں قدس سرہ' نے مرقد سے باہر آ کر مجھ سے معانقہ کیا اور کمالِ شوق کے ساتھ مجھے رخصت کیا۔ چنانچہ مجھے یہ رخصتِ آخریں معلوم ہوئی۔'' پھر آپ روانہ ہوئے۔ اس حالت میں جبکہ پیر کی اس رات کے قریب اتوار کے دن عصر سے سخت بارش ہونی شروع ہوگئی تھی۔ چنانچہ اس بارش سے تمام گلی کوچے، راستے اور دشت و بیابان دشوار گزار ہو چکے تھے۔ باوجود اس قدر کیچڑ اور راستے کی دشوار گزاری کے آپ، اسوۂ ماجد، ستودہ محامد، اخلاص منش حاجی پیر بخش کی دعوت پر اس کے شہر، جو مکان شریف سے ایک فرسنگ (تین(۳) میل) کے فاصلے پر واقع ہے، تشریف فرما ہوئے۔

حاجی موصوف نے کمال انکساری کے ساتھ پا پیادہ حاضری دی۔ آپ نے اسے دعائے خیر سے یاد کیا۔ اس جگہ دیکھا گیا کہ رخصت کی اداسی ہنوز حضرت کے چہرے سے ہویدا ہے۔ اور آپ کے واضح اور بے حجابانہ کلام سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ آپ کا آخری سفر ہے۔ یہ ایک غیبی کشش ہے کہ جو لئے جا رہی ہے۔ ورنہ اس ضعف، بیماری اور بڑھاپے میں ایسے سفر کی کون تاب لا سکتا ہے۔

ظہر کے بعد اسی روز کشتی میں سوار ہو کر ''نالہ گونی'' کے راستے روانہ ہوئے۔ حتیٰ کہ راستے میں، اخترِ برجِ نقابت، گوہرِ درجِ نجابت، سیّد علی محمد شاہ دھنڑائی اور بلوچ نوتکانی اور

کیر یہ مریدین وفقراء کی دعوت قبول کی۔ اور ٹنڈو محمد خان میں شاہوانی ٹالپور میروں کی، اور حیدرآباد و کوٹری میں میر محمود، کہ جو خواجہ حلیم قدس سرہٗ کے کامل مریدوں میں سے تھے، ان کی اولاد و اطفال ٹالپور میروں کی دعوت قبول فرمائی۔ یہاں تک کہ ریل کے راستے کراچی پہنچے۔ جہاں پر مریدین وفقراء کی ایک دو (۲) وقت کی دعوت قبول کی۔

آٹھ (۸) روز جہاز کے انتظار میں بندرگاہ پر ٹھہرے رہے۔ کراچی اور گرد و اکناف کے اکابر و بزرگان آپ کو الوداع کہنے اور ملاقات کی خاطر آتے رہے۔ ہر ایک سے آپ خلقِ مصطفوی ﷺ کے ساتھ نہایت مہربانی سے توجہ فرماتے تھے۔ ہر مجلس و محفل میں دورانِ گفتگو اس طرح رمزیہ اشارات فرماتے کہ یہ "آخری سفر ہے۔ لوٹ کر آنا ممکن نہیں"۔ لیکن ظاہر بینوں کی فکر اس نکتہ تک نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ ایک محفل میں اہلِ ولایت کے تذکرے کے دوران فرمایا کہ "بزرگ صاحب داسوڑی کے مرشد دہلی میں رہتے تھے۔ چند بار ان کی زیارت کے لئے داسوڑی صاحب نے سفر اختیار کیا اور وفات کے وقت کہا کہ مجھے اس کے سوا اور کوئی فکر نہیں کہ میری عمر نے وفا نہ کی، ورنہ سفر اختیار کر کے اپنے مرشد کی زیارت سے سیر ہوتا اور اب تشنہ جا رہا ہوں۔" پس حضرت نے فرمایا کہ "میرے مرشد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ افسوس کہ بڑھاپے اور کمزوری نے آلیا اور عمر اختتام کو پہنچی۔ لیکن اب تک ان سفروں سے سیری نہیں ہوئی۔" پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

"زین دو روز زندگی جامی نشد سیر از غمش
وہ چہ خوش بودی کہ عمر جاودانی داشتے

(اِس دو روزہ زندگی کا جام اسکے غم سے پُر نہ ہوا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ ہمیشہ کی زندگی ملتی)"۔

کراچی سے دُخانی جہاز میں ۲۲ شوال کو سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جہاز کے کیبن (کمرے) میں صاف صاف اور واضح گفتگو فرماتے۔ چنانچہ ایک بار آپ کی خدمت میں بعض عمائدین روزگار حاضر تھے۔ اور حضرت خواجۂ خواجگان فخر الاکابران حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرقد مبارک کی زیارت کی گفتگو کے دوران بات نکلی۔ کہ اب ریل چلنا شروع ہوگئی ہے اور کرایہ بھی سستا ہے۔ پس حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "اصحابِ

بصیرت کے لئے حضرت خواجۂ خواجگان کی زیارت فیض بشارت زیارتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام کی مانند خالص ذات کی ترقیات میں ممد و معین ہے۔ حالانکہ اس سفر کا ارادہ کرتے وقت یہ خواہش تھی کہ پہلے خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہو کر پھر کراچی سے جہاز میں سوار ہونگا۔ لیکن ظاہراً جہاز کی روانگی کا وقت آ گیا اور باطناً کسی قدر ناموافقت مانع رہی۔ لیکن یہ میرا دلی پختہ ارادہ ہے کہ اگر زندگی نے وفا کی اور واپس لوٹنا ہوا تو ضرور اس زیارت فیض بشارت کی سعادت حاصل کروں گا۔" پس حضرت ایشان قدس سرہٗ کے کہے گئے لفظ تشکیک پر عمائدین میں سے کسی نے دعائیہ طور پر کہا کہ شک نہ فرمائیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ آپ کو عمرِ دراز بخشے گا۔ کیونکہ آپ کی عمر کی بقا طالبوں کے فیض کی بقا ہے۔ اس پر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ "ہاں، عنایاتِ الٰہی عظیم ہیں۔ اگر قدرت ایسی مدتِ مہلت دے تو اس کے اختیار میں ہے۔ لیکن میں یقین کی آنکھ سے اپنی زندگی کی انتہا کو دیکھتے ہوئے مسافر ہوا ہوں۔ خواجۂ خواجگان کی زیارت ضرور کروں گا اگر لوٹنا ہوا۔ لیکن دل یہ کہتا ہے کہ اگر جوارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو تو کیا ہی بہتر ہے۔"

آپ فرماتے تھے کہ "ہر بار جب بھی میں زیارتِ مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلواۃ والسلام کے لئے گیا، خود اپنی آرزو کے تحت نہیں گیا۔ بلکہ مجھے بلایا گیا اور پھر رخصت ملنے پر ہی میں واپس لوٹا۔ جس طرح مجھے حکم دیتے ہیں میں ویسے ہی کرتا ہوں۔"

ایک دن جہاز میں فرمایا کہ "بعض کامل ولیوں کو ان کی زندگیاں پوری ہونے کی اطلاع حق سبحانہٗ تعالیٰ پہلے ہی دے دیتے ہیں۔ لیکن بعض ضروری اُمور کی وجہ سے وہ اس کو افشا نہیں کرتے۔ چنانچہ حضرت خواجہ صفی اللہ قدس سرہٗ کو مکہ معظّمہ میں آپ کی زندگی پوری ہونے کی اطلاع دی گئی۔ جس پر آپ نے حقیقت کو مخفی رکھتے ہوئے وطن کو مراجعت کرنا منسوخ کر دیا۔ اس فیصلے پر وہ مریدان و بہرہ یافتگان، جو بصیرت رکھتے تھے، راضی اور تابع ہو گئے۔ لیکن ظاہر بین مرید آپ سے رجوع کر کے آپ کو وطن لوٹنے پر تنگ کرنے لگے۔ مجبوراً آپ بادلِ ناخواستہ بندرگاہ حدودہ تک آئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ کشتی میں پاؤں نہ رکھا اور ظاہر بینوں سے کہا کہ استخارہ مدد نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے کی رخصت نہیں ملتی۔ چنانچہ مجبوراً ظاہر بینوں نے غرق ہونے کے خوف سے مزید توقف کو گوارا کر لیا۔ حتیٰ

کہ حضرت خواجہ، اللہ تعالیٰ سے واصل ہوئے۔ آپ کا مرقد مبارک بندرگاہ حدودہ میں واقع ہے۔ آپ کے وجود مسعود کے انوار سے یمن منور ہے۔"

آپ نے مزید فرمایا کہ "حضرت مخدوم شہاب الدین نوشہرائی کی زندگی سمندر میں پوری ہوئی۔ آپ کے پس ماندگان، نعش مبارک کو خشکی پر نہ پہنچا سکے اور سمندر میں اتارا۔ اگرچہ خاصگان کے لئے سمندر میں نجات اور عنایت بے غایات ہیں۔ چنانچہ شرح الصدور میں حدیث شریف سے منقول ہے۔ **اخرج ابو سعید فی شرف المصطفیٰ من طریق احمد بن محمد بن ابی بزّہ ثنا محمد بن الوزان عن عبید بن سعید عن ابیہ قال....**

(عبید بن سعید سے روایت ہے انہوں نے اپنے باپ سے سُنا کہ جس وقت حسن بیٹھے تھے اور ان کے گرد لوگ جمع تھے۔ جب اس نے سبز آنکھوں والے مرد کی طرف دیکھا۔ تب حسن نے اس سے پوچھا کہ کیا تم ماں کے پیٹ سے سبز آنکھوں سمیت پیدا ہوئے تھے یا یہ عارضی برا پن ہے؟ اس پر اس نے جواب دیا کہ "ابا سعید، کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟" انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اپنی پہچان کراؤ۔ چنانچہ اس نے اپنا نسب بیان کیا۔ اس پر تمام اہلِ مجلس نے اس کو پہچانا۔ حسن نے کہا کہ اب اپنا احوال بیان کرو۔ اس نے کہا کہ میں کشتی میں مال لاد کر یمن کی طرف جانے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راستے میں سخت طوفان آیا۔ اور کشتی غرق ہوگئی۔ میں ایک تختے کے وسیلے کسی ساحل پر پہنچا۔ حیران و پریشان حال، چار (۴) مہینوں تک درخت کے پتے اور گھاس کھا کر، چشموں اور تالابوں کا پانی پی کر گزارا کرتا رہا۔ پھر تنگ آ کر دل میں کہا کہ یا تو مر جاؤں یا جیوں۔ یہاں وہاں گھومنے لگا کہ مجھے ایک حویلی نظر آئی، جس کی بنا چاندی کی تھی۔ اس کے دروازے سے داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک تختے پر موتیوں کا صندوق رکھا ہوا ہے، جس پر تالا لگا ہوا ہے اور چابیاں سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ چابی سے تالا کھولا۔ اندر سے بہت خوشبو نکلی۔ ریشم کے کپڑے میں آدمی کی میت لپٹی ہوئی نظر آئی۔ اچانک ایک میت کو زندہ ہوتے دیکھا۔ پھر صندوق بند کر کے باہر نکلا۔ حویلی کا دروازہ بند کیا اور باہر آ گیا۔ آگے جانے لگا تو اچانک دو (۲) گھوڑے سواروں نے، جن کی جبینوں سے نور چمک رہا تھا اور ان کی مثل میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، مجھ سے حال پوچھا۔ میں نے پورا ماجرا بیان کیا۔ میرے احوال کو سن کر انہوں نے مجھ سے کہا کہ یہاں سے سیدھا چلے جاؤ۔ ایک درخت کے پاس پہنچ جاؤ گے جس کے برابر ایک باغ نظر آئے گا۔

جہاں پر ایک حسین وجمیل شیخ نماز پڑھ رہے ہیں، انہیں اپنا حال سناؤ۔ وہ تجھے ضرور راستہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر میں اس شیخ کے پاس پہنچا۔ سلام کہا۔ انہوں نے وعلیکم السلام کہہ کر مجھ سے میری روئداد پوچھی۔ میں نے انہیں اپنا تمام احوال بتایا۔ جب میں نے حویلی کا ذکر کیا تو وہ ڈر گئے اور کہنے لگے کہ وہاں پر تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا کہ صندوقوں کو بند کیا اور حویلی کے دروازے کھلے چھوڑ آیا۔ انہوں نے مجھے بیٹھنے کو کہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک بادل وہاں سے گزرا، جس نے کہا اسلام علیک یا ولی اللہ۔ آپ نے اس بادل سے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ فلاں جگہ۔ اس طرح کے بادل یکے بعد دیگرے آپ کے اوپر سے گذرتے رہے یہاں تک کہ ایک بادل آپ کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو، اس نے جواب دیا کہ بصرہ جارہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ نیچے اُتر آؤ۔ وہ نیچے آگیا۔ آپ نے کہا کہ اس شخص کو لے جاکر اس کی منزل پر پہنچادو۔ جب میں بادل پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ تو اس شیخ سے کہا "کہ آپ کو جو یہ تکریم عطا ہوئی ہے اس کے صدقہ میں مجھے بتلائیں کہ وہ حویلی کیا ہے؟ دو(۲) گھوڑے سوار کون تھے؟ اور آپ کون ہیں؟ اس پر اس بزرگ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حویلی کو سمندر میں ڈوبنے والوں کے لئے بنایا ہے اور شہداء کی وجہ سے اُسے مکرم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائک مقرر کئے ہیں جو ڈوبنے والوں کو سمندر سے نکال کر ان کو ریشمی کفن دیتے ہیں اور ان صندوقوں میں رکھتے ہیں۔ وہ دو(۲) گھوڑے سوار ملائک ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان شہداء کو سلام پہنچاتے ہیں۔ میں خضر ہوں۔ میں نے اپنے رب سے سوال کیا ہے کہ تم لوگوں کی اُمت میں میرا حشر کرے۔ پھر شیخ کے کہنے پر وہ بادل اڑا، مجھے بڑا خوف لگا۔ حتی کہ میں اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ یہ قصہ شیخ الاسلام ابن حجر نے اپنی کتاب الاصابہ فی معرفتہ الصحابہ ترجمتہ الخضر ؑ کے ذیل میں بیان کیا ہے۔"

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ "اگرچہ خاصگان کے لئے سمندر میں نجات اور عنایت بے غایات ہیں۔ اگرچہ احادیث صحیحہ قویہ کے مطابق یہ درست ہے کہ سمندر میں وفات پانا بارگاہِ الٰہیہ میں دائم پناہ حاصل کرنا ہے۔ تاہم ہماری التجا ہے کہ سمندر میں زندگی ختم نہ ہو۔"

الغرض نو(۹) دن کے بعد بخیریت بندرگاہ عدن پہنچے۔ مریدین ومعتقدین کے التماس پر عدن کی بندرگاہ میں تشریف آور ہوئے اور یہاں دو(۲) روز قیام کیا۔ ہر راسخ الایقان جو دعوت

کے لئے عرض کرتا، اس کی دعوت بلاعذر قبول فرماتے۔ بلکہ اگر کوئی تبرک کے طور پر اپنے گھر آپ کے قدم رنجہ فرمانے کی استدعا کرتا تو اسے بھی رد نہ کرتے۔ اس کی رہائش گاہ پر جاتے اور کچھ وقت بیٹھ کر دعائے خیر سے اس کی باطنی مدد فرماتے۔ اگر کوئی چائے یا شربت سے تواضع کرتا تو ایک آدھ گھونٹ نوش فرماتے۔ اور اس ضمن میں فرماتے تھے کہ ''مشائخ میں سے کسی ایک نے بھی دعوت کو رد نہیں کیا ہے۔ مگر اولیاء اللہ کے لئے ہر کام میں استخارہ کرنا اور اللہ کی اجازت طلب کرنا ادب ہے اور ان کا استخارہ ان کے قلبِ سلیم کی طمانیت کا باعث ہے۔''

فائدہ: یہ جامع الکلمات کہتا ہے کہ ہر سادہ لوح کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیئے کہ فقط اس آخری حج پر آپ نے معتقدین کی دعوت قبول کی تھی۔ ایسا نہیں۔ اس سے بھی قبل سفروں میں، اس لئے کہ یہ جامع الکلمات چوتھے اور پانچویں حج کے موقعوں پر اور شادیوں میں آپ (آن جناب مرشد ہر شیخ و شاب قدس سرہٗ) کے ساتھ رہا ہے، کبھی اس نے نہیں دیکھا کہ آپ نے دعوت رد کی ہو۔ بلکہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ اور عام و خاص کی آپ دعوت قبول فرماتے تھے۔ چنانچہ بعض ناواقفوں کا یہ کہنا کہ آپ دعوت قبول نہیں کرتے تھے، بے خبری پر مبنی ہے اور یہ ان کی بھول ہے۔ کئی بار دیکھا گیا کہ جو مرید نہیں تھے، فقط معتقد تھے، وہ تحائف لاتے اور دعوت دیتے تو آپ قبول فرماتے تھے، رد نہیں کرتے تھے۔ لیکن بے اعتقاد کے قول کو اعتباراً ساقط جانتے تھے۔ یہ قلب کے لئے عبرت ہے، ظاہر کے لئے نہیں۔ پس تامل کریں اور آگاہ ہوں۔

پھر یہاں (عدن) سے حدودہ پہنچے۔ ایک دن معتقدوں کی عرضداشت پر بندرگاہ میں تشریف لائے۔ یہاں سے بخیریت و عافیت ۵ ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ کو بندرگاہ جدّہ پہنچے اور تاریخ ۸ ذی قعدہ کو مکہ معظمہ پہنچ کر احرام کھولا۔

مکہ معظّمہ میں حاجی عبدالواحد بن یونس جو کہ آپ کے محبّ خاص تھے۔ مدرسۂ عربیہ داؤدیہ میں حضرت ایشان قدس سرہٗ کے آنے سے چندروز قبل سے مقیم تھے۔ کمال عاجزی سے ملتمس ہوئے کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ میری دعوت قبول فرمائیں اور اس مدرسے میں قیام کریں کہ یہ حرم سے قریب ہے اور میں (حاجی موصوف) کسی دوسری کرائے کی جگہ میں رہ لوں گا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے اس کے التماس پر اس کی دعوت قبول فرمائی اور مدرسے میں ٹھہرنا پسند فرمایا۔ مدرسے کے دریچے سے آپ نماز امامِ حرم کے پیچھے پڑھ سکتے تھے۔ کیونکہ حالتِ بیماری میں بھی حضرت

ایشان قدس سرہٗ اس جگہ نماز امام کے پیچھے ہی ادا کرتے تھے اور اس پر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ ''مریض کے لئے ایسی ہی جگہ ہونی چاہیئے۔'' اور حاجی صاحب موصوف کو دعائے خیر سے یاد کرتے رہے۔

بسا اوقات یہاں مکہ معظّمہ میں اپنی عمر شریف کے پوری ہونے کے اشارات بلکہ واضح کلمات فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ''بیت اللہ کی اس زیارت میں ذات کے عجیب جلوے نمایاں ہوئے ہیں۔ جو کہ ارتقا سے مناسبت رکھتے ہیں نہ کہ تنزل سے۔ شاید اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لقا کی دعوت کی نشانیوں میں سے ہے۔'' عیسیٰ درویش دشتیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ایک بار ان کی عمر شریف کے اختتام کے قریب ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کو لقائے ربّانی حاصل ہوا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں لیکن روز بروز بلکہ دمبدم دنیوی تعلقات مجھ سے ٹوٹتے جا رہے ہیں جو بذاتِ خود اجل کی آمد پر دال ہیں''۔

پھر خواجہ ثانی قدس سرہٗ سے منقول یہ حکایت بیان فرمائی کہ ''حضرت خواجہ اور فقیر علی محمد سومرو کے درمیان ظاہری خواہ معنوی گہرے تعلقات تھے۔ فقیر وفات پا چکے تھے اور حضرت خواجہ نے ان کی وفات کے چند سال بعد ایک بار یہ حکایت سُنائی کہ علی محمد کو خواب میں دیکھا کہ وہ مکہ معظّمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کے حرم کے بابِ الوداع پر کھڑے ہیں اور ذاتِ الٰہی کے انوار سے منوّر رہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ علی محمد! انوارِ ذاتی تمہارے چہرے سے نمایاں نظر آرہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ انوار مجھ سے نمایاں ہیں تو حضرت آپ اس حالت سے بالکل باہر کھڑے ہیں۔ پس حضرت خواجہ نے اس حالت (صفت) سے باہر ہونے اور بابِ الوداع پر ایستادہ ہونے کی تعبیر زمانِ وصالِ عریانی کے قرب سے فرمائی''۔ اور حضرت ایشان نے حضرت خواجہ حلیم قدس سرہما سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ''آپ حضرت اپنی عمر گرامی کے اختتام کے وقت بارہا یہ شعر مجلسوں میں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ظاہر بین اسے سمجھ نہ پاتے تھے۔

غنیمت داں و میخورد در گلستان
کہ گل تا ہفتۂ دیگر نباشد

(غنیمت جان اور گلستان میں شراب پی لے۔ کیونکہ دوسرے ہفتے تک (شاید) گُل نہ رہے)۔

جامع الکلمات کہتا ہے کہ لفظ "**گل**" میں عجیب وغریب تلمیح ہے جو حضرت خواجہ حلیم قدس سرہٗ کے اسمِ مبارک کی طرف اشارہ ہے۔ فافہم۔

تا آں کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ حج ادا کرنے کے لئے تشریف لے آئے۔ یہ حج جمعہ کے دن تھا۔ نویں کی رات آپ عرفات میں مقیم رہے اور دسویں کی شب مزدلفہ میں۔ اس دن علی الصباح بعد رمی جمرۃ العقبہ، منا میں کرایہ کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ سر منڈوایا۔ اس دن دست و بخار کے عارضہ میں کچھ افاقہ تھا۔ بعد ایامِ تشریق (عید قرباں کے بعد تین (۳) دن) مکہ معظمہ میں یہ عارضہ شدت اختیار کر گیا۔ جو بھی علاج کرواتے وہ غیر موثر رہتا۔ باخبر فقراء، جن کی نظر حضرت ایشان قدس سرہٗ کی پہلے دی گئی خبروں پر تھی، اپنے اعتقاد کی وجہ سے ناامید ہو چلے تھے اور ان کی آہِ فراق آسمان تک پہنچ گئی۔ چنانچہ جامع الکلمات خلوت میں گستاخی کرتے ہوئے انکشافِ حقیقت کے لئے پوچھ بیٹھا۔ آپ نے عین مہربانی سے فرمایا کہ "واقعہ میں دیکھتا ہوں کہ بلائے عظیم کو دفع کر دیا ہے۔ شاید کہ ایک بار شفا ہو جائے۔ لیکن مرض کے عارضہ کی ظاہری صورت کے پیشِ نظر اس میں شدت ہوگی۔"

بالآخر زائرین کے قافلے خیر الاخیار علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی زیارت کے لئے تیار ہونے لگے۔ اور دو (۲) تین (۳) دن میں روانگی کی مدت طے کر لی گئی اور بزرگانِ مکہ معظمہ سے معلوم ہوا کہ ۲۴ ذی الحجہ کو قافلہ مکہ معظمہ سے روانہ ہوگا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ سے ان کے صلاح کار نے روانگی کے بارے میں پوچھا۔ آپ اس وقت اس قدر محزون و مغموم تھے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لان الحزن یعرف الابہ۔ (غم کا پتہ سوائے اس میں مبتلا ہونے کے نہیں لگایا جا سکتا) آپ نے فرمایا کہ "اگر قافلہ جا رہا ہے تو جائے۔ اس وقت مجھے مرض لاحق سفر میں مانع ہے۔ مرض کا تو کوئی غم نہیں اور نہ ہی میں اندوہگیں ہوتا ہوں۔ کیونکہ وہ کیا کر سکتا ہے سوائے اس کے کہ موت سے ہم آغوش کر دے۔ لیکن سب سے بڑا دکھ یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے نہیں پہنچ سکا اور مدینہ شریفہ میں میرے مرقد کی جگہ نہ بنی"۔ یہ کہہ کر زار و قطار روتے لگے۔ تمام بزرگ جو حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں یقین ہے آپ کی ایسی محبت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ ہم جا کر شتربانوں سے آپ کے لئے کرائے کی بات پکی کرتے ہیں۔ ہنوز روانگی میں دو (۲) تین (۳) دن باقی ہیں۔ امید ہے کہ آپ کو شفا ہوگی۔

حضرت ایشان قدس سرہ ان کے اس طرح کہنے پر نہایت مسرور و شادمان ہوئے اور کہا کہ "آپ ٹھیک کر رہے ہیں۔ اگر چار (۴) ساعتیں بھی مجھے مرضِ اسہال سے افاقہ ہوا تو میں سفر اختیار کرلوں گا۔ پس اگر راہِ حبیب ﷺ میں جان، جانِ آفریں کے سپرد بھی ہو جائے تو ہو جانے دو۔" اس کے بعد تمام بزرگ رخصت ہوئے اور شتر بانوں کی جستجو شروع کر دی۔ تمام حاضر رفقاء آپ کی اس سفر کی تیاری سے نہایت حیرت زدہ، مضطر اور پریشان ہو گئے کہ آخر اس میں کیا حکمت ہے! بالآخر قدرتِ خداوندی اور تائیدِ ایزدی سے اسی روز مرض میں افاقہ ظاہر ہوا۔ مرض کی شدت نے آپ کو اتنا کمزور کر دیا تھا کہ اٹھنا بیٹھنا بھی بغیر سہارے کے مشکل تھا۔

تاریخ ۲۴ کی شب، جس کی صبح کو قافلے کی روانگی مقرر تھی، عشاء کے بعد آپ نے فرمایا کہ "اگر مجھے کرسی پر بٹھا کر بیت اللہ تک پہنچا دو تو میں حرم میں کچھ دیر بیٹھ کر حق تعالیٰ سبحانہٗ کے گھر کا دیدار کر کے الوداع کہہ سکوں"۔ آپ قدس سرہٗ کی مرضی کے مطابق آپ کو کرسی پر بٹھا کر مدرسے کی بالائی منزل سے نیچے لایا گیا اور پھر حرمِ محترم میں پہنچ کر آپ نے فرمایا کہ "کرسی نیچے رکھ دیں۔" بموجب حکم، کرسی کو نیچے رکھا گیا۔ آپ کرسی سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ "دو (۲) آدمیوں کے بازوؤں کے سہارے چل کر میں کعبہ مکرمہ پہنچوں گا۔" ہر چند کہ تمام حاضرین نے منّتیں کیں کہ کرسی پر بیٹھ کر جانا اور طواف وداع کرنا آسان رہے گا۔ لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ "اگر چہ شریعت میں اِن تمام باتوں کی اجازت ہے لیکن **انی لست کھیئتکم** (میں تمہاری طرح نہیں ہوں) اور مجھے قدم اٹھانے میں کوئی گزند نہیں پہنچے گا"۔ چنانچہ مطاف تک پہنچے اور وہاں بیٹھ گئے۔ حرم سے مطاف تک، دیکھا گیا، کہ آپ دو (۲) آدمیوں کے بازوؤں کے سہارے کے باوجود بڑی مشکل سے چند قدم اُٹھا پائے۔ تمام حاضرین احباب کو رخصت کیا کہ قیام گاہ پر جائیں اور آپ کچھ دیر مراقبہ میں مستغرق ہوئے۔ سوائے اس جامع الکلمات اور محمد صالح خلیفہ کے اور کوئی آپ کے پاس نہ رہا۔ اس کے بعد آپ اُٹھے اور طوافِ وداع میں مشغول ہوئے۔ اس طواف کے دوران حضرت ایشان کا بایاں ہاتھ اس جامع الکلمات کے دائیں ہاتھ میں اور میرا بایاں آپ کے دائیں ہاتھ میں تھا۔ **وفیھالی حکم** (اور اس میں میرے لئے حکمت تھی)۔

اور دورانِ طواف یہ دیکھا گیا کہ آپ اپنی قوت و توانائی کے بل پر چل رہے تھے۔

اگرچہ بظاہر میں نے آپ کا ہاتھ مبارک تھاما ہوا تھا۔ اس وقت جب میں نے اپنے قیاس کے برخلاف حضرت ایشان قدس سرہٗ میں یہ کمال توانائی دیکھی تو متعجب و حیران رہ گیا۔ جب آپ طواف اور نفلوں سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ''مجھ میں ایک قدم اٹھانے کی بھی طاقت نہ تھی۔ لیکن جب طواف کے لئے امرِ الٰہی ہوا تو یہ مدد شاملِ حال ہوئی۔'' پھر اسی طرح اپنی رہائش گاہ پر اوپر تشریف لے آئے اور پوری رات آرام سے گزاری۔ اسہال بھی نہ ہوئے۔

تاریخ ۲۴ کی صبح کو قافلہ کی روانگی کا وقت مقرر تھا۔ لیکن برسات ہو جانے کے سبب قافلہ ظہر کے وقت طیبہ مقدسہ کے لئے روانہ ہوا۔ آپ منزل بہ منزل چاق و چوبند اور شادان ہوتے گئے۔ ہر منزل پر نصیحت آمیز اور سبق آموز گفتگو و نکات فرماتے۔ آدھی رات کو بلکہ سحر ہونے کے قریب منزلِ صغرا پر پہنچے۔ یاروں اور رفیقوں نے خیمے نصب کئے اور بستر بچھا دیئے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ بعض خاصگان کے ہمراہ بزم آرا ہوئے۔ اس مجلس میں اپنی عمر کے اختتام سے متعلق رموز و کلام زیرِ بحث آئے اور فرمایا کہ ''اولیاء اللہ، عمر مسنون مل جانے کے بعد زائد عمر کے لئے خداوند سبحانہٗ سے سوال نہیں کرتے۔ بعض اولیاء کو، جن کی عمریں سنتِ نبوی ﷺ سے زائد ہوئی ہیں، اطاعت کی مزید توفیق و استطاعت حاصل ہوئی۔ یہ عین عنایتِ خداوندی ہے''۔ اور فرمایا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار دیکھا کہ بے انتہا مہربانی مجھ پر فرمائی اور مجھ سے وعدہ فرمایا۔ هو الصادق الوعد المبين، هو الرسول الامين صلى الله عليه وسلم الىٰ يوم الدين و آله الطاهرين ۔ کہ دنیا، قبر اور قیامت میں تمہارا ساتھی و رفیق رہوں گا۔'' پھر آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''اس وعدے کے مطابق میرے ہر دنیوی کام میں میرے ساتھ اور میرے پشت پناہ آن ذوالجاہ علیہ صلوٰۃ اللہ دائما رہے ہیں۔ جو بھی کام سارے جہاں کے مشورے کے خلاف ہوتا اسے کرتا تو آپ اس کام کو پورا فرماتے۔ باقی قبر میں ہمراہی کے لئے اس وقت اُن کے نزدیک پہنچ رہا ہوں، دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ والقيامة بعد ذلك لاشك فى وفاء وعده صلى الله عليه وسلم (اور قیامت اور اس کے بعد مجھے ذرہ برابر بھی آپ کے ایفائے وعدہ میں شک نہیں صلی اللہ علیہ وسلم)''۔

اسی مجلس میں آپ نے فرمایا کہ ''خداوند سبحانہٗ وہ ہے کہ جو کوئی اس کی طلب کرتا ہے وہ

اسے پالیتا ہے۔ جیسا کہ کتب متقدمہ میں آیا ہے۔ انا الموجود فاطلبنی تجدنی (تحقیق میں موجود ہوں جس نے میری طلب کی اس نے مجھے پالیا)۔ اگر صاحبانِ ولایت کی اولاد کمرِ ہمت باندھ کر اپنے مولا کی جستجو میں سعی کرے تو عین عنایتِ خداوندی سے اور ان کے اسلاف قدس سرھم کی کمال مہربانیوں کی بدولت دیگر طالبوں سے وہ جلد اللہ تعالیٰ کو حاصل کر سکتی ہے۔"

اس آخری منزل پر سفر کی صعوبت کی وجہ سے مدینہ طیبہ میں حضرت ایشان قدس سرہٗ کی علالت میں شدت پیدا ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ "آج کی رات طبیعت میں گرانی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ شاید کہ یہ چند روزہ تخفیف راہِ مسافت کاٹنے کی وجہ سے ہو۔"

بالآخر سورج طلوع ہوتے وقت شُتر بانوں نے قافلہ کی روانگی کا ارادہ کیا۔ موسم خریف قدرے سرد تھا۔ اپنے آگے آپ نے الاؤ روشن کروایا۔ دریں اثناء بخار کا عارضہ پھر لاحق ہوا۔ تمام شتربان اور رفقاء نے اس جگہ ٹھہرنے کا مشورہ دیا، جس پر حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "تعجب ہے۔ مجھے اس جگہ کیسے قرار آ سکتا ہے۔ ہر حال میں اس بادشاہِ دیں پناہ کی طرف تیز قدم بڑھاتے رہو۔" مرض کے شدید عارضہ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اونٹ پر برضا و رغبت سوار ہوئے اور فرمایا کہ "اونٹوں کو تیز بھگاؤ اور میری رعایت اور آسائش کا خیال نہ کرو۔

در رہِ یار ہر کہ پاء نہاد
باید اوّل کہ خار گل داند

(دوست کی راہ میں جو بھی قدم رکھے۔ اسے چاہیئے کہ پہلے پھول و کانٹے کی خبر رکھے)۔

گرد راہ نگار زا ستشمام
نشہ افزا تر زمل داند

(دوست کی راہ کی مٹی کو سونگھنا۔ شراب کے نشہ سے فزوں تر ہے)"۔

الغرض اونٹ پر سواری کے بعد بخار میں اس قدر شدت پیدا ہوگئی کہ جسے احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ "بخار کو جتنا زور دکھانا ہو دکھا لے۔ میں بھی منزلِ مقصود پر آ پہنچا ہوں"۔ پھر فرمایا کہ "بخار اس قدر شدید ہے کہ اس سے پہلے یاد نہیں پڑتا کہ ایسا کبھی

ہُوا ہو۔لیکن زیارتِ مصطفوی علیہ ﷺ کے شوق کی آتش نے اس طرح پامال کر دیا ہے کہ میری نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔"

آپ نے فرمایا کہ " بے چارا مرض بھی خوب درک رکھتا ہے کہ کچھ دن رہائی دیدی اور اِس وقت کی شناخت کی جب میں منزلِ مقصود پر آ پہنچا ہوں۔مرحبا به فانه سبب الوصال مع الحبيب المتعال (آفریں ہو اسے کہ وہ حبیب المتعال کے وصال کا سبب بنا)"۔ پھر فرمایا کہ " بے چارے مرض کی کیا مجال کہ کسی کو مُنہ دکھلائے۔مامن دابة الاهو آخذ بنا صيتها فيفعل الله مايشاء وله الحمد علىٰ نعمائه فى بلائه وله الشكر علىٰ آلائه فى ابتلائِه ۔ (کوئی چوپایہ بھی اپنے آپ حرکت نہیں کرتا۔جب تک کہ اس کی پیشانی کو پکڑ کر اسے حرکت میں نہ لایا جائے۔پس جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔اس کی حمد اس کی نعمتوں پر جو بلاؤں کی صورت میں آتی ہیں۔اور اس کا شکر اس کی نعمتوں پر جو تکلیفوں کی صورت میں آتی ہیں)"۔

ماندگی کے اس حال میں بھی آپ نے تازہ اور کامل وضو کر کے نمازِ ظہر ادا کی۔پھر کچھ دیر آرام فرمایا۔ بعد ازاں منارہ شریفہ اور قبہ روضۂ مصطفویہ علی صاحبہا الصلواۃ والسلام،ان ٹیلوں وکھنڈرات سے جہاں سے اُونٹ جا رہے تھے،نظر آئے۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ بخار میں شدّت کی ٹھنڈ کی وجہ سے (پرتو صاحب) مدثر و مزمّل (لحاف میں لپٹے ہوئے) آرام فرما تھے،اس خبر کے سنتے ہی کمال توانائی کے ساتھ اُٹھ بیٹھے۔گویا کہ اصلاً ٹھنڈ لگی ہی نہیں۔اور منارے اور روضہ شریف کی جانب نظر کر کے بے اختیار آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ " خدایا! میں اس لائق نہیں تھا کہ جو تو نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ فلك الحمد و الشكر ۔(تیری حمد اور تیرا شکر)"۔پھر کچھ وقت مراقب ہو کر بیٹھے۔اونٹ اِن ٹیلوں سے نیچے آ گئے اس طرح منارے اور قبہ روضۂ منوّرہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔پھر شغدف میں آرام فرما ہوئے۔آپ نے خوشی وشادمانی سے شتربانوں کو انعام دینے کا حکم کیا اور فرمایا کہ " یہ لوگ میرے اس انتہائی نعمت کے حصول میں واسطہ ہیں"۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔اس انعام پر شتربانوں نے فرطِ مسرت سے اونٹوں کو تیز بھگایا۔حتیٰ کہ غروبِ آفتاب کے تھوڑی دیر بعد، جمعہ کی شب، محرم کی ساتویں تاریخ کو مدینہ طیبہ کے

نزدیک ''سلم جبل'' کہ جو معروف مکان ہے، پہنچے۔ یہاں بزرگان وعمائدین شہر مدینہ منورہ سے پاپیادہ آئے اور حضرت ایشان قدس سرہٗ سے ملاقات کی۔ اُس وقت آپ اونٹ سے نیچے اُترے اور اُن سے معانقہ فرمایا۔ پھر تازہ وضو کر کے نمازِ مغرب ادا کی۔ اِن کاموں میں دیر لگی اور حضرت ایشان قدس سرہٗ میں انتہائی کمزوری اور شدتِ بخار کی بدولت عصا کی مدد سے چلنے اور قدم اٹھانے کی بھی طاقت باقی نہ رہی۔ ایسی حالت میں بھی غایت درجۂ ذوق و شوق سے ارشاد فرمایا کہ ''ایک گدھا لے آؤ تاکہ میں اس پر سوار ہو کر اس شب جمعہ کو نمازِ عشاء مسجدِ نبوی ﷺ میں ادا کر سکوں۔'' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ گدھے پر سوار ہوئے۔ لیکن بخار کی شدت کی وجہ سے سواری کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ اس لئے حکم فرمایا کہ ''دو (۲) ساتھی، جن میں سے ایک بازو کو مضبوطی سے پکڑے اور دوسرا گدھے کو ہانکے۔ میرے ساتھ پاپیادہ چلیں۔'' وہ تمام عمائدین و بزرگان جو آپ کے استقبال کے لئے آئے تھے، آپ کے آگے پیچھے چلنے لگے اور باب السلام تک پہنچے۔ جوں ہی باب السلام پر نظر پڑی، گدھے سے اُتر آئے۔ بخار کی انتہائی شدت کی وجہ سے قدم اٹھانے کی اپنے آپ میں طاقت نہ رکھتے تھے۔ خادم کو ارشاد فرمایا کہ ''بازو تھام کر چلو'' اس طرح آستانِ باب عالی شان پر پہنچے اور چوکھٹ کو چُوما اور آنسو بہاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

مسجدِ نبوی ﷺ اور حضور سراسر نور مصطفوی (علیہ التحیات والثنا) اور صحابہؓ وغیرہ کی زیارت انتہائی عجز و انکسار سے کرتے ہوئے پھر مسجدِ نبوی ﷺ میں وارد ہوئے۔ نمازِ عشاء تک مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ نہایت کمزوری کی وجہ سے حضرت ایشان قدس سرہٗ پورے بدن میں لرزہ محسوس کر رہے تھے۔ بعض خادموں نے عرض کیا کہ رہائش گاہ پر چل کر آرام فرمائیں۔ شفایاب ہونے کے بعد زیارات و مراقبات و صلوات و سلام اس مسجد میں ادا کرتے رہیے گا۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''مرض کا غلبہ اگرچہ بے پایاں ہے، لیکن اس کا زور بدن پر ہے۔ حقیقت میں فرحت ہی فرحت ہے۔''

پس پورا ایک ماہ مدینہ طیبہ میں بیماری میں گزرا۔ اوائل میں دوسروں کے سہارے حرم شریف میں آ کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر ایک دن ظہر کے بعد واپس ہوئے اور فرمایا کہ ''بیماری پیچھا نہیں چھوڑتی۔ شاید کہ آخری ہے۔ جو اصلی گھر کو لئے جا رہی ہے۔'' پھر آبدیدہ

ہو کر فرمایا کہ ''یہ جوارِ مصطفوی (مصطفیٰ علیہ السلام کا پڑوس) خواص اور مقبول لوگوں کے لئے ہے۔ مجھ روسیاہ کو کیسے حاصل ہوگا!'' تمام حاضرین اور معتقدین حضرت ایشان قدس سرہٗ کے اس کلام پر نہایت مایوس ہوئے اور جان لیا کہ آپ نے بذاتِ خود اس جوار (پڑوس) کو قبول کیا ہے۔ اور عرض کیا کہ آپ پھر اس طرح نہ فرمائیں۔ کیونکہ آپ پر جہاں اور جہاں والوں کا مدار ہے۔ حضرت ایشان قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ''اگر یہ عنایت مجھے نصیب ہو جائے تو اس جوار (پڑوس) میں بھی مریدوں اور طالبوں کے لئے دعا خواہ رہوں گا اور تم معتقدوں کے واسطے یہاں رہنا چاہتا ہوں۔'' پس اس کے بعد پھر حرم میں نماز کے لئے تشریف نہ لے جاسکے۔ دن بدن بخار، کھانسی، اسہال، مروڑ، قے اور غشی جیسے امراض میں شدت ہوتی گئی۔

اس جامع الکلمات نے وہاں کے اولیاء، جیسا کہ حضرت بابرکت صاحبِ تصرّفات باہر خواجہ محمد مظہر قدس سرہٗ وغیرہ کے پاس جا کر حضرت ایشان قدس سرہٗ کی شفایابی کے لئے التماس واستدعائے دُعا کی۔ جب حضرت ایشان قدس سرہٗ اس پر مطلع ہوئے تو خوشی کا اظہار نہیں کیا اور غائبانہ میرا نام لے کر فرمایا کہ ''وہ میرے لئے دعائے شفا کے کیوں طلبگار ہوئے۔ میرا یہاں پر رہنا ضروری اور نعمتِ عظمٰی اور عنایت بے انتہا ہے۔'' آخر ایک روز اس جامع الکلمات سے بالمشافہ فرمایا کہ ''حضرت خواجہ بابرکت موصوف، آپ کے کہنے پر بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں بے شک میری شفایابی کے لئے دعا گو ہوئے ہیں۔ اور اس دعا کی قبولیت کے آثار بھی مجھے محسوس ہونے لگے ہیں۔ لیکن اگر مجھے یہ جوارِ مصطفویؐ حاصل ہو جائے تو گویا میرے سب مطلب حاصل ہوئے۔''

الغرض تاریخ ۷ صفر المظفر ۱۲۹۸ھ، تہجد کے وقت، آٹھویں ساعت نجومی آپ نے حق تعالیٰ سے وصالِ لایزال فرمایا۔ تادمِ آخریں ہوش وذکا اور درکِ اعلیٰ سالم تھے۔ آپ کی عمر شریف ۶۳ برس اور کچھ دن تھی۔

قبل ازیں صریحاً فرمایا کہ ''ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بار بار میری عیادت کے لئے قدم رنجہ فرماتے رہے ہیں اور مجھے تسلیاں دی ہیں۔'' نیز فرمایا کہ ''عنایاتِ ربانی اور دلجوئی وغمخواریِ نبوی ﷺ واہلِ بیتؓ وصحابہ کرامؓ جو بار بار میرے لئے

مخصوص ہوتی رہی ہیں وہ میری لیاقت سے زیادہ ہیں۔ جو محض اس کے فضل سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ [پ ۲۷۔ سورہ الحدید ۵۷۔ آیت ۲۱] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے)''۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ کے تمام اقوال باب ملفوظات میں مندرج ہیں۔

آپ قدس سرہٗ کی وصیت کے بموجب، آپ کا مرقد مبارک جنت البقیع میں قبہ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کے نزدیک، خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کی قبر کے برابر بنایا گیا، جو کہ معروف ہے۔ یزار و یتبرک بہ اور زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

اِس جامع الکلمات نے آپ قدس سرہٗ کے وصال کے باب میں کئی ایک تاریخیں لکھی ہیں۔ جن میں سے درج ذیل ایک اس طرح ہے کہ ابجد کے قاعدے کے مطابق ہر مصرعہ سے، اور ہر دو دو مصرعوں سے منقوط (نقطوں والے) اور معجمہ (بغیر نقطوں والے) حروف، یا ایک معجم (بغیر نقطوں والا) اور دوسرا منقوط (نقطوں والا) باہم جوڑنے سے سالِ وصال نکلتا ہے۔

۱۔ باعث اسرار ایزد ناف اہوء کمال
۱۲۹۸ھ

قطب حد مصطفےٰ و مرشد افروز فال
۱۲۹۸ھ

حق تعالی ایزد کے اسرار کا باعث ان کی کمالیت مشک کی طرح ہے۔ برگزیدگی کی انتہا کے قطب اور نہایت روشن ہدایت والے ہیں۔

۲۔ زینت عرفان سبحان و مصلح حالِ ملوک
۱۲۹۸ھ

فقر و دینش آمده بالا گه از سرّ مقال
۱۲۹۸ھ

حق تعالی سبحانہٗ کے عرفان سے آراستہ ملوک (شاہوں) کے حال کی اصلاح کرنیوالے۔ انکی گفتگو کے راز سے دین و فقر کی سربلندی ہوئی۔

۳۔ شاہِ مصر راز الا و باقی وفانی فی اللہ
۱۲۹۸ھ

رہنماء اوتادو قائد دل فروز اصحابِ حال
۱۲۹۸ھ

زمانہ کے بادشاہ راز "الّا" کے واقف اللہ (کی ذات) میں باقی وفانی ہیں۔ اوتاد کے رہنماو قائد اصحابِ حال کے دل روشن کرنے والے ہیں۔

۴۔ قبلۂ اقطاب و مغنی شر ہر دعوا عجب
۱۲۹۸ھ

ثانی فہم مجدد و سرور جاہ و جمال
۱۲۹۸ھ

اقطاب کے قبلہ! اور ہر عجیب دعوے کے شر سے بے پرواہ بنے والے۔ مجدّد الف ثانی کی طرح دانا اور جاہ و جمال کے سرور ہیں۔

۵۔ رازدار نقشبندان وسعودِ اصفیا

تاج جوہر فرق مجمع دین اہداء مآل

نقشبندیوں کے رازدار برگزیدگان کے لئے مبارک ہستی ہیں۔ دین کے انجام کار ہدایت دینے والوں کے گروہ کی مانگ پر وہ جوہر کا تاج ہیں۔

۶۔ قاتل نفس وامل از طالب رہِ یار دل

پیش او کاز معرفہ حق عقل کل مال و منال

طالب کے دل کے لئے راہِ حق میں، نفس و بد آرزوں کا قلع قمع کرنے والے ہیں۔ حق کی معرفت کی وجہ سے طالب کیلئے عقل کل، دھن دولت اور مال و اسباب سب کچھ وہی ہیں۔

۷۔ شاہ باز معنی عرفانِ حق و نُورِ ما

سرا رای ہدیٰ ومہدی زیبا خصال

حق کے عرفان و نور کے معنی میں وہ شہباز ہیں۔ وہ ھدایت کے اسرار کے دھنی اور ہادی جیسی خوش خصلتوں والے ہیں۔

۸۔ قطب قیوم زمان و سر شکرف الالہ
درصلاح فقرا وای دل زبان اوتاد لال
وہ زمانے کے قیوم وقطب ہیں ان جیسا بزرگی میں سردار اور کوئی نہیں۔ان
کے فقر کے باب میں اوتاد کے دل وزبان گنگ وبے بس ہیں۔

۹۔ اُو محمد ہم حسن افروز باثر وہ وحید
عالم افزا بد محمد و یا حسن سادرشال
وہ محمد اور حسن کی مانند (دینی) دولت وثروت سے مالا مال ہیں۔
عالم نے محمد یا حسن کے بعد ان کے جیسا گوہر اور نہیں دیکھا۔

۱۰۔ بود دائم تالی قرآن زسر اصطفا
بہر گلزار فنا حق آن نسیم حد شمال
وہ اپنی بزرگی کے راز کی بدولت دائمی قرآن کے (اسرار ورموز) جاننے
والے ہیں۔فنائے حق کے گلزار کے لئے نسیم شمال کی طرح ہیں۔

۱۱۔ از لواری شد مسافر آن محقق ماہ وہب
سوءِ طیبہ و خیمہ گہ مرسل علی لایزال
لواری سے، وہ محقق اور انعام کردہ قمر، مسافر ہوئے۔مدینہ طیبہ
اور مرسل اعلیٰ لایزال کے خیمہ گاہ کی طرف۔

۱۲۔ ارجعی صد آہ در طیبہ بیاید ہی خطاب
وای باایزد ثناء او کردہ عریانی وصال
صد ہا آہوں کے بعد طیبہ پاک میں یہ خطاب آیا کہ انہوں نے حق
تعالیٰ ایزد کے ساتھ بلاواسطہ ملاقات فرمائی۔

۱۳۔ بہر او صد فرحت آمد زان و لیکن دان کہ او
ہست بہر جان من بس نالۂ و فریاد بال
ان کے لئے یہ سیکڑوں فرحت کا باعث ہوا لیکن جاننا چاہیئے کہ یہ
میری جان کے لئے تو بس نالہ اور دلی فراق کا باعث ہوا۔

۱۴۔ از من آمد صد فراقش آہ و لیکن بہر آن
آمد از کوثر بکف حوران ولا جامہ زلال

اس پر میں نے ان کے فراق میں سینکڑوں آہیں کیں لیکن اُن کے لئے۔ کوثر سے میٹھا، شفاف اور دلربا جام حوروں کے ہاتھوں آیا۔

۱۵۔ ہر ہمہ عشاقِ حق برزد نفس واویل واء
از تصادم این فراق درد دہ وہم ووبال

ہر ایک حق کے عاشق نے اس پر گریہ و زاری سے آہیں کیں۔ اس فراق و درد کے تصادم سے وہم و وبال لاحق ہوا۔

۱۶۔ صد ہزاران سوکنان افتاد بادل ویل در
صد ہزاران سینہ کوبان و گل سفتہ دل ملال

لاکھوں سوگواروں کے دل آہ و بکا اور واویلا سے شق ہوئے۔ لاکھوں سینہ پیٹنے والوں اور پھولوں کی طرح حسین دل رکھنے والے ملُول و رنجیدہ ہوئے۔

۱۷۔ کردو افردوس دائم باب جنت البقیع
پئی قدوم اوو سر من آمد صدفتال از دل کلال

انہوں نے دائمی طور پر کھول دیا فردوس جنت البقیع کے در کو۔ ان کے آنے سے دل کی درماندگی دُور ہوئی۔

۱۸۔ از مکارم آن مکمل سال گفتا دل بقیع
وہ وزیر و ملتصق با مصطفا و مہمان آل

ان کامل مکمل کی بزرگیوں کے طفیل دلِ بقیع نے سال وصال کہا۔ وہ مدار المہام! مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیوست اور آلِ مصطفیٰ ﷺ کے مہمان ہوئے۔

۱۹۔ بل ہمہ مصرع وفات زان ہدا حق دہ سعید
ہم بود منقوط و ناکاز مصر عینش فک سال

حق تعالیٰ کی ہدایت سے سعیدان کی وفات کا ہر مصرعہ یوں نکلا۔ کہ باہم منقوط اور غیر منقوط الفاظ ان کے ہر مصرعہ سے ان کا سال وصال ہوئے۔

باب چھارم

حضرت ایشان قدس سرہٗ کے ملفوظات

اس باب میں جہاں اس جامع الکلمات نے خود کوئی مقولہ نقل کیا ہے تو اس کے آگے لفظ ''جامع الکلمات'' لکھ دیا ہے تا کہ فرق واضح ہو۔

یہ باب دو (۲) فصلوں پر مشتمل ہے

فصل اول

وہ اشعار جو میں نے حضرت ایشان قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے سُنے۔

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

بود عکس جمال حضرت پاک
اگر ابلیس پے نبرد چہ باک

ولی کامل کی صورت اللہ تعالیٰ کے نور جمال کا عکس ہے۔ اگر ابلیس نے اسکو نہ پہچانا تو کیا ہوا۔

از جامع الکلمات: یہ مردِ کامل کی صورت کے متعلق ہے۔

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

بآبِ زم زم و کوثر سفید نتوان کرد
گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

زم زم و کوثر کے پانی سے بھی سفید نہیں ہو گا۔ جس کے بخت کا قالین سیاہ ہو چکا ہو۔

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

رقص آن نبود کہ ہر زمان برخیزی
پئ درد چون گرد ازمیان برخیزی

رقص (جذبۂ عشق) یہ نہیں کہ زمانے میں کود تا رہے۔ (بلکہ) اس کے درد کی وجہ خود اپنے آپ سے باہر آجائے۔

رقص آن باشد کز دوجہان برخیزی
دل پارہ کنی وازجان برخیزی

رقص (جذبۂ عشق) یہ ہے کہ تو دونوں جہانوں سے نکل آئے، دل کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے روح سے اوپر آجائے۔

اوراس طرح عارفین کے مسلک میں ہوتا ہے۔:

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

رق الزجاج ورقت الحمز
متشا کلا فتشا بہ الامر

شیشے اور شراب کا گلنا۔ دونوں، صورت اور امر میں مشابہ ہیں۔

فکانما خمر ولا قدح
فکانما قدح ولا خمر

شراب جام کے بغیر۔ جام شراب کے بغیر زیب نہیں دیتا۔

از جامع الکلمات: میں نے آپ قدس سرہٗ سے سُنا کہ یہ قول جنید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

گر نشکستی دل دربان راز
قفل جہان راہمہ بکشادمی

اگر دل کے راز کو تو نے کھول ڈالا۔ تو جہاں کا قفل (تالا) پورا کھل جائے گا۔

از جامع الکلمات: یہ شعر غالباً آپ قدس سرہٗ نے طالبوں کے قلوب مشرّف

ہونے پر فرمایا ہے۔ پھر اس کے بعد آپ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ "مجلس میں قلب کی صفائی کے ساتھ آنا چاہیئے۔ وگرنہ نقصان ہی نقصان ہے۔"

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

گر وصالِ تو نبا شد بفراق تو خوشم
کہ فراقِ تو مرا بہ زوصال دگران

اگر دوست کا وصال حاصل نہ ہو تو فراق میں ہی خوش ہوں۔ کیونکہ دوسروں کی رفاقت سے یہ فراق ہی بہتر ہے۔

از جامع الکلمات: یہ شعر غالباً آپ قدس سرہٗ نے زیارت النبویہ علی صاحبہا الصلواۃ والسلام والتحیۃ سے واپسی پر فرمایا تھا۔

ایضاً: ۔آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

چون نشستن خموش نتوانم
باری از خاموشی سخن رانم

اگر خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔ تو خاموشی چھوڑ کر گفتگو کر۔

چون سخن للّٰہ و مع اللہ نیست
شیوۂ عارفان آگاہ نیست

اگر یہ گفتگو اللہ کے لئے یا اللہ والوں کی نہیں۔ تو تُو عارفوں کے دستور سے آگاہ نہیں۔

یا خدا گوءِ یا برائی خدا
ورنہ لب رابہ بندژاژ مخاہ

گفتگو یا تو خدا کی ہو یا برائے خدا ہو۔ ورنہ لب بند رکھ فضول بکواس نہ کر۔

بردوقسم است صمت گردانی
صمت پیدا و صمت پنہانی

خاموشی دو (۲) قسم کی ہے۔ ایک ظاہر آخاموشی دوسری پنہاں۔

ہست قسم نخست صمت لسان
کہ بہ بندی زبان زہم نفسان

قسم اول زبان کی خاموشی ہے۔ جو رفیقوں کے سامنے بولنے سے بند رہتی ہے۔

وان دگر صمت آن بود کہ حدیث
نکنند دردرون دیو خبیث

دوسری خاموشی یہ ہے کہ جس کے لئے کہا گیا ہے کہ۔ نفس پلید دل میں وسوسے نہ ڈالے۔

درزبان رادہد زنطق فروغ
سربسر باشد افتراء و دروغ

اگر زبان کو محض شوکتِ گفتگو کیلئے استعمال کیا گیا۔ تو یہ سر بسر افتراء اور جھوٹ ہوگا۔

شدہ سرخیل اہل خذلان را
گشتہ نائب مناب شیطان را

پھر وہ حرمان نصیبوں کا سرغنہ ہوگا۔ اور شیطان کے قائمقام کا نائب بن جائے گا۔

بلك بگذشت کارش از شیطان
ماند شیطان بکارِ اُوحیران

بلکہ شیطان کے کام سے بھی آگے نکل جائیگا۔ خود شیطان بھی اس کے کام سے حیران رہ جائیگا۔

ایضاً:

حالِ دنیا سربسر پُرسیدم از فرزانۂ
گفت یا خواب است یا باد است یا افسانۂ

کسی فرزانے سے دنیا کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ دنیا یا تو خواب ہے یا ہوا ہے یا افسانہ ہے۔

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل در وے بہ بست

گفت یا غول است یا دیو است یا دیوانۂ

پھر میں نے کہا کہ اس کا حال بتاؤ جس میں دل گرفتار ہو جاتا ہے۔

کہا کہ یا تو غول (جن بھوت) ہے یا شیطان ہے یا دیوانہ ہے۔

از جامع الکلمات: مختصراً

بین کہ دنیا خواب یا باد یا افسانۂ

طالبش غول است یا دیواست یا دیوانۂ

دیکھو کہ دنیا خواب ہے یا ہوا ہے یا افسانہ ہے۔ اس کا طالب غول (جن بھوت) ہے یا شیطان ہے یا دیوانہ ہے۔

ایضاً:

سخنش غایتی داردنہ سعدی راسخن پایاں

بمیردتشنہ مستسقی ودریا ہمچناں باقی

اس (اللہ) کی تعریف کی کوئی انتہا نہیں اور نہ سعدی گفتگو کی کوئی حد ہے۔ استسقا کا مریض پانی پی پی کر پیاسا ہی مر جاتا ہے لیکن دریا ویسے کا ویسا ہی باقی رہتا ہے۔

ایضاً:

تعالی اللہ زہی دریاءِ پُرشور

کزو برتشنہ آردتشنگی زور

اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس کے پُرشور دریا میں سے۔ پیاسا جتنا پانی پیتا ہے اس کی پیاس اور زیادہ ہوتی ہے۔

کرازوی تشنۂ صد جرعہ نوشد

برای جرعۂ دیگر خروشد

اگر کوئی پیاسا اس میں سے سو گھونٹ پیتا ہے۔ تو ہر ایک گھونٹ کے بعد دوسرے کی طلب کرتا ہے۔

گذشت این جستجو از چون واز چند
نه آب آخر شود نے تشنہ خرسند

اس طرح یہ جستجو دوچند ہوتی جاتی ہے۔
نہ پانی ختم ہوتا ہے اور نہ پیاسا ہی سیر ہوتا ہے۔

از جامع الکلمات: یہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کی شان ہے۔

ایضاً:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

میں "تُو" ہو جاؤں۔ تُو "میں" ہو جائے، میں تن ہو جاؤں تُو جان ہو جائے۔ تا کہ کوئی اس کے بعد یہ نہ کہے کہ میں اور ہوں تُو اور ہے۔

از جامع الکلمات: یہ مقولۂ شعری اس مرید کے متعلق ہے جو فنا حاصل کر کے اپنے مرشد میں بقا پا چکا ہے اور اس شعر میں لفظ من تن شدم تو جاں شدی حضرت ایشان قدس سرہٗ کی شان سے تعلق رکھتا ہے۔

ایضاً:

جسم ہمہ اشک گشت چشمم بگریست
در عشق توبے جسم ہمی باید زیست

جسم سارا چشم نم کی طرح آنسو بن گیا۔ تیرے عشق میں بغیر جسم ہی زندہ رہنا چاہیئے۔

از من اثری نماند این عشق از چیست
چون من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

مجھ میں ایسی کوئی کیفیت باقی نہ رہی کہ یہ عشق کیا ہے۔ جب میں معشوق ہو گیا تو پھر عاشق کون ہے؟

ایضاً:

از پشت بادشاہی مسجود جبرئیلی
ملک پدر بجوئی اے بینوا چہ باشد

تمہاری اصل کے آگے جبرئیل مسجود ہوئے۔ تم اپنے آبائی ملک کو ڈھونڈو اے بینوا کہ وہ کیا ہے۔

تو گوہری نہفتہ در کاہ وگِل گرفتہ
گر رُخ ز گل بشوئی اے خوش لقا چہ باشد

تمہارا گوہر پوشیدہ گھاس و مٹی میں بند ہے۔ اگر اس مٹی سے اپنا چہرہ دھو ڈالو تو کیا ہی اچھا ہو۔

بے سر شوی و سامان از کبرو حرص خالی
و آنگاہ سربر آری از کبریا چہ باشد

اپنی ہستی کو گھمنڈ و حرص سے پاک کرلو۔ اور اس جگہ کبریا کے آگے اپنا سر جھکاؤ تو کیا ہی اچھا ہو۔

ایضاً:

مغفرت دارم امید از لطف تو
زانکہ خود فرمودۂ لاتقنطوا

تمہارے لطف سے بخشش کی امید ہے۔ کیونکہ تم نے ہی تو لاتقنطوا (ناامید نہ ہو) فرمایا ہے۔

بحر الطاف تو بے پایاں بود
ناامید از رحمتت شیطان بود

تمہارے لطف و کرم کا دریا بے پایاں ہے۔ تمہاری رحمت سے صرف شیطان ناامید ہوتا ہے۔

ایضاً:

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست

نیستی و حاجت و عجز و نیاز آوردہ ام

اے شاہ! میں چار (۴) چیزیں لایا ہوں جو آپ کے خزانے میں نہیں۔ نیستی، حاجت، عجز اور نیاز لایا ہوں۔

ایضاً:

عشق بازی نہ کارِ آسان است
درد از دوست عین درمان است

عاشقی آسان کام نہیں۔ دوست کی طرف سے درد عین درمان ہے۔

در رہِ عشق بر بساط غمش
کفر و ایمان ہر دو یکسان است

عشق کی راہ میں اس کے غم کی بساط پر۔ کفر اور ایمان دونوں برابر ہیں۔

غافل از مرگ چند باشی چُون
جاءِ تو درمیان کرمان است

موت سے کب تک اس طرح غافل رہے گا۔ تیری جگہ (قبر میں) کیڑوں کے درمیان ہے۔

صحبتِ پیر را غنیمت دان
چند کے ہر کسی چوں مہمان است

اپنے پیر کی صحبت کو غنیمت جان۔ یہاں تو ہر ایک مثل مہمان کے ہے۔

ایضاً:

گرد مستان کرد گرسی کم رسد بوئے رسد
گرچہ بوئے ہم نیابی دیدن شان ہم خوش است

مستوں کے گرد گھوم اگر شراب نہ ملی تو اس کی بو ہی مل جائے گی۔
پھر اگر بُو بھی نہ ملے تو اس کا دیدار ہی خوش آئند ہے۔

ایضاً:

سلطان العارفین (حضرت خواجہ بایزید بسطامی) قدس سرہٗ کی شان میں (مثنوی شریف) کی یہ حکایت آپ قدس سرہٗ نے بیان فرمائی۔

گفت مستانہ عیان آن ذوفنون
لاالہ الا انا ہا فاعبدون

اس صاحب کمالات نے مستی میں کھلم کھلا کہا۔ کوئی معبود نہیں مگر میں، پس میری عبادت کرو۔

چون گذشت آن حال گفتندش صباح
تو چنین گفتی واین نبود صلاح

جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انہوں نے ان سے کہا۔ آپ نے اس طرح کہا اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔

گفت ای یار ار کنم این مشغلہ
تیغ ہا بر من زنید آن دم ہلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں۔ فوراً تلوار مجھ پر چلائیں۔

حق منزّہ از تن و من با تنم
چون چنین گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں جسم رکھتا ہوں ۔ جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے۔

چون وصیت کرد آن آزاد مرد
ہر مریدے کاردی آمادہ کرد

جب اس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی۔ ہر مرید نے ایک خنجر تیار کر لیا۔

مست گشتہ باز استغراق یافت
آن وصیت ہاش از خاطر تبافت

وہ پھر بھاری استغراق میں مست ہو گئے۔ وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں۔

عشق آمد عقل او آوارہ شُد
صبح آمد شمع او بے چارہ شُد

عشق آیا تو عقل ان کی آوارہ ہوگئی۔ صبح ہوگئی تو ان کی شمع کی لو ماند پڑ گئی۔

عقل خود شحنہ است سلطان چوں رسید
شحنہ بے چارہ در کنجی خزید

عقل کو توال ہے جب شاہ آیا۔ بے چارہ کو توال کونے میں جا گھسا۔

عقل سایہ حق بود و حق آفتاب
سایہ را با آفتابِ اوچہ تاب

عقل اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اور حق آفتاب کی مانند ہے۔ سایہ کی اس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے۔

گرچہ قرآن از لبِ پیغمبر است
ہر کہ گفتا حق نگفتہ کافر است

قرآن اگرچہ پیغمبر ﷺ کے لبوں سے ہے۔ (لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ نے نہیں فرمایا۔ وہ کافر ہے۔

چوں ہُمائے بیخودی پرواز کرد
بایزید آن سخن را آغاز کرد

جب بے خودی کے ہُمانے پرواز کی۔ وہ بات بایزید نے شروع کر دی۔

عقل را سیلِ تحیرّ در ربود
زاں قوی تر گفت کا دل گفتہ بود

عقل کو تحیّر کا سیلاب بہالے گیا۔ اس سے زیادہ قوی بات کہی جو پہلے کہی تھی۔

نیست اندر جبّہ ام اِلّا خُدا
چند جوئی در زمین و در سما

(کہا) میرے جبّہ میں خدا کے سوا (کوئی) نہیں ہے۔ تُو آسمان اور
زمین میں کب تک تلاش کرے گا۔

آن مریدان جملہ برہم آمدند
تیغہا بر جسم پاکش میزدند

وہ سب مرید برہم (پاگل) بن گئے۔ ان کے جسم پاک پر تلواریں
مارنے لگے۔

ہر یکی چون ملحدان گردِ کوہ
کارد میزد پیر خود رابی ستوہ

گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک۔ اپنے پیر کے بے
دھڑک چھری گھونپ رہا تھا۔

ہر کہ اندر شیخ تیغش می خلید
واژگونہ اُوتنِ خودمی برید

جو شخص شیخ کے اندر اپنی تلوار اتارتا۔ وہ خود اپنے جسم کو پھاڑتا
تھا۔

یك اثر نہ بر تن آن ذوفنون
وآن مریدان خستہ و غرقاب خون

اس صاحب کمالات کے جسم پر کوئی اثر نہ ہو۔ اور وہ مرید زخمی اور
خون میں غرقاب ہوئے۔

ہر کہ اوسوئے گلویش زخم زد
خلق خود ببرید یدوزار مرد

جس نے ان کے گلے پر زخم لگایا۔ اس نے اپنا گلا کاٹا اور بُری طرح
مرا۔

وانکہ او را زخم اندر سینہ زد
سینہ اش شگافت سد مردہ ابد

اور جس نے ان کے سینے پر زخم لگایا۔ اس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مردہ ہو گیا۔

وانکہ آگہ بود زان صاحبقرآن
دل ندادش کہ زند زخمی بر آن

اور جو شخص اس اقبال مند سے واقف تھا۔ اسکے دل نے اسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے۔

روز گشتہ آن مریدان کاستہ
نوحہا از خانہ ہاشان خاستہ

دن نکل آیا اور ان نیم مردہ مریدان۔ کے گھروں سے نوحے بلند ہوئے۔

پیش آن آمد ہزاران مرد و زن
کای دو عالم درج دریک پیرہن

ہزاروں مرد و زن ان (شیخ) کے پاس آئے۔ (کہنے لگے) کہ اے وہ (شیخ) جس کے ایک پیرہن میں دونوں عالم ہیں۔

این تنِ تو گر تن انسان بودی
چون تن انسان ز خنجر گم شدی

اگر آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا۔ (تو) انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا۔

با خودی با بیخودی دوچار زد
با خود اندر دیدۂ خود خار زد

خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا۔ (تو) اس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا۔

اے زدہ بر بیخودی تو ذوالفقار
بر تنِ خودمی زنی آن ہوشدار

اے مارنے والے تُو نے جب بے خود پر تلوار چلائی۔ سمجھ لے کہ تُو نے خود اپنے جسم پر (تلوار) ماری۔

ایضاً:

دلا یاران ہمہ رفتہ تو در دنیا طمع داری
زہی نادان زہی ابلہ کہ دنیا خانہ پنداری

اے دل سب یار چلے گئے تو دنیا کے لالچ میں مبتلا ہے۔
بڑا نادان بڑا بیوقوف ہے کہ دنیا کو اپنا گھر سمجھتا ہے۔

ایضاً:

دلا رامی کہ داری دل دروبند
دگر چشم زہمہ عالم فرو بند

تیرا جو محبوب ہے اس ایک کے ساتھ دل کو باندھ کر رکھ۔ دوسری طرف سارے عالم سے آنکھ کو بند کر۔

ایضاً:

اُشاھد من اھوی بغیر وسیلہ
فیلحقنے شان اصل طریقا

بغیر وسیلہ کے دوست کا مشاہدہ۔ حاصل ہو یہی اصل طریقہ ہے

از جامع الکلمات: یہ بغیر وسیلۂ حجاب، پردہ اور واسطے کے مشاہدہ، جیسا کہ کتاب 'فتح الفضل' میں آیا ہے، حضرت سلطان الاولیا قدس سرہٗ سے ثابت ہے۔

ایضاً:

معلم کیست عشق و گنج خاموشی دبستانش
سبق نادانی ودانا دلم طفل سبق خوانش

معلّم وہ ہے جس کے عشق اور خاموشی کے خزانے کے مکتب سے۔ دل، نادانی اور دانائی کا سبق مثل طفل پڑھتا ہے۔

ولے کو زوق نادانی چشد کر دفتر دانش
کہ بند و نقش کلک صنع شوید زآب نسیانش

لیکن کوئی نادانی کے ذوق کا مزہ چکھے تو ہر دفتر اس کے لئے دانش کا ہے۔ کہ کائنات کا نقشہ نسیان کے پانی سے دھو ڈالتا ہے۔

طویل الذیل طوماری است شرح علم نادانی
کہ در عمر ابد نتوان رسانیدن بپا یانش

علم، نادانی کی شرح اور ایک طویل دفتر کا حامل ہے۔ کہ جس کا حیاتِ ابدی (آخری) تک سے احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

شہود الحق فی الکونین یك نکتہ زمضمونش
سواد الوجہ فی الدارین یك نکتہ زعنوانش

دونوں جہانوں میں حق کا مشاہدہ اسکے مضمون کا ایک نکتہ ہے۔ دونوں جہانوں میں مقصدیت کا ملکہ اس کے عنوان کا ایک نکتہ ہے۔

ایضاً:

دمی با نیك خواہان متفق باش
غنیمت دان امور اتّفاقی

کچھ وقت نیکو کار کے ساتھ گزار۔ اس کی صحبت کو غنیمت جان۔

از جامع الکلمات: یہ کامل کی صحبت سے متعلق ہے۔ جہاں کہیں بھی حاصل ہو۔

ایضاً:

گر نثار قدم یار گرامی نکنم
جوہر جان بچہ کارد گرم باز آید

اگر یار گرامی کے قدموں میں خود کو فدا نہ کرے۔ تو پھر تیری جان کا جوہر کس طرح کار آمد ہو گا۔

از جامع الکلمات یہ شعر حضرت ایشان قدس سرہ مکرر پڑھا کرتے تھے، جب آپ حرمین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً کے سفر کا ارادہ فرماتے اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا قصد فرماتے تھے۔

ایضاً:

محمد ﷺ گفتہ گفتہ جان سپارم
بدین گفتہ بمحشر سربر آرم

محمد علیہ ﷺ کہتے کہتے میرا دم نکل جائے۔ یہی کہتے کہتے محشر بپا کردوں میں۔

ایضاً:

مائیم گل و لالہ صحرائی مدینہ
داریم بدل داغ تمنائی مدینہ

صحرائے مدینہ کا میں لالہ و گل ہوں۔ تمنائے مدینہ کا داغ دل پہ رکھتا ہوں۔

ایضاً:

مطلب خود مطلب گر تو رضایش طلبی
در رضا باش تو راضی و چرا مضطربی

اگر اس کی رضا مقصود ہے تو اپنی مرضی چھوڑ دے۔ اسکی رضا پہ راضی رہ، کیوں پریشان ہوتا ہے۔

ایکہ ہستی چو مکلف تو مکلف نشوی
پیر تدبیر جوان کار شواز طبع صبی

یہ زندگی تکلیف دہ ہے خود کو تکلیف میں نہ ڈال۔ بوڑھے کی طرح تدبیر کر، جوان کی طرح عمل کی بچگانہ طبع چھوڑ۔

ای بنزدیک عمل کار شناسان آموز

کار در کار ترا هست نه نیکونسبی

شناساؤں کے کاموں سے سبق لے اپنے عمل کو ان کے مطابق کر۔ تیرا کام عمل کرنا ہے نہ کہ نسب کی اچھائی جتانا۔

در ترا غرّہ کند حرفِ نگہ قومیت

پسر نوحؑ وسگ کہف دلیلِ حسبی

اگر قومیت کا خیال تجھے گھمنڈ دلاتا ہے۔ تو پھر حسب کی دلیل کا خیال حضرت نوحؑ کے پسر اور اصحاب کہف کے کتے کے حوالے سے کر۔

سرکشا نراز سرسر بکشند و بکشند

بین زحالِ تبہ بوجہل و بولہبی

خاندانی غرور و سرکشی بلاکت خیز ہے۔ یہ تباہ حالی ابوجہل اور ابولہب کے احوال سے پرکھ۔

پُر حذر باش و ادب کن بجنابش کہ بود

خاطر ناز کشش نازک شیشۂ حلبی

ولیوں کی جناب میں ڈر اور ادب سے رہ کہ یہ بزرگان۔ حلب کے شیشہ نازک کی طرح خاطر ناز کے حامل ہیں۔

آنچہ گفتند ترا کن بکن و گوتو بگو

بے صلاحش چوبگوئی و کنی بے ادبی

یہ جس طرح کہیں وہی کر اور جو کہیں وہ قبول کر۔ ان کی مرضی کے بغیر کچھ کیا تو بے ادبی ہوگی۔

چون بود گفتہ و ناگفتہ ہویدا بسرش

بہتر از گفتہ گزیدن بودت بستہ لبی

وہ گفتگو کریں یا خاموشی اختیار کریں۔ تیرے لئے بولنے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔

این بعید است بعید است نپرسندترا
شرحش راکه بیان کن و کن بوالعجبی
یہ محال ہے کہ وہ تجھ سے نہ پوچھیں۔ ان کی شرح بیان کر اور
اس طرح کی کہ انوکھی ہو۔

در رہِ عشق ہمہ جور جفا گفتہ شدہ
سربریدن بود آن سرنبریدن دربی
راہِ عشق میں تمام جور و جفا بیان کردہ ہے۔ سرفروش بن
اگر نہیں بنتا تو اس راہ میں قدم نہ رکھ۔

گر شوی زندہ روان پیشتر از مرگ بمیر
زندہ چون مردہ شود زندہ نمیرد عقبی
اگر زندہ رہنا چاہتا ہے تو مرنے سے قبل مرجا۔ کہ زندہ کا اس
طرح مر کر زندہ ہونا ہمیشہ کیلئے زندہ رہنا ہے۔

طالبا غم مخور از سختیٔ دوران کہ بود
"عسربالیسر" مکرّر بکتا بے عربی
اے طالب! زمانے کی سختی کا غم نہ کھا کیونکہ۔ "عسر بالیسر" (سختی
کے ساتھ آسانی ہے) مکرر قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ سے غالباً میں نے سُنا کہ آپ (طالبا غم مخور کی بجائے) یوسفا غم مخور بھی کبھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔

ایضاً:

گر تو ذاتِ پیر خود کردی قبول
ہم حق اندر ذاتش آمد ہم رسولﷺ
اگر تو نے اپنے پیر کی ذات (گرامی) قبول کر لی۔ تو اس میں
ذات باری تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں
آ گئے۔

ہر کہ اُو عاشق نشُد بر رُوئے پِیر
از خدا ہرگز نشد نعمت پذیر

جو اپنے پیر کے روئے مبارک کا عاشق نہیں ہوگا۔ وہ خدا تعالیٰ کی نعمت سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔

ایضاً:

گر تجلّی ذات خواہی صورتِ انسان ببین
ذاتِ حق را آشکار اندر وخندان ببین

اگر ذات کی تجلی کی خواہش ہے تو کامل انسان کی صورت دیکھ ۔ ذاتِ حق اس میں آشکارا ہے دیکھ اور خوش ہو۔

ایضاً:

پاک بین از نظر پاک بمقصود رسید
اَحول از چشم دوبین درطمع خام افتاد

نظر پاک سے پاک (وحدت) کو دیکھ تاکہ مقصود کو پہنچے۔ بھیگا اپنے بھینگے پن سے گمراہ ہو جاتا ہے۔

از جامع الکلمات: یعنی شیخ کی صورت کا تصور اس کے رابطے کے ساتھ وہی ذکرِ رب ہے اور ان دونوں میں کوئی جدائی نہیں اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔ ماسوائے بھینگے کے کہ جو اپنے قلب میں دوئی رکھتا ہے۔

ایضاً:

معنی اللہ گفت ان سیبویہ
یولھون فی الحوائج ہم لدیہ

معنی ہی اللہ ہے بزرگوں نے یہی کہا ہے۔ جس کے آگے حاجتوں میں ہم الحاح و زاری سے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

گفت المعنی ہو اللہ شیخ دین
بحرِ معنی ہست ربُّ العالمین

شیخ دین نے کہا ہے کہ معنی ہی اللہ ہے۔ جہانوں کا پالنے والا ہی معنی کا بحر ہے۔

از جامع الکلمات: اسی طرح شیخ شہید (شیخ عبدالرحیم گرہوڑی) قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''گل نما'' میں بیان کیا ہے۔

ایضاً:

اُقتلونی یا ثقاتی دائما
اِنَّ فی قتلی حیاتی دائما

اے معتمد لوگو! مجھے ہمیشہ کے لئے قتل کردو۔ تحقیق میرے قتل میں ہی میری دائمی زندگی ہے۔

ایضاً:

پنجۂ دیو بباز وءِ ریاضت بشکن
کان بسر پنجگی ظاہر جسمانی نیست

شیطان کے پنجے کو ریاضت کے بازو سے توڑ۔ وہ جسمانی زور سے قابو میں آنیوالا نہیں۔

طاعت آن نیست کہ برخاک نہی پیشانی
صدق پیش آر کہ اخلاص بہ پیشانی نیست

طاعت یہ نہیں کہ پیشانی کو زمین پہ ٹیک دیا۔ صدق و صفا پیدا کر کہ اخلاص پیشانی سے نہیں آتا۔

از جامع الکلمات: یہ دیوانِ سعدیؒ اور قصیدہ عجیبہ سے ماخوذ ہے۔

ایضاً:

آنچہ ظاہر نیست بر اہلِ شہود
درعبارت شمۂ نتوان نمود

جو اہلِ شہود پر ظاہر نہیں۔ اس کا شمہ بھر اظہار عبارت میں ممکن نہیں۔

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ نے یہ اس وقت فرمایا جبکہ سائل نے اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور اس کی کیفیت سے متعلق سوال کیا۔

ایضاً:

عشق دردانہ است و من غواص و دریا میکدہ
سرفرو بردم در آنجا تا کجا سربر کنم

عشق موتی ہے اور میں غواص اور جب دریا میں غوطہ مارا۔ اور سر ڈالا تو پھر سر کیوں باہر نکالوں۔

منکہ دارم در گدائی گنج سلطانی بدست
کی طمع در گردشِ گردونِ دون پرور کنم

گدائی میں جب گنج سلطانی ہاتھ آ گیا۔ تو پھر خسیس دنیا کی طمع کیوں رکھوں۔

ایضاً:

و من یتق اللہ یجعل لہ
کمالِ قال من امرہ مخرجا

جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اس کے لئے وہ۔ جیسا کہ کہا گیا اس کے کام پورے کرتا ہے۔

ویرزقہ من غیر حسبانہ
وان ضاق امر بہ فرجا

اس کو اس کے اندازے سے زیادہ رزق عطا کرتا ہے۔ اس کے مشکل کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔

از جامع الکلمات: یہ فتوحات (مکیہ) سے ماخوذ ہے۔

ایضاً:

دل نگہدارید اے بے حاصلان
در حضور حضرت صاحب دلان

اے غافلو! دل کی حضوری کے ساتھ۔ صاحبانِ دل کی خدمت میں جایا کرو۔

پیشِ اہلِ تن ادب بہ ظاہر است
کہ خدا از ایشان نہان راسا تر است

اہل تن کے ہاں ظاہر کا ادب ہے۔ کہ خدا نے ان لوگوں سے ان کے
باطن کو مستور کر دیا ہے۔

پیشِ اہلِ دل ادب بہ باطن است
زانکہ دل شان بر سرائر فاطن است

اہلِ دل کے نزدیک باطن کا ادب ہے۔ کیونکہ ان کے دل ان
بھیدوں کا ادراک رکھتے ہیں۔

ایضاً:

سیر چشمان را گدا پندا شتہ
وز حسد شان خفیہ دشمن داشتہ

لوگ کاملوں کو گدا جانتے ہیں۔ حسد کی وجہ سے دل میں ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔

گر پذیرد چیز تو گوئی گدا ست
ورنہ گوئی مکر تذویر و دغا است

اگر وہ تیرا تحفہ قبول کریں تو کہتا ہے کہ گدا ہیں۔ اگر قبول نہ کریں
تو کہتا ہے کہ فریبی و مکار ہیں۔

گر درِ آمیزد تو گوئی طامع است
ورنہ گوئی در تکبر مولع است

اگر وہ تم لوگوں میں مل جل جاتے ہیں تو تُو کہتا ہے کہ لالچی ہیں۔ ورنہ
کہتا ہے کہ تکبر میں حریص ہو گئے ہیں۔

از جامع الکلمات: حضرت ایشان قدس سرہٗ نے یہ اشعار ان لوگوں کے ذکر کے موقع پر کہے تھے جو فقراء کے ہدیے قبول کرنے اور نہ کرنے کے متعلق اور لوگوں پر ان کی عدم توجہی کے متعلق باتیں کرتے ہیں۔ یہ اظہار فقراء سے انکے باطنی حسد کی وجہ سے ہے۔

ایضاً:

ابلہان تعظیم مسجد میکنند

درجفائے اہلِ دل جد میکنند

بے وقوف لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں۔ (اور) اہل دل کو دکھ دینے میں کوشاں رہتے ہیں۔

آن مجاز است ایں حقیقت اے خران

نیست مسجد جُز درونِ سروران

وہ مجاز ہے اور یہ حقیقت۔ اے گدھو، کاملوں کا اندرون، مسجد ہے۔

مسجد کان اندرونِ اولیاء است

سجدہ گاہِ جملہ ہست آنجا خداست

ولیوں کے اندرون مسجد کی مانند ہیں۔ جس جگہ خُدا ہے وہ پوری جگہ سجدہ گاہ ہے۔

ایضاً:

اے برادر تو ہمین اندیشۂ

مابقی زین استخوان وریشۂ

اے برادر! تجھے یہ اندیشہ ہے۔ کہ لہو اور ہڈیوں سے ہی بقا ہے۔

پیہ تو مرشمع را نقرود تاب

لحم تو مخمور را نامد کباب

لیکن تیری چربی شمع کی روشنی نہیں بڑھائے گی۔ تیرا سڑا ہوا گوشت کباب نہیں بنے گا۔

آدمی دید است باقی پوست است
دید آنست آنکه بهر دوست ست

آدمی صرف آنکھ ہے باقی کھال ہے۔ آنکھ بھی وہ کہ جو دوست کے لئے وقف ہو۔

دیدۂ بے دیدار جاناں کور بہ
ور سلیمان است ازوے مور بہ

دیدارِ جان کے بغیر آنکھ اندھی ہے۔ پھر اگر وہ سلیمان کی طرح ہے تو اس سے چیونٹی ہی بھلی ہے۔

ایضاً:

سگی کاندر نمک زارا وفتد گم گردد اندروے
من این دریائے پرشور از نمک کمتر نمی بینم

نمک میں کتا جائے تو گل کر اس کے اندر گم ہو جاتا ہے۔ میں اس دریائے شور کو نمک سے کمتر نہیں جانتا۔

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ اکثر یہ شعر فنا کے بیان میں اور عین واثر کے زوال کے تذکرے میں فرمایا کرتے تھے۔

ایضاً:

چوں میگذرد عمر بدر ویشی بہ
چوں گفتہ نویسی بخا موشی بہ

عمر اس طرح گزری کہ اس سے درویشی ہی بھلی۔ جو کچھ گفتگو لکھی جائے اس سے خاموشی ہی بھلی۔

چوں بیم حساب است نمد پوشی بہ
چوں رزق مقدر است بکم کوشی بہ

اگر حساب کا خوف ہے تو فقیری ہی بھلی۔ کیونکہ رزق مقدر ہے اسلئے تھوڑی کوشش ہی بھلی۔

ایضاً:

سہ نشان بود ولی را اول از و بود این
چون روئے او بہ بینی دل تو بدو گراید

ولی کی تین (۳) نشانیاں ہیں۔ اول یہ کہ اسے دیکھتے ہی تیرا دل اس کی طرف کھنچتا ہے۔

دوم آنکہ چون بمجلس گوید سخن ز معنی
ہمہ راز ہستی خود بحدیث می رہاید

دوم یہ کہ مجلس میں جو گفتگو کرے تو وہ معنی کے لحاظ سے۔ پوری اپنی ہستی کے راز تک لیجانے والی ہو۔

سوم آن بود کہ یاد خدا گردد از نخست
واز ہیچ عضوی او حرکات بر نیاید

سوم یہ کہ خدا کی یاد کرتے وقت (مراقبہ میں)۔ اس کا کوئی عضو حرکت نہ کرے۔

ایضاً: نقل از خواجہ عزیزان قدس سرہٗ۔ آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

نفس مرغ مقید در درون است
نگہدارش کہ خوش مرغ است دم ساز

نفس کا پنچھی تیرے اندر (پنجرے) میں مقید ہے۔ اسکی نگہداری کر کہ پنچھی پسندیدہ اور دم ساز ہے۔

زپایش بند مگسل تا نہ پرد
کہ نتوانی گرفتن بعد پرواز

اس کے پنجوں کو قابو کر، تا کہ نہ اڑے۔ اگر اڑ گیا تو پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

ایضاً: اُن ہی سے منقول۔ آپ قدس سرہٗ نے فرمایا:

با ہر کہ نشستے و نشد جمع دلت
واز تو نرمید زحمت آب و گلت

جس کے ساتھ بیٹھنے سے دل جمعی نہ ہو۔ اور تجھے اس آب و گل کی زحمت سے آرام نہ ملے۔

از صحبت وے اگر تبری نکنی
ہرگز نکند روح عزیزان بحلت

اس کی صحبت سے اگر تجھے راحت نہ ملے۔ تو اے عزیز! اپنی روح کو ہرگز اسکے ساتھ مشغول نہ کر۔

ایضاً: اُن ہی سے منقول۔ قدس سرہٗ

بے چارہ دلم کہ عاشقِ روئے تو بود
تا وقت صبوح دوش در کوئے تو بود

دل بے چارہ جو تیرے روئے انور کا عاشق ہے۔ صبح کے وقت تک تیری گلی کے دوش پر تھا۔

چوگان سر زلفِ تو ارخال بحال
می بردش ہمچنا نکہ یك کُوئے تو بود

تیری زلف کا ایک بال اس حال میں۔ اپنے ساتھ لے لیا کیونکہ وہی ایک تیری گلی میں تھا۔

ایضاً:

در مذاہب مذہب دہقان خوش ست ای مولوی
مذہب دہقان چہ باشد ہرچہ کاری بدروی

اے مولوی! مذاہب میں سے دہقان کا مذہب بھلا ہے۔ دہقان کا مذہب کیا ہے۔ ہر بُرے کام سے دور رہنا۔

در زمین دل بجز تخم نکو کاری مکار
این مثل مشہور باشد ہرچہ کاری بدروی

دل کی زمین میں بجز نیکو کاری کے بیج کے اور کچھ نہ بو۔ کیونکہ مثل مشہور ہے جو بوئے گا وہی کاٹے گا۔

ایضاً:

سعدیؔ ہنری گیر کہ بہتر ہُنر است
جُز یادِ خدا ہر ہُنری بے ہُنر است

اے سعدیؔ! ہُنر اختیار کر کہ ہُنر بہتر ہے۔ سوائے خدا کی یاد کے ہر ہُنری بے ہُنر ہے۔

ایضاً:

سعدیؔ حجاب نیست تو آئینہ صاف دار
زنگار خوردہ کی بنماید جمالِ دوست

اے سعدیؔ! کوئی حجاب نہیں تو اپنا آئینہ صاف رکھ۔ (کیونکہ) صیقل زدہ آئینہ جمالِ دوست کس طرح دکھلائے گا۔

ایضاً:

مردِ معنی در وطن ہرگز نگیرد اعتبار
چون گل از گلشن جدا افتاد جایش برسر است

معنی کا مرد (صاحبِ دل) وطن میں ہرگز اعتبار نہیں رکھتا۔ (کیونکہ) گلشن سے جدا پھول کی جگہ سر پر ہوتی ہے۔

مردِ معنی گر پریشان حال باشد عیب نیست
قدر مصحف کم نگرد دگر سراسر ابتر است

معنی کا مرد (صاحبِ دل) اگر پریشان حال ہو تو عیب نہیں۔ (کیونکہ) مصحف اگر بوسیدہ ہو جائے تو بھی اس کی قدر کم نہیں ہوتی۔

از جامع الکلمات: مذکورہ بالا دو (۲) اشعار آپ قدس سرہٗ نے اس وقت کہے

جبکہ ایک شخص خدمت میں آ کر کہنے لگا کہ نزدیک آس پاس رہنے والے آپ سے شاکی ہیں اور دُور بسنے والے آپ کی تعریف کرتے ہیں۔

ایضاً:

عالم دو گروہ اند خلاصہ دو کس اند
اوّل علماء کہ راہ دین را جرس اند

دنیا دو(۲) گروہوں میں بٹی ہوئی ہے مطلب دو(۲) شخص ہے۔ ایک علماء کہ جو دین کی راہ میں جرس کی مانند ہیں۔

دویم متوکلان جوئیندہ فقر
باقی ہمہ در ملک خدا بوالہوس اند

دوسرے متوکل جو فقر کے متلاشی ہیں۔ باقی تمام خدا کے ملک میں بوالہوس ہیں۔

ایضاً:

کردم از عقل سوالی کہ بگو ایمان چیست
عقل در کوش دلم گفت کہ ایمان ادب است

عقل سے ایک بار پوچھا کہ بتا ایمان کیا ہے؟ عقل سنتی رہی دل نے کہا کہ ایمان ادب ہے۔

چند روزے کہ درین خانہ تن مہمانے
با ادب باش کہ خاصیتی مہمان ادب است

اس گھر (جسم) میں چند دن کا مہمان ہے۔ ادب سے گزار کہ مہمان کی خاصیت ادب ہے۔

ایضاً:

ہیچ است گنج عالم گرنیست دل غنی
چون دل تونگر است بدنیا چہ حاجت است

دنیا کا خزانہ ہیچ ہے اگر دل غنی نہیں۔ اگر دل تونگر ہے تو پھر اس کو دنیا کی کیا حاجت ہے۔

ایضاً:

ثنا گو تا ثنا یابی
شکر گو تا عطا یابی
ثناء کر، تا کہ تیری تعریف کی جائے۔ شکر بجالا کہ تجھ پر عطا ہو۔

رضا دہ تا رضا یابی
ورا جو تا ورا یابی
اپنی رضا چھوڑ تا کہ اس کی رضا حاصل ہو۔ اسکو ڈھونڈھ تا کہ وہ حاصل ہو۔

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ نے مذکورہ اشعار ''انما الاعمال باالنّیات '' ''فمن طلب ذاتہٗ سبحانہٗ وجدھا فمن طلب صفا تہٗ وجدھا '' کے معنی میں کہے۔ یعنی'' اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے''۔ ''پس جس نے ذات سبحانہٗ کی طلب کی تو اس نے اس کو حاصل کیا۔ اور جس نے اس کی صفات کی طلب کی تو اس نے اُسی کو پایا۔''

ایضاً:

چگویمت کہ بمیخانہ دوش مست خراب
سروش عالم غیبم چہ مژدہا دادہ است
ایک بدمست نے میخانہ میں مجھ سے کہا۔ کہ عالم غیب کے فرشتے نے کیا خوب مژدہ سنایا ہے۔

کہ اے بلند نظر شاہ باز سدرہ نشین
نشیمن تو نہ این کنج محنت آباد است
اے بلند نظر بادشاہ، سدرہ (عرش) کے رہنے والے۔ اس محنت آباد (دنیا) کا گوشہ تیرا نشیمن نہیں۔

ترا از کنگرۂ عرش منیرنند صفیر
ندانمت کہ درین دامگہ چہ افتاد است
عرش کے کنگرے سے تجھے یہ آواز آتی ہے۔ تو نے نہ جانا کہ اس قید خانے میں کیا افتاد ہے۔

نصیحتی کنمت یاد گیر درعمل آر
کہ این حدیث زپیر طریقتم یاد است

میں تجھے نصیحت کرتا ہوں، یاد رکھ اور اس پر عمل کر۔ کہ یہ بات میں
نے اپنے پیر طریقت سے یاد کی ہے۔

رضا بداده بده واز جبین گره بکشا
کہ برمن و تودر اختیار نکشاد است

اُسکی رضا رکھ، اپنی مرضی چھوڑ، اس سے اپنی پیشانی کی گرہ
کھول۔ کہ تجھے اور مجھے اسکے کھولنے کا اختیار حاصل نہیں۔

غمِ جہان مخور و پندِ من مبراز یاد
کہ این لطیفۂ غیبم زرہ روئے یاد است

جہاں کا غم مت کر اور یہ نصیحت مت بھول۔ کہ یہ سربستہ لطیفہ راہ میں
یاد رکھنے کا ہے۔

مجود رستیٔ عہد از جہان سست نہاد
کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است

اِس جہانِ فانی سے وفا کی امید نہ رکھ۔ کہ اس بوڑھی دُلہن کے ہزار
داماد ہیں۔

ایضاً:

شہریار مصر دل کشتن چُو یوسف سہل نیست
مدتی درچاہِ غم محبوس میباید نشست

یوسفؑ کی طرح شہر یارِ (بادشاہ) مصر ہونا آسان نہیں۔ ایک
مدت تک (اس کے لئے) چاہِ غم (غم کے کنوئیں) میں اسیر بیٹھنا
پڑتا ہے۔

ایضاً: آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جناب ذی النونؒ سے روایت ہے کہ ”میں نے شام کے ساحل پر ایک عورت کو دیکھا۔ پس اُس سے پوچھا کہ تُو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے

جواب دیا کہ میں اس قوم کے لوگوں میں سے ہوں جن کی پُشت بستروں سے علیحدہ رہتی ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تیرا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ان لوگوں کے پاس جن کو تجارتِ خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ دریافت کیا کہ ان کی کون سی نشانیاں ہیں؟ اس نے جواب دیا۔

قوم ھموم ھم باللہ قد علقت
فما لھم ھمم تستمو الی احد

وہ قوم یہ ہے کہ جس کا درد وغم اللہ کے لئے ہے۔ اسکے تمام دکھ اس ایک (احد) کے لئے زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔

فمطلب القوم مولاھم و سیّدھم
با حسن مطلبھم للواحد الصمد

اس قوم کا مقصود، مولا اور آقا وہی ہے۔ اس کا اس واحد الصمد سے ہی حسن مطلب ہے۔

ان تنازعھم دنیا ولا شرفا
من المطاعم واللذات والولد

اُن کا جھگڑا دنیا سے ہے شرفا سے نہیں۔ (وہ طالب نہیں) دنیا کی لالچ ولذات یا اولاد کے۔

ولا للبس ثیاب فائق انق
ولا لروح سرور حل فی بلد

نہ ہی فاخرہ پوشاک وقیمتی لباس کے۔ اور نہ ہی روح کے سُرور کے لئے شہروں کی سیر کے۔

اِلاّ مسارعتہ فی اثر منزلتہ
قد قارب الخطو فیھا باعد الامد

وہ اس کے اثر سے نکلنے کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ اور دور دراز کا سفر اپنے اوپر ہموار کرتے ہیں۔

فهم رهائین عذران داودیته
وفی الشوامخ تلقاهم مع العدد
پھر ان کے گرد خون بہانے کے لئے کھنچی جائیں۔ اور بلند چوٹیوں پر بڑی تعداد میں ملتی ہیں۔

ایضاً:

گنجی که طلسم اُو است عالم سائیم
ذاتی که صفات اوست آدم سائیم
وہ گنج کہ جو طلسم ہے اسکا عالم میں ہوں۔ وہ ذات کہ جو صفات میں آئی

ہے اسکا آدم میں ہوں۔

ای آنکه توئی طالب اسمِ اعظم
از ما بگذر که اسمِ اعظم مائیم
اے کہ تو جو اسمِ اعظم کا طالب ہے۔ میرے پاس ہو کر گزر کہ اسمِ اعظم میں ہی ہوں۔

ایضاً:

اسمِ اعظم بکند کارِ خود ایدل خوش باش
که به تلبیس و حیل دیو سلیمان نشود
اپنے دل کو خوش رکھ کہ اسمِ اعظم اپنا کام آپ کرتا ہے۔ شیطان کے

حیلہ اور مکر و فریب سے سلیمان نہیں ہو سکتا۔

عشق می ورزم امید که این علم شریف
چون هنر هاء دگر موجب حرمان نشود
عشق کو میں نے اپنایا امید ہے کہ معزز علم۔ دیگر فنون کی طرح

محرومی کا موجب نہیں ہو گا۔

ذره راتا نبود همت عالی حافظ
طالب چشمهٔ خورشید درخشان نشود
حافظ! ذرہ کو اس وقت تک ہمتِ عالی نہیں ملتی۔ جب تک کہ

طلب کا چشمہ خورشید روشن نہ ہو۔

ایضاً:

یحترق النّار من یمس بها
من هو النار کیف یحترق

آگ اس کو جلاتی ہے جو اُس کو چھوتا ہے۔ یہ آگ کیا ہے؟ کس طرح جلاتی ہے؟

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ یہ شعر فنافی اللہ اور بقاباللہ کے بیان میں پڑھا کرتے تھے۔

ایضاً:

تا دل زوجود خویش بر کندہ نہ ئی
دربند خودی خداءِ رابندہ نہ ئی

جب تک کہ تیرا دل تیرے وجود سے باہر نہیں نکلتا۔ تو خودی میں گرفتار ہے، خدا کا بندہ نہیں۔

گیرم کہ تو جانی جہان زندہ بہ تست
تازندہ بجانان نشوی زندہ نہ ئی

مانا کہ تیری زندگی سے ہی جہاں زندہ ہے۔ لیکن جب تک تُو روحِ معشوق سے زندہ نہیں ہو تا زندہ نہیں۔

ایضاً:

آندم کہ حسن بود نبود از جہان نشان
والآن ان عرفت علی ما علیہ کان

جب حُسن تھا اس وقت جہاں کا نام و نشان نہ تھا۔ اس گھڑی بھی اسے اسکی اصلی حالت میں پہچانا۔

اعدادِ کون و کثرت صورت نمایش است
فالکل واحد بتجلی بکل شان

ہستی و کثرت کے اعداد اسکی جلوہ گری کی صورت ہے۔ پس وہ کُل میں واحد ہے، سب کیلئے تجلّی دکھاتا ہے۔

نوریست محض کرد باوصاف خود ظهور

نام تنوعات ظهورش بود جهان

وہ محض نور ہے جو اپنے اوصاف سے ظاہر ہوا۔ اس کے ظہور کی اقسام کا نام

جہان ہے۔

ہر چند در نہان و عیان است غیر او

فی حد ذاتہ نہ نہان است نے عیان

ہر چند کہ ظاہر و مستور میں ماسوی اللہ ہے۔ لیکن وہ اپنی ذات کی حد

تک نہ چھپا ہوا ہے نہ ظاہر۔

ایضاً:

تا آنکہ خود راپیش و پس داری گمان

بستۂ جسمی و محرومی زجان

جب تک کہ تو آگے پیچھے گمان رکھتا ہے۔ جسم میں مقید ہے تو جان

سے محرومی ہے۔

زیر بالا پیش و پس واصف تن ست

بے جہت باذات جان بین روشن است

اوپر نیچے آگے پیچھے سے متصف تیرا بدن ہے۔ ذات (رُوح) تو

سمتوں سے پاک ہے دیکھ کہ وہ روشن ہے۔

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ نے یہ اشعار اس وقت فرمائے جب سائل نے فنا کی نشانیوں کے بارے میں پوچھا۔

ایضاً:

گر زخم خوری روبا زدیگر مخور

رستم چہ کند درصف شاخ گل نسرین

اگر زخم کھالیا ہے تو راہ لے پھر نہ کھا۔ گلِ نسرین کی ٹہنیوں کی قطار

میں رستم کیا کرے گا۔

از جامع الکلمات: آپ قدس سرہٗ نے یہ شعر اس شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا جو بعض درویشوں کے ساتھ اس کی اس تکرار کی شکایت لایا تھا جس کا مقصود طالبِ حق کا دُکھ درد میں صبر کرنے کی استعداد سے متعلق تھا۔

☆☆☆

باب چهارم

فصل دوم

نکات تصوف ملفوظ حضرت ایشان قدس سرہٗ

کیا صاحب قلب، صاحب الاخفیٰ سے افضل ہوتا ہے؟۔ اس کے جواب میں آپ قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ ''فضیلت لطیفوں کے درجات سے نہیں، بلکہ قرب کے اعتبار سے ہے''۔

از جامع الکلمات: ''یہ قرب اصل کے ساتھ ہے اور یہ قول ''ظلال'' کے بیان میں طریقت کی کتاب ''مکتوبات'' میں آیا ہے۔

ایضاً:

مخصوص ولایتِ محمدی ﷺ ہے۔ جس میں جملہ لطائف جمع ہو کر عروج کی طرف پرواز کر کے اپنی اصل کی طرف جاتے ہیں۔ لیکن یہ خصوصیت تمام ولایات کے ساتھ نہیں۔

ایضاً:

آپ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ''جسمی فنا میں 'مرنے سے قبل مرنے' کی طرف اشارہ ہے اور یہ فنا عروج اور لطائف کی پرواز کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ خصوصاً روح، عروج کے وقت غالب و روشن ہو جاتی ہے''۔

از جامع الکلمات: جیسا کہ ''البداء والمعارف'' میں آیا ہے اور روح کا تعلق اس کے عروج کے وقت اگرچہ بدن سے ہے تاہم اس اعتبار سے کہ وہ پھر اُسی کے ساتھ واپس ہوگی۔ اس کے علاوہ اور کوئی تعلق بدن سے نہیں رکھتی۔

ایضاً:

علم حصولی کا زوال، قلب کی فنا کی علامت ہے۔ اور علم حضوری کا نفس کی۔

از جامع الکلمات: اول الذکر آفاقی ہے اور ثانی الذکر انفسی ہے۔ جیسا کہ مکاتب مجددیہ والمعصومیہ میں مذکور ہے۔

ایضاً:

تمام مشائخ نے اس سیرِ آفاقی کو تا عرش بیان کیا ہے۔ اس طریقہ کے اکابرین کے نزدیک تمام اشیاء کا علم حصولی آفاق میں داخل ہے۔ اور تمام مشائخ سیر انفسی کو "سیر فی اللہ" تصور کرتے ہیں۔ اور اس طریقہ کے اکابرین سیر انفسی کو "سیر الی اللہ" کا نام دیتے ہیں۔

ایضاً:

جب تک سیر مستطیل (دراز) ہے، آفاقی ہے اور جب سیر مستدیر (مدور) ہو جاتی ہے تو سیر انفسی ہے۔

از جامع الکلمات: اول الذکر سلوک سے تعلق رکھتی ہے اور ثانی الذکر جذبہ سے۔

ایضاً:

شرکِ خفی، دس (۱۰) لطائف کی فنا سے قبل کلی طور پر زائل نہیں ہوتا۔ اس کا شائبہ باقی رہتا ہے۔ متاخرین میں سے کوئی بھی صحابہ کرامؓ کے مرتبے سے اوپر نہیں گیا۔ وہ شرکِ خفی کے ازالہ کے لئے ہمتِ عالی کے ساتھ مامور تھے۔ پس اس کو سمجھیں۔ ان ھذا عسیر لا یسیر۔ (نہیں ہے یہ سختی مگر آسانی کے ساتھ)۔

ایضاً:

فنا کی علامت کامل رضا ہے اور رضا میں بلا و سختی کی لذت ہے۔ فنا سے قبل رضا ظل یعنی عکس ہے۔ اصل کے بغیر۔

ایضاً:

السیر الی اللہ (اللہ کی طرف سیر) دائرۂ امکان کو کاٹتی ہے۔ اور السیر فی اللہ (اللہ میں سیر) دائرۂ وجوب کو کاٹتی ہے۔ دائرہ وجوب میں عروج، اتحاد اور توحید ہے اور سیر عن اللہ (اللہ کی جانب سے سیر) سے مراد نزول کی طرف سَیر ہے اور سیر فی الاشیاء (اشیاء میں سیر) سے مراد نزول کا کمال ہے۔

از جامع الکلمات: اس طرح مکاتیب معصومیہ میں آیا ہے۔

ایضاً:

لطائفِ خلقیہ، لطائف امریہ سے افضل ہیں۔ نفس کی اصل، قلب کی اصل الاصل ہے اور اخفیٰ سے اعلیٰ ہے۔ بعینہٖ تمام لطائف میں اسی طرح ہے۔

ایضاً:

''تجدد الامثال'' کہ جسے حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مکاتیب مذکورہ میں بیان فرمایا ہے اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی پر ان مکاتیب میں مثالوں کے ساتھ واضح گفتگو کی ہے۔ عارف کے حال کی نظر سے وہ تمام تجدد ہے۔ کامل فنا میں تجدد ہمیشگی کے عدم سے بدلتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام مستقل عدم دکھائی دیتا ہے اور پھر نزول اور کامل بقا میں مستقل وجود کا عالم ظاہر ہوتا ہے۔ پس ''تجدد الامثال'' شہود کی طرف راجع ہوتا ہے نہ کہ وجود کی طرف، کیونکہ توحید شہودی، وجودی نہیں۔

ایضاً:

وحدتِ وجودی، طالب کے لئے زینہ ہے۔ اور کئی اولیاءِ کرام وحدتِ وجودی کے قائل ہیں اور یہ عظیم حالت ہے۔ لیکن حضرت خواجہ مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا وحدتِ وجودی کو رد کرنا اس اعتبار سے نہیں تھا کہ وہ وحدتِ وجودی کے صاحب کو ولی نہیں جانتے تھے، یا اُسے صاحبِ کمال ولی تصور نہیں مانتے تھے۔ بلکہ اس اعتبار سے ہے کہ اولیاء وہ جو وحدتِ وجودی دیکھتے ہیں، تیز بصر، صاحب صحو و خبر کے نزدیک درحقیقت اور واقعی وہ ان کی وحدت شہودی ہے۔ کہ جو ان کی شہود میں وحدت وجود دکھائی دیتی ہے۔ وہ بجز ایک چیز کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ پس کہتے ہیں کہ واقعہ میں سوائے ایک وجود کے اور کچھ موجود نہیں۔ اور مشہود کا واقعہ اور ہے، اور موجود کا اور۔ چناچہ دن کے وقت تارے دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن واقعہ میں موجود ہوتے ہیں۔ اور پس ایک سورج کو دیکھ کر شہود میں ایک ہی کہیں گے نہ کہ وجود میں ایک۔

ایضاً:

کسی نے حضرت ایشان قدس سرہٗ سے پوچھا۔ کہ اولیاء نے کہا ہے کہ المجاز قنطرۃ الحقیقہ (مجاز حقیقت تک پہنچنے کے لئے ایک پل ہے)۔ یعنی مجاز کے بغیر حقیقت

تک پہنچنا مشکل ہے۔ پس نقشبندیوں کے نزدیک اس قول کے کیا معنی ہیں۔ آیا یہ قول مردود ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ''شیخ جامیؒ نے، کہ جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے مرید ہیں، اس طرح فرمایا ہے:۔

متاب از عشق رو گرچہ مجازی است
کہ آن بہر حقیقت کارسازی است

(عشق سے منہ نہ موڑ اگر مجازی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت کے لئے کام بنانے والا ہے)۔

پس اس قول کو مطلقاً مردود نہیں کہنا چاہئے۔ بلکہ ہمارے خواجگان کے مشرب اور اصطلاح میں اس کے معنی اس طرح زیب دیتے ہیں، کہ مجاز، حقیقت کے ظل (عکس) کو کہتے ہیں۔ اور ظل (عکس) اصل کی طرف کشادہ شاہراہ ہے۔ تحقیق، شے کی صورت اصل شے کو ظاہر نہیں کرتی۔ اور لغت میں مجاز کے معنی ہیں کہ وہ چیز جو اصل کو عبور کرنے کے لائق ہو۔ اور اس گروہ (اولیاء) کی اصطلاح میں قلب سے مراد امر یہ کی جامع حقیقت ہے نہ کہ قلب صنوبری مضغہ۔ یعنی گوشت کا ٹکڑا کہ وہ اور ہے۔ لہٰذا اس حقیقت کے پیچھے مقصود بھی وہی حقیقت ہے نہ کہ اور کچھ۔ لیکن یہاں پر جس طرح ٹہنی اصل سے مربوط ہے یہ گوشت کا ٹکڑا اپنی اصل سے منضبط ہوتے ہوئے جامع حقیقت رکھتا ہے۔ عشق کا زور اور آگاہی، قلب صنوبری پر ماسوا کے خطروں سے محافظت کے لئے ہے۔ تاثر، تعشق اصل اور حقیقت کے ساتھ اس مقام سے جڑا ہوا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔ علیٰ بیض قلبک کن کانک طائر۔ (اپنے قلب کے انڈے کو پرندے کی مانند کر)۔

پس اس شعر کے معنی یہ ہوئے کہ عشقِ مجازی ظلی کے ساتھ اس کا پار ہونا اس کی لیاقت پر منحصر ہے۔ کیونکہ تعشق قلب صنوبری کی آگاہی پر ہے۔ اس سے منہ نہ موڑ۔ بلکہ اس تعشق میں کوشش کو بروئے کار لا۔ کیونکہ اصل اصیل کے حصول و وصول کی خاطر، جو جامع حقیقت ہے، کارساز ہے۔ واللہ علم بالصواب''۔

ایضاً:

عشق عین حُزن (دکھ) ہے۔ بغیر حُزن (دکھ) کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ رسول ﷺ

دائم الحزن (دائمی دکھ کی کیفیت) میں رہے اور فرماتے تھے:۔ ''فاطلبوا الحزن فان القلب یتجلّی بالحزن۔ (دُکھ کو طلب کرو کیونکہ قلب دُکھ سے ہی روشن ہوتا ہے)''۔

ایضاً:

قلب بائیں پستان کے نیچے ہے، اورروح دائیں پستان کے نیچے۔ سر بائیں پستان کے اوپر ہے اور خفی دائیں پستان کے اوپر۔ لیکن دونوں سینے کی طرف مائل ہیں۔ اور اخفی ان دونوں کے اوپر درمیان میں ہے۔

ازجامع الکلمات: یہ ترتیب مصطلحۂ مشائخ کی ہے۔ اوراسی طرح کتب 'فتح الفضل'، 'اربع الانہار'، 'المعمولات المظہر یہ' میں اوراس میں اس بیان سے متعلق منقول الشیخ الملخص بالوحدت قدس سرہٗ کا مکتوب وارد ہوا ہے۔ اور حضرت خواجہ صفی اللہ قدس سرہٗ نے ''مخزنِ انوار'' میں سر کو دائیں پستان کے اوپر اور خفی کو اس کی برعکس سمت پر مرقوم کیا ہے۔ اس قول کی تائید ''مبداء'' کی عبارت سے بھی ہوتی ہے اور جو اس ترتیب لف ونشر مرتب پر قیاس ہے اور جو غیر ترتیب پر قیاس ہے وہ عبارت بھی وہی ہے جو قول اوّل کی تائید میں ہے۔

ایضاً:

وحدت وواحدیت کے بیان میں کہ جو مشائخ متقدمہ کی اصطلاح میں علم مجمل ومفصل سے عبارت ہے وہ انوار واسرار اور تجلیات بارقات (بجلیاں) شارقات (شعاعیں) کے قسموں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس سے یہ واضح نہیں ہوا کہ اس کے اوپر ہر چند اونچائی پر جا کر بے رنگی اور بے چونی کا معاملہ ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اور زبان کا گونگا پن بتدریج حاصل ہوتا ہے۔ **مَنْ عرف اللہ طال لسانہٗ** (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان لمبی ہوئی)۔ اوّل حال کے مناسب ہے اور **مَنْ عرف کَلَّ لسانہٗ** (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوئی)۔ آخر حال کے مناسب ہے۔

ایضاً:

ابتدا میں نفس کی فنا اور اس کا تزکیہ ہے۔ اس کے حصول کے بعد، قلب کا مقام عروج کے ساتھ اور قلب کا ارتقاء روح کے ساتھ ہوتا ہے۔

ازجامع الکلمات: اس طرح ''مبدء والمعارف'' میں درج ہے۔

ایضاً:

برقی تجلّی وہ عین ذاتی تجلّی ہے۔ لیکن ظہور وخفا کے متواتر آنے کے اعتبار سے برقی کہی گئی ہے۔ پس چونکہ برقی ہے اس لئے اکابران اس کو مسلم نہیں مانتے اور مقبول نہیں جانتے۔ جب تک کہ مستقل ودائمی نہ ہو اور اس کا دوام اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ نفس کی فنا سے وصول الی الذات نہ ہو۔

ایضاً:

قدور دان للہِ فی ایام دھر کم نفحات فتعرضوا الیھا۔ (تمہاری دنیا کے روز و شب میں چند سانسوں کا ورد اللہ کے لئے ہوتا ہے۔ پس ان سے منہ نہ موڑو)۔ یعنی تجلیات برق پے در پے آتی ہیں۔ پس ان کی طرف متوجہ ہو۔ اور ان کی تعداد پر دھیان نہ دو۔

ایضاً:

جیسا کہ کہا گیا ہے "الوقت سیف قاطع" (وقت کاٹنے والی تلوار ہے)۔ وہ وقت ظہورِ تجلّی برقی سے عبارت ہے۔ کہ اس کے ظہور کے وقت حق تعالیٰ سبحانہ، تمام ماسویٰ اللہ کو فنائے عجیب بخشتا ہے اور سب کو اس طرح معدوم کر دیتا ہے کہ ان کا عین واثر باقی نہیں رہتا۔

ایضاً:

وہ تھوڑے بلکہ بہت ہی تھوڑے ہیں جو اسمِ وجوبی سے عروج کر کے صفات، شیون اور اعتبارات کے مراتب کو قطع کرتے ہوئے ذات تک پہنچے ہوں گے۔ اور وہ جو اسماء امکانی کے مراتب کو قطع کر کے تفصیلی سیر وسلوک کرتے ہیں وہ عالم میں بہت ہیں۔ لیکن الحمد للہ نسبت طریقہ نقشبندیہ "اندراج النھایت فی البدایت" (دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہے) کے اعتبار سے اس سیرِ تفصیلی سے جدا ہے۔

ہر گداء مرد میدان کے شود
پشۂ آخر سلیمانؑ کے شود

(ہر گدا مرد میدان کیسے ہو گا۔ مچھر آخر سلیمانؑ کیسے ہو گا)۔

ایضاً:

جاننا چاہئے کہ "صاحبِ اخفیٰ ولی" اس نبی سے جو "صاحبِ قلب" ہے، افضل نہیں ہوتا۔ بلکہ

اس "صاحبِ اخفیٰ ولی" کی سیر کو اس "صاحبِ قلب نبی" کی ولایت کے زیرِ قدم جاننا چاہئے۔ مگر "صاحبِ ولایت اخفیٰ نبی" کو اس صاحبِ ولایت نبی سے جو اخفیٰ کا نہیں افضل و اعلیٰ شمار کرنا چاہئے۔

ازجامع الکلمات: اس طرح "دائرہ کمالات" میں ہوتا ہے۔ عالم الامر اور اس کے بعد ویسے نہیں ہوتا۔ بلکہ انبیاؑء میں فضیلت امرِ آخر سے ہے۔ انبیاءؑ میں "صاحب السِرّ"، "صاحب الخفی" سے عظیم الشان ہوتا ہے۔

ایضاً:

اس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی، زیرِ قدم موسوی و عیسوی و محمدی علیٰ نبینا و علیہم الصلواۃ والسلام ہے۔ یہ اس اعتبار سے ہے کہ اس ولی کا آغاز تعین اسم یا صفت ہے۔ وہ صفت یا اسم جزوی ہے۔ جبکہ یہ اسم یا صفت مطلقہ ہے جو نبی کا آغاز تعین ہے۔

ازجامع الکلمات: مکاتیبِ مجدّدیہ میں یہ مفصل طور پر آیا ہے۔

ایضاً:

ہر ولی کو اس طرح آغاز تعین کی صفت مقیدہ لاحق ہے، کہ وہ لاچار متابعت انبیاءؑ کے واسطے سے ترقی کرنا چاہتا ہے۔ اور صفت مقیدہ کی اس ترقی کے سبب وہ مطلقہ سے پیوست ہو کر قید سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

ایضاً:

ہر شخص کا "عین ثابتہ" امکانی ہے۔ کہ بوءِ عدم اس کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ اور ہر شخص کا "وجوبی تعین" اسماء وصفات کے مرتبے میں ہے۔ پس "اعیان ثابتات" کے محل کو "خانۂ وجوب" نہیں کہنا چاہئے۔ اسی طرح مجدّد دین قدس سرہم کے نزدیک ہے۔

ایضاً:

علم کا مرتبہ یہ ہے کہ عدم کو نیستی سے اوپر لا کر علم واجبی سے ملا دیا جاتا ہے۔ وجود اور توابع وجود کے آئینے میں، مراتبِ امکانیہ حس، وہم اور جملہ ذرّات نمودار ہوتے ہیں۔

ایضاً:

اقتدار یہ ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ روح مجرّد اور ممکنہ کو قوت بخشتا ہے کہ اجسام سے افعال، وجودِ عنصری سے قبل یا مرنے کے بعد صادر نہ ہوں۔

ایضاً:

ممکن یہ ہے کہ صفات ممتزج (ملحق) کے عکس سے عدم محض ظاہر کرے اور حضرت وجود ذاتی کی پرچھائیں اس ممتزجہ (ملحق) ماہیت پر ڈالتے ہوئے آثار خارجیہ کی ابتدا کرے۔ اور اس کو ماہیتِ عدمی بھی کہتے ہیں۔

ایضاً:

جس کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ عدم کو صفات کے عکس سے ثبات بخشتا ہے کہ وہ ثبوتِ وہم کے رفع ہونے سے بلند نہ ہو۔ جبکہ وہم اس ثبوت کا عدم ہے کہ جو وہم کے رفع ہونے سے بلند ہوتا ہے۔

ایضاً:

نفسِ امری کا وجود مشائخ کرام کے وجود کی مانند اور صفاتِ اضافیہ ہے۔ جو قائم بالصّفات ہیں۔ اولاً، ان کا رخ عدم اور دنیا کی طرف ہوتا ہے۔ بعد ازاں یہ کامل فنا سے مشرّف ہوتے ہیں۔ اور فنا کے قیام سے ماہیت عدمیہ کو چھین کر اور بقا کو شیونِ وجودیہ بخش کر وجودِ اُخروی عطا کرتے ہیں۔ یہ وقت نفس الامری کی شان کے وجود کا ہے اور جملہ موجودات اُخروی، نفس الامری کے زمرے میں آتے ہیں۔

ایضاً:

تمام ممکنات کا وجود ثبوتِ وہمی ہے۔ اور وہ وجود وثبوت کے حامل ہیں اور وہ خارجی ضد اور نفس الامری ہے۔ بلکہ اس ممکنات کے وجود کو پیدا ہونے کے بعد ''وہمی محسوسی'' کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ وہم اور حس میں فرق ہے۔

از جامع الکلمات: یہ چھ (۶) مقولے حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہیں جو مصطلحات کے بیان میں آئے ہیں۔ جن کی تفصیل حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے تصوف کے ماہرین سے مخفی نہیں۔

ایضاً:

ایک شخص نے حضرت ایشان قدس سرہٗ سے سوال کیا۔ کہ نفس کیا ہے؟ اور اس کی تعریف کیا ہے، جس سے اس کی پہچان ہو۔ آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''رحم میں نطفہ جب

چار (۴) ماہ تک رہتا ہے تو اس کے بعد روح کو پورے بدن عنصری سے تعلق عطا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہیں سے یہ نفس جو ایک قوتِ طبعی ہے، بدن میں پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ عالم اجسام کی تدبیر اس پر ہے اور جوز مانے کے قیام تک امارہ ہے کیونکہ ربوبیت کے دعوی کا مدعی ہے۔ اور روحِ حیوانی جس کو نفسِ حیوانی کہا جاتا ہے، بخار ہے، جو قلبِ صنوبری کے گوشت کے ٹکڑے سے نکل کر اوپر چڑھتی ہے۔ چنانچہ پہلا تعلق مذکورہ طبعی قوت سے رکھتی ہے۔ بعد ازاں اس کی تدبیر کے موافقت پورے بدن میں سرایت کر جاتی ہے۔''

از جامع الکلمات: جاننا چاہئے کہ اگر کوئی ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے تو جانداروں میں سے کوئی ایسا نہیں جو انسان کے برابر ہو۔

ایضاً:

کسی شخص نے حضرت ایشان قدس سرہٗ سے حضرت مرحوم مخدوم نوح قدس سرہٗ کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کس مقام پر فائز تھے۔ آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''اولیاء اللہ کے مقامات و حالات حق تعالیٰ سبحانہٗ خود جانتا ہے۔ مگر ان کی قطبیت میں کوئی شک نہیں۔ ایک بار ان حضرت سے حالیہ سیر سلوک میں کسی مقام پر ملاقات ہوئی۔ اعیانِ ثابتات کے مسئلے پر کہ ماہیّات مجعولہ ہیں یا غیر مجعولہ۔ (اس بارے میں) ان سے مکالمہ ہوا۔ پس میں نے دیکھا کہ آپ اپنے مشرب کے مطابق بہت بڑی معلومات رکھتے ہیں اور جواب باصواب دیا۔ اور یہ ایسے صاحبِ کمال ہیں کہ اگر فی المثل سفر میں میرا گزر ان کے مرقد کے قریب سے ہو، تو اس وقت ان کے مقبرے سے انس ضرور حاصل کرنا چاہئے''۔

ایضاً:

طالب کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اِنَّہٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ [پ ۱۳۔ سورہ یوسف ۱۲۔ آیت ۸۷] (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ)۔

مایوسی کو شیطانی وسوسہ جاننا چاہئے۔ یاس کے بغیر روز و شب میں مشغول رہنا چاہئے لیکن اس مشغولی پر یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اس قدر مشغول رہا۔ لیکن مضر ترین اشیاء کے اور کچھ نہیں ملا۔

ایضاً:

اولیائے کبار سے متعلق ہرگز ہرگز سوئے ظن نہیں رکھنا چاہئے کہ اس سے قلب پر سیاہی آتی ہے اور ایسے اولیائے کبار کے مخالفین کی عاقبت بھی خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ اور اکابر اولیاء کو ایک دوسرے پر فضیلت کے معاملے میں بھی گمان نہ کرنا چاہئے۔

ایضاً:

بعض مرید ترقی حال وفیضِ باطن کے لئے مرشد کے حضور عرض کرتے ہیں۔ پھر انہیں شیطانی وسوسہ وہم میں ڈال دیتا ہے۔ کہ ہم نے عرض کیا اگر مہربانی کریں تو مالک ہیں۔ اس طرح سوچنا طریقت میں بے ادبی ہے۔ اگر مشائخ کے قبور کی زیارت نصیب ہو تو دلی عرض و نیاز کافی ہے اور مرشد کامل حیات ہو تو اس کے حضور زبانی معروضات دل کی موافقت کے ساتھ پیش کرنی چاہئیں۔

ایضاً:

پیر سے بیعت مختلف قسموں کی ہے:

قسم اوّل: اس بزرگ صاحب دل کے ہاتھ پر بیعت کرتے وقت گناہوں سے اس شرط کے ساتھ توبہ کرے کہ آئندہ پھر کبھی بھی گناہِ کبیرہ کے پاس نہیں پھٹکوں گا اور گناہِ صغیرہ سے بھی اجتناب کروں گا۔ لیکن اگر صادر ہو ہی جائیں تو نیک اعمال کر کے ان کا بدلہ چکاؤں گا۔ گناہِ کبیرہ کے بے اختیار سرزد ہونے پر بھی نیک اعمال سے ہی اس کا ازالہ کروں گا۔

قسم دوم: اس خاندان سے نسبت کی خاطر کی جاتی ہے تا کہ اُن بشارتوں کے زمرے میں داخل ہو سکے جو اس خاندان عالی شان کے ساتھ مخصوص ہیں جس طرح خواجہ مجدّد قدس سرہٗ کے طریقہ کے متوسلین کو بشارت دی گئی ہے۔ غفرت لک ولمن توسل بک الیٰ یوم القیٰمۃ۔ (تجھے اور تیرے متوسلین کو قیامت تک مغفرت ہے)۔

اور حضرت غوث اعظم جیلانیؒ کا فرمودہ ہے کہ ''میرے مرید توبہ کئے بغیر نہیں مریں گے۔'' اس کے لئے شرط یہ ہے کہ خود کو ہمیشہ اکابر کے طریقہ کی بہ نسبت بدگمانی سے دور رکھے۔ کیونکہ بدگمانی بداعتقادی کا پیش خیمہ بن کر عہد کو توڑنے کا سبب بن جاتی ہے۔

قسم سوم: اس خاندان کے کمالات سے استفادہ کرنا ہے۔ اس کے لئے شریعت پر استقامت کے بعد اذکار اور افکارِ طریقت میں مشغولی شرط ہے اور استقامت کے ترک کرنے اور ذکر کا ملکہ حاصل کرنے سے پہلے ہی لہو و لعب میں پڑ جانا، بیعت ٹوٹ جانے کا باعث ہوتا ہے۔

قسم چہارم: یہ ہے کہ بعض بداعتقاد اور منکر لوگ ظاہر میں خود کو طریقت میں داخل کرتے ہیں۔ تاکہ اس ذریعہ سے من لاشیخ لہٗ فشیخہٗ الشیطان۔ (جس کا مرشد نہیں اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے) کے خوف سے ظاہراً چھٹکارا حاصل ہو۔ ان لوگوں کو اگرچہ رجوع حقیقی سے قبل طریقت میں داخل کرنا سزاوار نہیں۔ لیکن اکابر نے رخصت دے رکھی ہے۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے کوئی طریقت کی برکت سے رجوع کرلے اور اپنی مقصد براری میں کامیاب ہوجائے۔

از جامع الکمات: وبھذہ النیۃ یجوز اعطأ الطریقہ لآکل الربوا ایضاً فی المکاتیب المجددیہ. (اس نیت سے طریقت میں داخل کرنے کی اجازت اس کے لئے بھی ہے جو سود کھاتا ہے۔ مکاتیب مجددیہ میں ہے)۔

ایضاً:

اکابر و اولیاء کے خواب کو عام لوگوں کے خواب کی مانند نہیں گرداننا چاہئے کیونکہ ان کے رُویاء (خواب) پرتو نبوت ہیں۔

ایضاً:

اگر طالب کو خواب میں کوئی مردِ کامل کسی کام کیلئے حکم کرے تو بغیر غور و تامل کے عمل نہ کرے اگر شریعت و طریقت کے موافق ہو تو لائق عمل ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ سے آکر پوچھا۔ کہ میں نے خواب میں رسول ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے شراب پینے کی اجازت دے دی ہے۔ پس حضرت شیخ قدس سرہٗ متعجب ہوئے اور بارگاہِ مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں عرض گزار ہو کر اس شخص کی حقیقتِ حال دریافت کی۔ حضرت بابرکت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "یہ شخص البتہ شراب کی طرف میلان رکھتا ہے۔ اسے لا تشرب (نہ پیو) کہا گیا لیکن وہ اشرب (پیو) سمجھ بیٹھا ہے۔ پس آگاہ ہو اور اسے تنبیہ کریں۔"

ایضاً:

حقائق کے معاملے میں بعض (اولیاء) اگر چہ دائرے کی صورت میں نچلے درجے سے ہیں۔ لیکن فضیلت میں اعلیٰ ہیں۔ عالمِ خلق کی فضیلت کے رنگ میں عالمِ امر سے ہیں۔ چنانچہ حقیقت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام حقیقتِ کعبہ سے افضل ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ کعبہ کو سجدہ کرتی ہے۔

از جامع الکلمات: اس طرح مکاتیبِ معصومیہ میں آیا ہے۔

ایضاً:

ترتیب۔ انتباہ طلبِ طالب۔ اس طریقہ میں یادِ الٰہی کے معمول کو ان چھ (۶) طریقوں پر ترتیب دیا گیا ہے:۔

اوّل: ذکر اسم ذاتی اللہ — **دوم:** وقوفِ قلبی

سوم: وقوفِ عددی — **چھارم:** مراقبہ

پنجم: رابطہ — **ششم:** مکمل واکمل سے محبتِ کامل

مگر شیخ پیروقت کو اختیار ہے کہ وہ طالب کی استعداد کے بموجب تلقین دیتے وقت اُسے ان میں سے کسی ایک کے لئے حکم کرے یا دو (۲) تین (۳) کے لئے۔

مثلاً رابطہ کے ساتھ اسم۔ یا اسم کے ساتھ وقوف عددی اور رابطہ۔

از جامع الکلمات:

الاول: هو المعروف بان یذکر الله بلا صفته و غرض واضعالسانه، فی حنکه واسم الله فی قلبه و فیه عن الشیخ الملقب باالوحدت قدس سره، هذین البیتین. (پہلا راستہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرتے وقت بغیر کسی صفت و غرض کے اپنی زبان تالو سے لگانے۔ قلب میں اسم اللہ کا ذکر کرے اور اپنے اندر شیخ (قدس سرہٗ) جو وحدت سے ملقب ہے، کی صورت قائم کرے۔ ان اشعار کے مصداق)

جام توحید از کفِ ساقی وحدت نوش کن
سلک گوہر راپس از لعل ندابے پوش کن

(ساقی وحدت کے ہاتھ سے جامِ توحید نوش کر۔ موتیوں کی لڑی کو آواز کے گوہر سے ظاہر کر)۔

شـاخ مـرجـان راسـتـون شـفـق یـاقـوتـی نـمـا
جـام نـرگـس را بـبـرگ نـسـتـرن سـرپـوش کـن
(شاخ مرجاں کو یاقوتی نما ستون شفق دے۔ جام نرگس کو نسترن کے پتوں سے ڈھک دے)۔

پہلے شعر میں مرشدِ کامل کے حصول کے لئے اشارہ ہے۔ جبکہ دوسرے شعر میں طالب کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ رہبرِ کامل سے تلقین حاصل کر کے اپنے مقصد کے حصول میں سرگرم عمل ہو۔

الثانی: ان یکون المطالب ناظرافی قلبہٖ و متوجھا الیہ بلا تکراراسم الذات مجمع الحواس الظاھرۃ والباطنۃ حتی لایدخل فی القلب خاطر من غیر اللّٰہ. (دوسرا راستہ یہ ہے کہ طالب اپنے قلب میں تکرار کرکے اسمِ ذات کی طرف بغیر تکرار کے ظاہری و باطنی حواس کو مجتمع کرتے ہوئے متوجہ ہو۔ یہاں تک کہ اس کے قلب میں غیر اللہ کے داخل ہونے کا کوئی خطرہ نہ رہے)۔

الثالث: ھو النفی والاثبات علی الترتیب المعروفۃ عند النقشبندیہ . (تیسرا راستہ: ترتیب کے ساتھ نفی واثبات کا ہے جو نقشبندیہ طریقہ میں معروف ہے)۔

الرابع : ھی جمع الحواس الظاھرہ فی النظار ظھور المطلوب و ھذا القسم ایضاً علیٰ خمسۃ اقسام او صاعدا. (چوتھا راستہ یہ ہے کہ حواس ظاہرہ کو مطلوب کے ظہور کے نظارہ کے لئے مجتمع کرے۔ یہ قسم بھی پانچ (۵) یا اس سے زیادہ اقسام میں منقسم ہے)۔

الخامس : ھو اخذ صورۃ الشیخ فی القلب و تصورھا فی المتخیلۃ التی فی الراس علی کیفیتہ امر الشیخ. (پانچواں راستہ یہ ہے کہ مرشد کامل کی صورت کو قلب میں لے کر سر میں اس کا تصور موجزن کرے۔ شیخ کے امر کی کیفیت کے مطابق)۔

السّادس: ربما تتاثر احد بلا خمسۃ الرعایۃ حقوق الشیخ وآدابہ

كما كان ذالك في زمن النبي ﷺ متداولا. (چھٹا راستہ: حقوق شیخ اور اس کے آداب میں ہے۔ جس طرح نبی ﷺ کے عہد میں مروج تھا اور پھر ہم تک پہنچا)۔

ایضاً:

مثلاً اگر طالب پر قلب کی حرکت ظاہر نہ ہونے پائے تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہئے طریقت میں قلب کا متحرک ہونا شرط نہیں۔

ایضاً:

مرشد کامل کے حکم سے طلب میں کوشاں رہنا چاہئے اور کمتری، نیستی اور بے خودی کے لئے سعی کرتے رہنا چاہئے۔

ایضاً:

کئی طالب اس طرح راہِ حقیقت قطع کرتے ہیں کہ ذکرِ خداوند سبحانہ مجروح ہوجاتا ہے۔

ازجامع الکلمات: یؤیده' مانقل عن ابی العباد الدینوری انهٗ قال نهاية الذكر ان يغيب الذاكر في الذكر و يستغرق بمذكوره من رجوع الىٰ مقام الذكر. (تائید کی گئی ہے اس کی جو نقل ہوا، ابی العباد الدینوری سے۔ انہوں نے کہا کہ ذکر کی انتہا یہ ہے کہ ذکر کرنے والا ذکر میں گم ہوجائے اور مذکور میں رجوع سے مقام ذکر میں مستغرق ہوجائے)۔

ایضاً:

اِذافقد الذكر فقد وجد الحضور وهٰذه هي الملكة ولها الدعوميته. (جب کوئی ذکر میں گم ہوجائے تو وہ حضوری کو پالیتا ہے اور یہی ہے اس (ذکر) کی استعداد و قابلیت اور اس کا حاصلِ حصول)۔

ازجامع الکلمات: نعم قد نقل عن بعض الاكابر انه قال نهاية الذكر دوام الخبر و كذافي الفتح. (ہاں! بعض اکابر سے نقل کیا گیا کہ ذکر کی انتہا 'دوام الخبر' یعنی ہمیشہ خبر رکھنا ہے اور اسی طرح ''فتح الفضل'' میں بھی آیا ہے)۔

ایضاً:

چنانچہ ہر مقام پر ذکر کے لطائف کا اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح خوف اور ڈر ان کے نزول کے مقام میں اثر جداگانہ ہے۔

ازجامع الکلمات: (خوف اور ڈر کے) اس بیان میں منظوم کلام جیسا کہ میں نے اپنے شیخ قدس سرہٗ سے سنا اور اسی طرح "قوت القلوب" میں آیا ہے۔ وہ ابیات یہ ہیں۔

۱۔ منادی حبذا وی شب بگوشم
رسید از کوئے رندان بردہوشم

کل رات کیا خوب منادی کانوں میں۔ رندوں کی گلی سے پہنچی جس نے مجھے بے ہوش کر دیا۔

۲۔ کہ خوف از ماسوی اللہ عین شرک ست
کہ این شرکِ خفی اولی بترک است

ماسوی اللہ سے خوف عین شرک ہے۔ اس شرک خفی کو ترک کرنا ہی بہتر ہے۔

۳۔ نمی زیبد رجا وخوف جُز حق
کہ نفع و نقص جز اُونیست مطلق

حق کے سوا امید اور خوف کسی اور کے لئے زیبا نہیں۔ کیونکہ اس کے سوا نفع و نقصان کا اور کوئی مطلق (مختیار) نہیں۔

۴۔ اگرچہ بس رجا عالی مقام است
ولے تنبیہہ نفس ازخوفِ تام است

اگرچہ امید مقام بلندی کی حامل ہے۔ لیکن خوف تام (مکمل) میں ہی نفس کے لئے تنبیہ ہے۔

۵۔ ازین جا ذکر خوفم خوشتر آمد
کہ شیطان راہلاکت زوسر آمد

یہاں پہ خوف کا ذکر مجھے بھلا معلوم ہوا۔ کیونکہ اسی سے شیطان کی ہلاکت ہوتی ہے۔

۶۔ الاای پنبۂ غفلت کش ازگوش
نشانِ عارفان در خوف بینوش

کانوں میں سے غفلت کی روئی نکال کر خبر دار ہو۔ اور عارفوں کے خوف کی نشانیاں سُن۔

۷۔ اگر بر زہرہ آید خوف از دل
نشانش وجد با رقص است شامل
اگر دل سے خوف زہرہ (پتّا) پر آیا۔ تو اسکی نشانی وجد، رقص کے ساتھ شامل دکھائی دے گی۔

۸۔ وگر این خوف زین اندازہ غالب
شود در غشی آرد مرگ طالب
اور اگر یہ خوف اس اندازے سے زیادہ ہوا۔ تو غشی کے سبب طالب کی موت واقع ہوگی۔

۹۔ وگر از قلب آید خوف بر سر
رباید عقل را چون غنچۂ صرصر
اور اگر قلب سے آکر خوف سر پر چڑھ گیا۔ تو عقل کو غنچہ صرصر کی طرح تباہ کردیگا۔

۱۰۔ چُو مجنون بر مجنونی نگیرد
چُو مستان راہ مفتونی نگیرد
دیوانے کی دیوانگی پر نہیں جائیگا۔ مستوں کی طرح مستی میں نہیں آئے گا۔

۱۱۔ وگر در رئیسہ گرد دخوف واقع
شود ہر راشتہارا نیک دافع
اور اگر مادے میں خوف واقع ہو۔ تو ہر بھوک کے دفع کے لئے سامان ہونا چاہئے۔

۱۲۔ بجائے اکل گیرد جُوع خُوئی
بجائے شرب سازد عطش جُوئی
کھانے کی بجائے بھوک کا خوگر ہوتا ہے۔ پینے کی بجائے پیاس کا متلاشی ہے۔

۱۳۔ بجائے تندرستی مرض یابد
بجائے غرض نفی الغرض یابد
تندرستی کی بجائے مرض ہو جاتا ہے۔ غرض کے بجائے غرض کی نفی بن جاتا ہے۔

۱۴۔ وگر در کبد گردد خوف قائم
جگر خون میشود از حزن دائم
اور اگر جگر پر خوف آجائے۔ تو جگر دائمی حزن (دکھ) سے خون ہو جائے۔

۱۵۔ نشانِ این عمل فکرِ طویل است
ذہاب النوم از سہر طویل است
اس عمل کی نشانی لمبی فکر ہے۔ طویل بیداری سے نیند غائب ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ شہود الرب ہم مخصوص اولیست
قریر العین ہم مخصوص اولیست
رب کا مشاہدہ اوّل درجہ کی خصوصیت ہے۔ آنکھ کی ٹھنڈک بھی اوّل درجہ کی خصوصیت کی حامل ہے۔

۱۷۔ وگر بر کتف گردد خوف افزوں
نماید حال ہائے غیر موزوں
اور اگر کندھے پر خوف بڑھ جائے۔ تو وہ حالات کو غیر موزوں بنا دیتا ہے۔

۱۸۔ نشانش وحش و عزلت از خلائق
بوحش از خلق میسیا بد حقایق
اس کی نشانی مخلوق سے دوری اور وحشت ہے۔ خلق سے اس وحشت کے سبب حقائق پائیگا۔

۱۹۔ بدل نورِ حقایق در تلاصق
جسد را مرض رعشہ شد ملاصق
حقائق کا نور دل سے چمٹ جائے۔ تو جسم رعشہ میں مبتلا ہو جاتا
ہے۔

۲۰۔ وگر بس خون مخصوص است خاطر
مقام و حال پیش اوست باہر
اور اگر دل کی خاطر خون ہی مخصوص ہے اور بس۔ تو پھر مقام و حال
اس کے آگے ظاہر ہیں۔

۲۱۔ نشانش حیرت و ہیجان ہوش است
بحال موسوی دل درخروش است
اس کی نشانی ہوش کا ہیجان اور حیرت ہے۔ حال موسوی میں جیسے دل
غل غپاڑے میں ہے۔

۲۲۔ نہ این صعقہ چو غشیے ونزع رُوح است
درینجا ضعق باطن رافتوح است
یہ بے ہوشی نہ تو غشی اور نہ ہی روح کی نزع سے ہے۔ اس مقام پہ
باطن کی سختی کے لئے کشائش ہے۔

۲۳۔ بلے این خوف از ملکوت جبروت
بود گنجی پرازاسرار لاہوت
بیشک املکوت و جبروت سے یہ خوف۔ اسرار لاہوت سے بھرا
خزانہ ہے۔

۲۴۔ بسا ازتابعین راحال این است
بسا اصحاب را افضال این ست
بہت سے تابعین کو یہ حال نصیب ہے۔ بہت سے اصحاب کی یہ
فضیلت ہے۔

۲۵۔ ازان جملہ ربیع ابن خشیم است
اویس صاحب شانِ عظیم است

ان تمام صاحبان میں سے ربیع ابن خشیمؒ ہیں۔ اور اویسؒ صاحب شان عظیم ہیں۔

۲۶۔ ابوبکر و عمر ہم ابن مسعود
حذیفہ ہم سعیدوسعد محمود

ابوبکرؓ، عمرؓ اور ابن مسعودؓ ہیں۔ حذیفہؓ، سعیدؓ اور سعدؓ محمود ہیں

۲۷۔ وگر از قلب آید خوف برنفس
بنارِ عشق سوزد سربسر نفس

اور اگر نفس پر قلب سے خوف آئے۔ تو نفس عشق کی آگ سے سر بسر جل جائے۔

۲۸۔ ہمہ عاداتِ طبعی زور باید
بجایش شغل معنی برفزاید

تمام طبعی عادتیں زور آور ہو جائیں۔ بجائے اس کے وہ معنی (حقیقت) کی طرف بڑھیں۔

۲۹۔ ولایت رابایں مشروط میدان
حضور دل بایں مربوط میدان

ان شرائط سے ولایت کو جان۔ حضوری قلب ان سے مربوط جان۔

۳۰۔ ہر آنچہ از خوف کردستم بیانی
برمزِ ایجاذ دادستم عنانی

جو کچھ خوف کے متعلق بیان کیا ہے۔ اس کو اختصار کی رمز سے لگام دی ہے۔

۳۱۔ سعیدؔ اجمال بہتر از طوالت
طوالت سمع رابخشد ملالت

اے سعید طوالت سے اختصار بہتر ہے۔ کیونکہ طوالت، سماعت کو رنجیدہ کرتی ہے۔

ایضاً:
مرید کو چاہئے کہ پیر کی صورت کو عام لوگوں کی طرح نہ سمجھے۔ کیونکہ نورِ الٰہی کے بحر کو کوزہ میں پیر کی صورت کے اندر سمویا گیا ہے۔

از جامع الکلمات: مذکورہ بیان میں بھی ایک قصیدہ کہا گیا ہے۔ جو اس طرح ہے:

۱۔ دوش اندر مجلسِ عشاق مست
بود سخن مدح رندانِ الست
کل عشاقِ مست کی مجلس میں۔ رِندوں کی مدح پر گفتگو چل پڑی۔

۲۔ حبذا سخن از لبِ عاشق شنو
کان دہد دل مردۂ راجانِ نو
مرحبا عاشق کے لبوں سے وہ گفتگو سنو۔ جو مردہ دل کو نئی زندگی دے۔

۳۔ نکتہ ہائے عاشقاں فوق از بیاں
ہمچو موجِ بحر باشد بیکراں
عاشقوں کے نکات بیان سے باہر ہیں۔ سمندر کی موجوں کی مانند بے کراں ہیں۔

۴۔ لیک زان چیزے بیارم در قلم
خود قلم از مدح شان گردد علم
لیکن ان میں سے چند زیرِ قلم لاتا ہوں۔ کہ ان کی تعریف میں خود قلم، علم ہو گیا ہے۔

۵۔ بین کہ طنبور دل زاو تار عشق
نغمۂ زیبا کند زاسرار عشق
دیکھو کہ دل کے طنبور (ستار) سے ان کے عشق کے تار۔ اسرارِ عشق کا نغمہ سجا رہے ہیں۔

۶۔ نغمۂ داؤدی است این بیگمان
گشت زو رقصان زمین و آسمان
یہ بغیر کسی گمان کے داؤدی نغمہ ہے۔ جس سے زمین و آسمان رقص کرتے ہیں (جھوم جاتے ہیں)۔

۷۔ تارتارش نغمۂ وصف ولی
تارزنّار ہوس تابگسلی
ولی کی تعریف کے نغمے سے ایک ساز چھڑا۔ تو زنارِ ہوس کا تار ٹوٹا۔

۸۔ زان میان یکتار نغمہ راشنو
باز سوئے مجلس رندان بہ پو
ان کے درمیان نغمہ کے ایک تار کو سنو۔ پھر رِندوں کی مجلس میں جاؤ۔

۹۔ کاین وجودِ عارفِ کامل بہ بین
کہ زنور است ویا از آب وطین
کہ اس عارف کامل کا وجود دیکھو۔ کہ جو نور سے ہے یا مٹی پانی سے بنا ہے۔

۱۰۔ آب وطین نبود وجودِ عارفان
نور محض وفوق وصف و اصفان
پانی اور مٹی، عارفوں کا وجود نہیں۔ وہ تو محض نور ہے اور تعریف کرنیوالوں کے وصف سے بالا ہے۔

۱۱۔ گر نبودی نورو بودی آب وطین
تا کجا کردی ملائك سجدہ بین
اگر نور نہ ہوتا پانی اور مٹی ہوتے۔ تو ملائک کیوں اسے سجدہ کرتے، سوچو۔

۱۲۔ صورت موہوب دارد ذی الرّشاد
جُز ہمین اعضاء دیگر بہ نہاد

صاحبِ ارشاد (اللہ) کی عطا کی ہوئی صورت رکھتا ہے۔ ان اعضاظاہری کے سوا دوسرا (وجود) بھی رکھتا ہے۔

۱۳۔ سرز ہمت دارد و رو از جمال
تا جمال اللہ زو گیرد مثال

ہمت بھرا سر اور حسین جمیل چہرہ رکھتا ہے۔ تاکہ جمال اللہ اس کی مثال ہو۔

۱۴۔ ابروان از حفظ وعینین از حیا
جہت از عزّ الٰہی بے ریا

ان کے ابرو نگہبان اور انکی آنکھیں حیادار ہیں۔ عزّ الٰہی سے ان کا چہرہ بے ریا ہے۔

۱۵۔ فاہ از صدق وزبان از حکمت است
سینۂ از حلم باز وقدرت است

صدق سے ان کا منہ اور حکمت سے زبان معمور ہے۔ حِلم سے ان کا سینہ اور قدرت سے بازو بھرے ہیں۔

۱۶۔ مرفقینش از توکّل بر خدا
بحروش ز ایثار ہر کف اُوجدا

ان کی کہنیاں خدا پر توکل کی وجہ سے، سمندر کی مانند ہیں۔ ایثار سے ان کی ہر ہتھیلی جُدا ہے۔

۱۷۔ ہر دودستش شد مصور از کرم
وازانامل جود آمد لا جرم

ان کے دونوں ہاتھ کرم کی تصویر ہیں۔ اور ان کی انگلیوں سے جود وسخا بے شک ٹپک رہی ہے۔

۱۸۔ باز می بین ازیمین یمن الٰہ
ایسیرئیت شد یسارت راہ پناہ

پھر ان کے دائیں طرف اللہ کی برکت دیکھو۔ ان کا بایاں آسانی کی راہ کی پناہ ہے۔

۱۹۔ بطنش ازورع خدا بگزیدہ اند
ہم ز جہدش فخذہا گردیدہ اند

ان کے بطن (پیٹ) عطائے خداوندی کی پرہیز گاری سے بنے ہیں۔ ان کی جہد سے رانیں پرورش ہوئی ہیں۔

۲۰۔ زاستقامت ہردوساقش رابہ بین
وازر جاؤ خوف پایش راگزین

دیکھو کہ ان کی دونوں پنڈلیاں استقامت سے پُر ہیں۔ اور امید و خوف ان کے دونوں پاؤں میں سموئے ہوئے ہیں۔

۲۱۔ دل زفطنت وروح از علمِ خُدا
کالقمر من غیب افق فذبدا

دانائی سے ان کا دل اور خدائی علم سے ان کی رُوح۔ مثل چاند کے غیب سے اُبھری یا پھر اُتری۔

۲۲۔ ازامانت ایزدی دارد حیات
واز لباس زہد شُد عالی صفات

یہ امانت ایزدی سے ان کی زندگی ہے۔ اور زُہد کے لباس سے یہ عالی صفات ہیں۔

۲۳۔ شُد مدثرازدثارِ فہمِ حق
وازازار نصح رستہ از قلق

حق کے فہم کی چادر سے یہ کملی پوش ہوئے۔ اور نصیحت کے کپڑے سے قلق سے چھٹکارا پایا۔

۲۴۔ وہ قبائے ذکر زیبا در برش
تاج فاخراز تواضع برسرش
ان کی بغلوں میں قبائے ذکر زیب دیتی ہے۔ تواضع کے فخر کا تاج ان کے سر پر ہے۔

۲۵۔ از خشیتہ تخت زیبا ساختہ
وازفراست خوش علم افراختہ
عجز و نیاز سے حسین تخت انہوں نے بنایا۔ اور فراست سے خوبصورت علم بلند کیا۔

۲۶۔ خاتم از انسش مزین دست شد
حاکم کونین بالادست شد
انس کی انگوٹھی سے ان کا ہاتھ مزیّن ہے۔ جو اس کونین کی حاکم ہے اور ان کا اُونچا ہاتھ ہے۔

۲۷۔ بیت اُوشد از خضوع ایزدی
شمع متبیش گشت شرع احمدیؐ
ان کا گھر خضوع ایزدی سے معمور ہے۔ ان کے گھر کی شمع شرع احمدی ﷺ بن گئی ہے۔

۲۸۔ باچنین اوصاف کامل راشناس
شد خلیفہ خاص و خاص ربّ ناس
ان اوصاف سے کامل کو پہچانو۔ جو خاص خلیفہ اور ربّ ناس کا خاص ہے۔

۲۹۔ حُرمتِ این خاکیانِ نُورِ محض
حُرمتِ این چابکان رفع و خفض
ان خاکیوں کہ جو نور محض ہیں انکی حرمت سے۔ بلندی و پستی کے ان تازیانوں کی حُرمت سے۔

۳۰۔ حُرمتِ این پاکبازان ہُدا
حُرمتِ این یک وجودان خُدا
اِن ہدایت دینے والے پاکبازوں کی حُرمت سے۔ ان ایک خدائی قالبوں کے رکھنے والوں کی حُرمت سے۔

۳۱۔ حُرمتِ این صاحبان موہبت
حُرمتِ این جانہائے مکرمت
ان صاحبان بخشش کی حُرمت سے۔ ان مکرم ارواح کی حُرمت سے۔

۳۲۔ یاالٰہی وہب از موہوب شان
برمن آور ہم طلب مطلوب شان
یاالٰہی عطا کر ان عطا کئے گئے صاحبوں کے طفیل۔ ان کے مطلوب کو میری طلب میں مقبول فرما۔

۳۳۔ این مسمّا یم چنان کن برسدید
با محمد شد صفت اسمِ سعیدؔ
میرے اس نام کو یوں محکم وراست فرمادے۔ کہ ''محمدؐ'' کے ساتھ اسم سعیدؔ صفت بن جائے۔

ایضاً:

مشائخین نے حقیقتِ محمدی ﷺ کو جو تعین اوّل کہا ہے۔ وہ قول بلاشبہ صحیح ہے کیونکہ اوّل ماخلق اللہ نوری (اللہ نے جو چیز سب سے پہلے خلق فرمائی وہ میرا نور ہے) صریح حدیث ہے۔ لیکن جس کو حقیقتِ محمدی ﷺ قرار دیا گیا ہے، وہ حقیقت ہنوز اس سے فوق الفوق یعنی بالاتر ہے۔ اسی طرح حدیث شریف ''انا احمد بلا میم'' کے معنی، جس کی صحت کے متعلق صوفیان صافیان کے نزدیک کہ اس کی مثالیں بعض احادیث صوفیا کی سندوں سے ثابت ہیں، یہ نہیں کہ ''احمد ﷺ کو خدا کہنا چاہئے'' بلکہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک اپنی شان میں یکتا ہیں۔ اور اُس کے نزدیک اپنے مرتبہ میں بے مثل ہیں۔ کہ اس یکتائی و بے مثالی میں ان کا نہ کوئی ہمسر و ثانی ہے اور نہ ہوگا۔

ایضاً:

چنانچہ اسمِ محمدی ﷺ اور احمد ﷺ کی حقیقت جداگانہ ہے۔ جس کا ذکر اولیاء کرام مجددیہ نے کیا ہے۔ اس طرح آپ ﷺ کے ہر اسم کی حقیقت جداگانہ ہے۔ لیکن اکابر نے نظر حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی جامعیت پر رکھی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہر ایک اسم کی جامع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر اک کا علیحدہ علیحدہ خلاصہ بیان نہیں کیا۔ کبھی کبھی حقائق وانوار کے معاملہ میں تمام اسماء مصطفوی ﷺ ظاہر وروشن ہیں۔

ایضاً:

اکابر کی اصطلاح کے بموجب یہ بتایا گیا ہے کہ (آپ ﷺ کی) شان صفت سے بہت ہی اعلیٰ ہے۔ چنانچہ محمدی ﷺ مشرب کی سیر الی اللہ کا منتہا اسم تک ہے۔ کیونکہ اس میں فنا ہونے کے بعد اسم کی شان میں فنا ہو کر فنا فی اللہ سے مشرف ہونا ہے۔ اور غیر محمدی ﷺ مشرب کی سیر الی اللہ کی نہایت کی صفت تک، کہ جو اس کا رب ہے، پہنچتی ہے۔

ایضاً:

محمدی ﷺ مشرب رکھنے والے کو اس کی فنا میں عین واثر کا زوال حاصل ہوتا ہے اور غیر محمدی ﷺ مشرب رکھنے والے کے لئے ان کا اثر باقی رہتا ہے۔

از جامع الکلمات: والبقا علی قیاس الفنا ان کان الفنا اتم فیکون البقا اکمل۔ (اور بقا، فنا کی قیاس پر ہے۔ اگر فنا اتم ہے تو بقا بھی اکمل ہو گی)۔

ایضاً:

مبتدی 'یادرکھنے والے' اور 'یاد کرنے والے' کو اگرچہ طریقت میں اوراد ووظائف سے منع کیا گیا ہے۔ تاہم مبتدی اگر قلب سے مشغول نہیں ہوتا تو اس کی ممانعت نہیں بلکہ اس کے لئے بہتر ہے کہ اوراد و وظائف کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ 'یادرکھنا' اور 'یاد کرنا' قلبی عبادت ہے کہ اس کے برابر اور کوئی عبادت نہیں۔ لیکن یہ عبادت اوراد کی نیت سے کی گئی ہو اور اس سے پیچھے نہ ہٹے۔

ایک شخص کو دیکھا کہ دلائل الخیرات، صدق، محبت اور باطنی خلوص نیت سے وظیفہ کے طور پر پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں اشارۂ بشارت ہوا کہ وہ فلاں شخص کامل کے

پاس جا کر اس کا مرید ہو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور "یاد کرنا" اور "یاد رکھنا" کے عمل سے سرخرو ہوا۔

از جامع الکلمات : اس طریقہ عالیہ کے مرید کو چاہئے کہ شب و روز میں ایک ہزار بار تہلیل اور ایک سو بار درود لازمی طور پڑھے۔ اور کبھی ناغہ نہ کرے مزید اس میں جو کچھ اضافہ کرے تو بہتر ہے اور اس کو اجازت ہے اور اس کے لئے اُولیٰ ہے۔

ایضاً:

"اسمِ باطن" حضرت الوجود والوجوب ہے۔ اور "اسمِ ظاہر" اس کے جمال کی تفصیل ہے۔

از جامع الکلمات : اوّل "علیا" ہے اور ثانی "کبریٰ" ہے۔ اوّل اسم علیم کی طرح ہے۔ اور ثانی، اس کی صفت ہے۔ وہ علم جو اس کی سیر میں حاصل ہو۔

ایضاً:

"حقیقتِ محمدی ﷺ" شیخ اکبر قدس سرہٗ کے نزدیک "التعین الاوّل" ہے اور مجدّد قدس سرہٗ الامجد کے نزدیک "پانچواں ظِل" ہے۔

از جامع الکلمات : شیخ اکبر (قدس سرہٗ) کے نزیک "التعین الاوّل جملہ علم" ہے اور اس کے اوپر "حیات کا مرتبہ" ہے۔ اس کے اوپر "الوجود التفصیلی" ہے اور اس کے اوپر "الوجود الاجمالی" ہے۔ اس کے اوپر "خلت" ہے اور اس کے اوپر "حب" ہے۔ یہ "حب" تعین ہے جو اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ "کنت کنزاً مخفیاً فاحببت" (میں چھپا خزانہ تھا پس چاہا گیا)۔

ایضاً:

وہ جو اکابر نے کہا ہے کہ نبوت قید ہے یا حجاب بے عیب ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خالص ذات بے چون وبیچگون ہنوز برتر و بالا ہے۔ اس مقام پر عروج کی حاجت نہیں۔ بلکہ کعبہ کی جگہ کہ جس کی حقیقت اسی ذات بے چون کو مسجودِ الیہ ہے۔ کھڑے ہونے کا مقام نہیں۔ چناچہ ذاتِ سبحانہٗ تعالیٰ فوق الفوق اور وراء الورا ہے۔

ایضاً:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ [پ ۱۴۔ سورہ الحجر ۱۵۔ آیت

۹۹] (اور اپنے رب کی اس وقت تک عبادت کرتا رہ جب تک کہ تجھے یقین (کامل) حاصل نہ ہو جائے)۔

"یقین" کو ہمارے علماء نے موت کے معنی میں بیان کیا ہے۔ لیکن احادیث کے بموجب اولیاء وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عبادات ان کے مرنے کے بعد قبروں میں بھی ثابت ہیں۔ چنانچہ صریح حدیث کی رُو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز قبر میں ثابت ہے۔ پس صوفیانہ تاویلات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عبادت سے معرفت مراد ہے۔ چنانچہ

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ [پ ۲۷۔ سورہ الذاریٰت ۵۱۔ آیت ۵۶] (میں نے جن اور آدمی اپنے ہی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں)۔

"لیعبدون" کے معنی کئی اکابر نے "لیعرفون" لکھے ہیں۔ اور "یقین" سے "حق الیقین" کا رمز لیا گیا ہے۔ کیونکہ معرفت کے لئے "حق الیقین" انتہا ہے۔

ازجامع الکلمات: لایخفی ان حق الیقین لکل واحد لایکون الاعلیٰ قدر معرفته فتامل. (پوشیدہ نہ رہے کہ حق الیقین ہر ایک کو اتنا ہی حاصل ہوگا جتنی کہ اسے معرفت حاصل ہوگی۔ یہ سمجھنا چاہیئے)۔

ایضاً:

مرید وہ ہے جو اپنے مرشد کے آگے اس کے در پر کتّے کی خصلت کی مانند اپنی روش ظاہر کرے۔ بھوک میں راضی رہے۔ رات کو نہ سوئے اور مرشد کے جور و جفا پر بھی اس کا در نہ چھوڑے۔

ازجامع الکلمات: حضرت حسن بصریؒ کے قول کے مطابق کتے کے دس (۱۰) اوصاف مشہور ہیں۔ الخ۔

ایضاً:

وہ جو مشائخ نے کہا ہے کہ مقامِ محمود نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سات (۷) لوا ہیں۔ اور ان جھنڈوں پر ۱۶۶۴ (سولہ سو چونسٹھ) اسماء الٰہی درج ہیں۔ اور ان تمام جھنڈوں کو ملا کر "لواءُ الحمد" کہا گیا ہے۔ اکابر سلسلہء نقشبندیہ کی نظر میں وہ ایک لوا ہے اور بس۔ اور حقیقتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم خاص الخاص ہے۔ کہ جس کا نہایت ہی خاص قرب کی لیاقت سے ذات بے چون بے چگون کی حمد کے ساتھ

معرّا ومبرّا ہونا ثابت ہے۔ اور حقیقتِ محمدی ﷺ کے تمام مشائخ نے کہ جو اس مرتبہ خاص الخاص سے سات (۷) درجہ نیچے ہیں، یہ بات اس طرح کہی ہے کہ ان پر کشف کی نظر میں فوقی درجات اور بالائی مراتب حقیقت کا عکس بن کر منظور ہوتے ہیں اور چند اسماء الٰہی، کہ جو توفیقی ہیں، اسی اعتبار سے ہیں۔

لکل لوا وظهور تسعة تسعون اسماء الا الواحد الّذی هو التحتانی والمعروف بالعلم الجملی عندهم فيه تفصيل الاسماء والشيون والاعيان والرقائق لذافيل فيه سبعمائة وسبعون اسماء وبقطع النظر عن رقايق الاسماء و تفصيلها فی هٰذاايضا تسعة و تسعون اسماالان الاسماء توفيقيه فلايقال بمازاو مماورد. (ہر لوا اور اس کے ظہور کے لئے ننانوے (۹۹) اسماء ہیں مگر ایک کے وہ جو تحتانی نے بتایا اور مشہور ہے علم جملی سے ان کے نزدیک۔ اس میں تفصیل ہے، اسماء کی، شیون کی، صفتوں کی اور (ذات کی) باریکیوں کی۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس میں سات سو ستر (۷۰۷) اسماء ہیں اور قطع نظر اسماء کی باریکیوں اور ان کی تفصیل کے، اس میں بھی ننانوے (۹۹) اسماء ہیں جو اسماء توفیقیہ ہیں۔ پس نہیں کہا گیا کہ وہ اس سے زیادہ ہیں۔ جو بیان ہوئے)۔

ایضاً:

وصالِ عریانی، جسے عروج اور فنا میں دسترس حاصل ہے، اور ہے۔ اور وہ وصال عریانی کہ جو موت کے بعد آشکار ہوتا ہے، اور ہے۔ بقدر فضیلت ۹۹ گنا، معرفت کے وصال کو موت کے وصال پر فوقیت ہے۔

ازجامع الکلمات: اس حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ”اللہ کی رحمت کے ایک سو (۱۰۰) حصوں میں سے ایک حصہ دنیا میں آیا ہے اور ننانوے (۹۹) حصے آخرت کے لئے ذخیرہ ہیں۔“

ایضاً:

وصالِ عریانی جو عروج میں حاصل ہوتا ہے، وہ خیال کے زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور وصالِ عریانی اخروی بدن سے روح کے نکل جانے کے بعد ملتا ہے۔

ایضاً:

خیال کا دائرہ ہر چند کشادہ ہے، کہ ہر جگہ سرایت کر جاتا ہے۔ لیکن وصالات عریانی میں اس کی گنجائش نہیں۔

از جامع الکلمات: لانہ لامدخل لہ فی الذات فذات اللہ ھی المعرا والمبراعن الخیال و المثال. (تحقیق۔ اسے ذات میں دخل نہیں۔ کیونکہ اللہ کی ذات خیال و مثال سے معرّا و مبرا ہے)۔

ایضاً:

"موجودات اُخروی" کہ جو اس عالم میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ وہ عالم مثال کی تاثیر سے ہیں اور ان کے "نفس الامری" کی حقیقت اس جگہ نہیں آتی۔

ایضاً:

علماء آیت مبارکہ وَاِنْ تُبْدُوا مَافِیْٓ اَنْفُسِکُمْ [پ ۳۔ سورہ البقرہ ۲۔ آیت ۲۸۴] (اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے جی میں ہے)۔ کو منسوخ کہتے ہیں اور پوشیدہ خطرات کو حساب میں نہیں لاتے۔ لیکن اولیائے خواص کے لئے اگر یہ آیت منسوخ نہ ہوتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اس لئے کہ اولیائے خواص کے دلوں میں یہ خطرات بد نہیں گزرتے۔

از جامع الکلمات: یہ خصوصیت حضرت ایشان قدس سرہٗ کی ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ "جب سے حضرت خواجہ ثانی قدس سرہٗ نے مجھے بلند آواز سے فرمایا کہ تجھے اس جہان سے نکال باہر کیا ہے۔ اب تک تم ان خطرات کو دل میں جگہ دیتے ہو۔ آج تک میں نے شرعاً ممنوعہ خطرات کو کبھی بھی اپنے دل میں جگہ نہیں دی۔"

ایضاً:

اولیاء کرام، جو فنائے اتم اور بقائے اکمل سے مشرف ہوئے ہیں، وہ حق تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے گئے اور ذاتی رنگوں سے حاصل وجود میں یہ قدرت رکھتے ہیں کہ موت کے بعد اپنے متوسلین کے لئے (پرتو) "مجیب الدعوات" بن جائیں اور باری تعالیٰ سبحانہٗ بارگاہ سے ان کے تمام مدعا و مقاصد بر لائیں۔

از جامع الکلمات: شیخ علی القاریؒ فرماتے ہیں "من یستمد به فی

الحیات یستمد به بعد الممات ''(جس سے زندگی میں مدد لی جائے اس سے موت کے بعد مدد لی جاسکتی ہے)۔

حضرت ایشان قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے میں نے یہ نقل بار ہا سُنی جو آپ اہلِ قبور سے امداد لینے کے متعلق فرماتے تھے کہ:۔

''ایک بار کسی نے بخارا شریف میں حاکمِ وقت کے حکم سے ایک شخص کو بلند مینار سے نیچے پھینکا۔ وہ شخص مرا نہیں (بلکہ صحیح وسالم زمین پر آ کر کھڑا ہو گیا) اور کہنے لگا کہ میں نے (اس وقت) توجہ حضرت خواجہ شاہ نقشبند (قدس سرہٗ) کے مزار شریف کی طرف کی۔ مزار شریف میں سے ایک ہاتھ نکلا اور مجھے اٹھا کر اس مقام پر لا کھڑا کر دیا۔''

تنبیھہ: آ گاہی ہو کہ حضرت ایشان قدس سرہٗ کے مقولات اور عجیب وغریب نکات اتنے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو دفاتر درکار ہوں ۔ کیونکہ آپ کی تمام عمر شریف، تدریس، وعظ، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف میں گذری۔ لیکن اس جامع الکلمات نے عمر گرامی کے سالوں کی مناسبت سے چند مقولات مختصراً تحریر کئے۔

لانہ لم تیا ثر بقول لم تیاثر بدفتر (کہ جو ایک قول سے متاثر نہیں ہوتا وہ پورے دفتر سے کیا متاثر ہو گا)۔

الحمد اللہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھد انا اللہ لقدجاء ت رسل ربنا باالحق اللّٰھم انعم و اکرم بما فی ھٰذہ الرسالۃ الموجزہ علی وعلی اولادالصوریۃ و المعنویہ بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیھم اجمعین الٰی یوم الدین . آمین. (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے ہمیں ہدایت دی اس کے لئے۔ اگر اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور یقیناً ہمارے رب کے رسول علیہم السلام حق کے ساتھ آئے۔ اے ہمارے اللہ! انعام واکرام فرما۔ اس مختصر رسالے میں جو مرقوم ہے اس واسطے سے مجھ پر اور میری جسمانی و روحانی اولاد پہ۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل صلوٰۃ و سلام ہوں ان پر اور سب رسولوں پر قیامت کے دن تک۔ آمین)

(تمت)

۷۶۸

کل

حضرت امام الاولیاء

خواجہ پیر محمد سعید صدیقی نقشبندی مہاجر مکّی قدس سرہٗ

﴿پانچویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف﴾

کی حیات مبارکہ کا مختصر احوال

مؤلف و مترجم: غلامِ غلامانِ ''مکان شریف'' لواری
محمد آدم اسحاقانی

نظر ثانی: شیخِ طریقت، عالی مرتبت فیض درجت
حضرت پیر فیض محمد نقشبندی مجددی قدس سرہٗ
آٹھویں سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشارت اور ولادت

حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد سعید مہاجر مکّی قدس سرہٗ کی دنیا میں تشریف آوری سے قبل کئی بشارتیں صاحبانِ کشف اور اصحابِ معرفت نے دی تھیں۔ جن میں سے ہم یہاں پر صرف اُس بشارت کا تذکرہ کرتے ہیں جو میر حاجی سہراب باگرانی سے مروی ہے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے والد معظم حضرت خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی شادی کو کچھ عرصہ گزر چکا تھا۔ لیکن آپ کے ہاں اولاد نہ تھی۔ اُن دنوں سیّد نور علی شاہ لکھویؒ لواری شریف زیارت کے لئے آئے تھے۔ انہیں شام کو بی بی صاحبہ نے اپنی خادمہ کے ذریعے حویلی سے مرغ پلاؤ کی قاب (ڈش) بھیجی اور کہلوایا کہ آج روضۂ اقدس حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کی سمت مراقب ہوکر پیر صاحب کی اولاد کے لئے دعا کریں اور صبح جواب سے مطلع کریں۔ شاہ صاحبؒ نے خادمہ سے کہا کہ قبل ازیں میری سیر نزول کی طرف ہوتی تھی۔ تب مجھے واقعات کا علم ہوتا تھا لیکن چونکہ اب میری سیر عروج کی جانب ہے، اس لئے میں ان پر مطلع نہیں ہوتا۔ تاہم بی بی صاحبہ کے حکم کی تعمیل میں آج رات میں اپنی سیر تبدیل کر کے نزول کی طرف کروں گا۔ پھر صبح احوال سے آگاہ کروں گا۔ اس گفتگو کے وقت حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے ایک خادم حاجی خیر محمد ٹالپور بھی شاہ صاحبؒ کے پاس بیٹھے تھے۔ جنھوں نے یہ ساری گفتگو سنی اور ارادہ کیا کہ صبح پھر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں آکر آپ کا جواب معلوم کروں گا۔ چنانچہ صبح سویرے ہی وہ شاہ صاحب کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اتنے میں خادمہ بھی حاضر ہوئی۔ شاہ صاحبؒ نے اس سے مخاطب ہوکر کہا کہ تم کو خوش کرنے کے لئے اگر کہو تو جھوٹ موٹ کہہ دوں یا سچ سچ بات بتاؤں! خادمہ نے کہا سچ سچ بتائیں۔ اس پر شاہ صاحبؒ یوں گویا ہوئے کہ ان بی بی صاحبہ سے اولاد متوقع نہیں! خادمہ یہ جواب سن کر چلی گئی اور حاجی خیر محمد ٹالپور، حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے حضور میں حاضر ہوا تاکہ آپ

کو اس بات سے آگاہ کرے۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں خلیفہ نظر علیؒ بیٹھے تھے اور مجلس جاری تھی حاجی خیر محمد ٹالپور نے سوچا کہ یہ مجلس ختم ہو تو میں شاہ صاحبؒ کی گفتگو سے حضرت کو مطلع کروں۔ اسی اثنا میں دروازے پر دستک ہوئی۔ حضرت کے خادم حاجی حسنؒ دروازے پر گئے اور واپس آ کر آپ کو اطلاع دی کہ قبلہ! سیّد نور علی شاہ لکھوی ملاقات کی خاطر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "آنے دو"۔ شاہ صاحبؒ اندر آ کر بیٹھ گئے اور بی بی صاحبہ کی خادمہ کے آنے اور گزشتہ رات اپنے مراقبہ کا پورا احوال بیان کیا۔ جسے سن کر حاضرین پر کچھ وقت کے لئے خاموشی طاری ہوگئی۔ پھر خلیفہ نظر علیؒ نے سکوت توڑا اور شاہ صاحبؒ سے پوچھا کہ اس سے آگے آپ نے کیا دیکھا؟ شاہ صاحبؒ نے جواباً کہا کہ میں نے موجودہ بی بی صاحبہ کی عمر پوری ہوتے دیکھی ہے۔ ان کی رحلت کے بعد حضرت کی جہاں دوسری شادی ہوگی اس سے بھی میں باخبر ہوا ہوں اور اس سے جو اولاد ہوگی وہ بھی مجھے معلوم ہوا ہے۔ اہل النساء کی بات تو میں نہیں کرتا۔ البتہ اہل الرّجال سے مجھے دو (۲) بیٹے نظر آئے۔ جن میں سے بڑا فرزند ظاہر و باطن کا جیّد عالم اور عظیم مشائخین میں سے ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد بی بی صاحبہ نے وصال فرمایا۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے دوسری شادی کی جس سے پہلا فرزند تولد ہوا۔ آپ نے ان کا اسم شریف خواجہ محمد سعید رکھا جو امام الاولیاء کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت مورخہ ۴ محرم الحرام ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۷ء کولواری شریف میں ہوئی۔ بعض روایات میں رمضان شریف میں ولادت کا ذکر آیا ہے جو صحیح نہیں۔

تعلیم و تربیت

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ پیدائشی ولی تھے۔ آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین، خوش خلق اور بے حد حلیم الطبع تھے۔ جب آپ کی عمر ۴/۵ برس کی ہوئی تو آپ کے والد گرامی نے ایک جیّد عالم، مسمی سید علی شاہ بخاری کو آپ کا اتالیق مقرر کیا۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ آپ کو تعلیم کے لئے سخت تاکید فرماتے تھے۔ اس پر ایک رات عالمِ رویا میں حضرت رسالتمآب ﷺ نے حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کو ارشاد فرمایا کہ "صاحبزادے کی

تعلیم کے لئے فکرمند نہ ہوں۔ اس کی تعلیم کا بار ہم پر ہے''۔ اس بشارت کے بعد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ آپ کی تحصیلِ علم کے بارے میں بالکل بے فکر اور مطمئن ہو گئے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی ذہانت اور فہم و فراست کو دیکھ کر لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے۔ اس زمانے میں سرہندی علماء و مشائخ کی لواری شریف میں کثرت سے آمد ہوتی تھی۔ یہ بزرگان آپ کی اس صغرسنی میں ایسی علمیت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ آپ کے والد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ روزانہ بعد عصر، مجلس منعقد کیا کرتے تھے۔ جس میں قرآن مجید کی آیات، احادیث شریف، تصوف کے رموز و نکات پر گفتگو ہوتی اور بالخصوص شیخ محیؔ الدین ابنِ عربیؒ کی تصانیف پڑھی جاتی تھیں۔ اس کام کے لئے ٹمیاری کے ایک عالم قاضی عزیز اللہ مقرر تھے۔ (یہ قاضی صاحب وہی ہیں جنہوں نے قرآن پاک کا پہلا مکمل نثری ترجمہ سندھی زبان میں کیا)۔ قاضی صاحب لواری شریف میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار وہ بیمار پڑ گئے اور فقراء سے کہا کہ مجھے حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے روبرو لے چلو۔ چنانچہ انہیں خدمت شریف میں لایا گیا۔ قاضی صاحب نے حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ قبلہ عالم! گزشتہ رات میں نے ایک سفید پوش، نورانی صورت بزرگ کو خواب میں دیکھا۔ جو مجھے کہنے لگے کہ '' قاضی تم میری کتابیں صدق دل سے پڑھتے ہو لیکن فلاں فلاں نکتے تمھاری سمجھ میں نہیں آتے ان کی حقیقت اس طرح ہے''۔ یہ کہہ کر اس پیکرِ نورانی نے مجھ سے پوچھا۔ ''جانتے ہو میں کون ہوں؟'' میں نے جواب دیا کہ میں اکثر مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی مجلس میں شیخ ابن عربیؒ کی کتابیں پڑھتا ہوں۔ لہٰذا میرا خیال ہے کہ آپ شیخ ابن عربی ہیں۔ میرا جواب سن کر شیخ ابن عربیؒ نے فرمایا کہ '' میں تمھیں مذکورہ حقیقتیں سمجھانے آیا تھا''۔ اس کے فوراً بعد السلام علیکم کہتے ہوئے شیخ رخصت ہو گئے۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے قاضی کے خواب کی روداد سن کر فرمایا کہ۔ '' قاضی ایسا لگتا ہے کہ اب تمہاری عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے''۔ اس کے چند دن بعد ہی قاضی موصوف کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ اس کام کے لئے حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے، ٹمیاری کے ایک اور عالم، جس کا نام قاضی اشرف تھا، سالانہ اجرت پر مامور کیا۔ جو حسب معمول آپ کی مجلس میں شیخ ابن عربیؒ کی کتابیں پڑھا کرتا تھا۔ شیخ ابنِ عربیؒ کے بیان کردہ کچھ اسرار و رموز اس کی سمجھ میں نہیں آتے

تھے۔چنانچہ مجلس برخاست ہونے کے بعد وہ باہر نکل کر لوگوں سے کہتا کہ میری سمجھ میں تو خاک نہیں آتا۔ کتے کی طرح بھوں بھوں کرنی ہے۔اس کے بعد ایک شب حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے عالمِ خواب میں شیخ ابنِ عربیؒ کو دیکھا۔آپ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔"میری کتابیں اس قاضی سے کیوں پڑھواتے ہو؟" آپ نے جواب دیا کہ "مجھے آپ کی کتابیں پڑھنے کا بہت شوق ہے۔پھر کس سے پڑھواؤں؟" شیخ صاحب نے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ "یہ جو بیٹھے ہیں!" اس پر حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے جواب دیا کہ "یہ تو ابھی زیرِ تعلیم ہیں اور فارغ التحصیل نہیں ہوئے"۔اس پر شیخ ابنِ عربیؒ نے حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے مخاطب ہو کر کہا۔"حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ظاہر و باطن کے علوم عطا کئے ہیں۔آپ میری کتاب ان ہی سے پڑھوائیں"۔

صبح کو حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو بلا کر اپنے خواب کا ذکر کیا اور تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ "قاضی اشرف کو کس طرح رخصت کیا جائے؟" دریں اثنا کسی نے دروازے پر دستک دی۔خادم نے جا کر دیکھا تو قاضی کھڑا تھا۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے اسے اندر بلایا۔آتے ہی قاضی نے خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ قبلہ عالم! آپ نے مجھے سال بھر کا معاوضہ پہلے سے ہی دے دیا ہے۔لیکن میں عیال دار آدمی ہوں۔نیز مجھے یہاں چین نہیں آتا۔اس لئے اب میرا یہاں رہنا محال ہے۔آپ نے جواباً فرمایا کہ "قاضی! ہم تجھے بخوشی جانے کی اجازت دیتے ہیں اور ہماری جو رقم تم پر واجب الادا ہے وہ بھی معاف کرتے ہیں"۔اس کے چلے جانے کے بعد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی مجلس میں روزانہ بعدِ عصر حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کتابیں پڑھتے تھے جن میں خصوصاً شیخ محی الدین ابنِ عربی کی کتابیں ہوتی تھیں اور ایسی جامع اور بسیط تقریر فرماتے کہ بڑے بڑے متبحر علمائے دین، محدثین، فقہا و دیگر معززین ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ امام الاولیاء (قدس سرہٗ) علم کے ایک ایسے بحرِ زخار ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں!۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ بچپن ہی میں تمام منقولات اور معقولات کے علوم کی تحصیل کر کے ایک بےمثل عالمِ دین بن گئے۔نیز اپنے والد مکرم حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ

کے زیرِ سایہ تربیت میں رہ کر علم باطن میں بھی یگانۂ روزگار ہو گئے۔ چنانچہ آپ کے والد گرامی نے تیسرے حج کی روانگی کے وقت، جبکہ آپ کی عمر شریف تقریباً ۱۳ برس تھی، آپ کو اپنا قائمقام بنا کر تمام امور تفویض کئے۔ جنہیں آپ اپنے والد کی عدم موجودگی میں نہایت حکمت و دانائی سے سرانجام دیتے رہے۔ جیسا کہ کتاب "صقال الضمائر" میں مذکور ہے۔

حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے باوجود صغرسنی کے، حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ وہ نئے طالبانِ حق کو تلقین دے کر طریقۂ عالیہ میں داخل کر سکتے ہیں۔ نیز حضرت مہاجر مدنی قدس سرہ، حرمین شریفین سے عنایت نامے بھی آپ کو لکھتے تھے جن میں سے ایک مکتوب کا ذکر "صقال الضمائر" میں بھی آ چکا ہے۔

میر حاجی سہراب باگرائی کا بیان ہے کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ نے بذاتِ خود مجھ سے ذکر کیا کہ ایک بار انہیں (حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے) اپنے والد گرامی (حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ) کے حضور اپنی طلبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا تھا کہ "ایک دن حضرت مہاجر مدنی (قدس سرہٗ) نے مجھے اپنے خادم کے ذریعے بلوایا۔ جب میں حویلی میں اوپر گیا تو آپ ایک پیڑی (منجی) پر تشریف فرما تھے اور وضو کے لئے آستینیں اوپر چڑھائی ہوئی تھیں۔ اپنے خادم کو کسی کام سے باہر بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ "مجھے وضو کراؤ"۔ میں وضو کروانے بیٹھا۔ آپ ہاتھ مبارک دھو کر جنوب کی سمت رخِ انور کئے بیٹھے تھے۔ چنانچہ جنوب کی طرف مکان شریف کی جانب بازو دراز کر کے فرمانے لگے۔

"اٿيا! اٿيا! اٿيا! هليا اچن ـ هليا اچن ـ هليا اچن ـ

(اٹھے، اٹھے، اٹھے۔ آرہے ہیں، آرہے ہیں، آرہے ہیں)"

اس طرح فرماتے ہوئے بازو اور جسم مبارک دونوں گھما کر رخِ انور لکھی دروازے کے سامنے شمال کی طرف کر لیا اور فرمانے لگے کہ:

"اچي لکي دروازو به لنگهيا ـ

(آ کر لکھی دروازے سے بھی گزرے)"۔

اس وقت آپ کے چہرے مبارک پر، جو نور سے درخشندہ تھا، ایک عجیب کیفیت دکھائی

دے رہی تھی۔ پھر دوبارہ آرام واطمینان سے تشریف فرما ہوئے۔ میں نے وضو کروایا۔ وضو کے بعد آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف ہوگئے۔ میں بھی اپنی قیام گاہ پر واپس آگیا“۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ مزید فرماتے ہیں کہ۔”مجھے جو حضرت مہاجر مدنی (قدس سرہٗ) نے طلب فرمایا تھا اس کیلئے آپ نے مجھے کسی بھی کام کاج کا حکم نہیں دیا۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے مذکورہ حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے لئے بلایا تھا“۔

میر حاجی سہراب باگرانیؒ سے روایت ہے کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے آخری دور میں کسی عارضہ کی وجہ سے بیمار پڑ گئے۔ ظاہر میں یونانی علاج ہوتا رہا لیکن افاقہ نظر نہیں آیا۔ ایک دن حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے ظاہر میں اپنے چھوٹے بھائی میون غلام اللہ سے، جو حکمت جانتے تھے، فرمایا کہ ”تم جاکر صاحبزادے کی طبیعت دیکھ آؤ“۔ میون غلام اللہ طبیعت دیکھ کر واپس آئے اور عرض کیا کہ قبلہ! مجھے ان کا آخری وقت نظر آتا ہے۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ یہ سن کر جوش میں آگئے اور اپنے خادم حاجی حسن سے کہا کہ ”تم جاکر فرزند کی طبیعت معلوم کرو“۔ اس نے جاکر طبیعت دیکھی اور واپس آکر عرض گزار ہوا کہ قبلہ عالم! سائیں وڈل سردار (حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ) تو خوش نظر آتے ہیں۔ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ جو میون غلام اللہ کی غلط بیانی پر پہلے سے ہی جوش میں تھے، فوراً میون مذکور کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ”مجھے قوی امید ہے کہ سب خیریت ہوگی۔ لیکن اگر قدرت کی طرف سے کوئی ناخشگوار واقعہ رونما ہوا تب بھی میں تمہارے ناٹھی (داماد) کو مسند پر نہیں بٹھاؤں گا“۔ (میون غلام اللہ کا داماد میون عبدالقادر تھا، جس کے لئے آپ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے) اور کہا کہ ”بالآخر میں کسی فقیر (مرید) کو ہی مسند پر بٹھا کر رخصت ہوجاؤں گا“۔

اس واقعہ کے بعد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے مزاج مبارک پر گرانی رہی۔ یہاں تک کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی طبیعت ٹھیک ہوتی گئی اور بالآخر آپ کلی طور صحتیاب ہوگئے۔

ان حالات کے پیش نظر حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ، جو پہلے ہی سے ان چھوٹے میون کا سلوک دیکھ رہے تھے، ظاہر میں اپنے چھوٹے فرزند میون محمد اشرف کو فرمایا تھا

کہ "میرے بعد بغیر کسی حیل وحجت کے فوراً کوٹ (قلعہ) پاک سے نکل کر دور کہیں سکونت اختیار کرنا۔ مبادا تم سے صاحب الوقت سجادہ نشین کی بے ادبی نہ ہو جائے"۔

دستار بندی

جیسا کہ "صقال الضمائر" میں مرقوم ہے۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ اپنے والد شریف کے چھٹے حج پر جو ۱۲۹۷ھ میں ادا ہوا، ان کے ہمراہ تھے۔ مورخہ ۷ صفر المظفر ۱۲۹۸ھ کو حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں تا ابد آرام فرما ہوئے۔

پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد مدینہ منورہ کے بلند پایہ بزرگ، جیّد علماء، عمائدین اور اکابر نے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی دستار بندی کی۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ، مع اہل وعیال، مریدین اور معتقدین کے حرمین شریفین سے واپس لواری شریف لوٹے۔ خانقاہ شریف لواری میں آپ کی دوبارہ دستار بندی ہوئی اور آپ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ برس تھی۔

سرہند شریف کا سفر

جیسا کہ "صقال الضمائر" میں تحریر ہے۔ آپ کے والد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی یہ خواہش تھی کہ آخری حج کے سفر سے پہلے سرہند شریف کی زیارت سے مشرّف ہوتے۔ لیکن آپ کی زندگی نے وفا نہ کی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "اگر وطن لوٹنا نصیب ہوا تو سرہند شریف کی زیارت ضرور کریں گے"۔ چنانچہ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی اس خواہش کی بنا پر حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے بعد فاتحہ خوانی اور ختم شریف برائے ایصالِ ثواب حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے، سرہند شریف کا سفر اختیار کیا اور زیارتِ مرقد مبارک حضرت خواجۂ خواجگان فخر الاکابران خواجہ امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ سے مشرّف ہو کر بخیریت لواری شریف واپس لوٹے۔

عبادات ومعمولات

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ اپنے سلفِ صالحین کی پیروی میں، پچھلی رات جبکہ سپیدِ سحر نمودار ہونے میں ابھی ایک ڈیڑھ پہر باقی ہوتا تھا، خانقاہ شریف میں آ کر مراقبہ میں

بیٹھتے تھے۔ کوٹ (قلعہ) پاک کے اندر مقیم فقراء اور باہر سے آئے ہوئے زائرین تمام اسی وقت خانقاہ شریف میں حاضر ہو کر حلقہ کر کے مراقبہ میں بیٹھتے اور جب صبح کی اذان ہوتی تو سب اٹھ کر حوائج ضروریہ سے فارغ ہوتے اور وضو کرتے۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ مسجد شریف میں آ کر نماز پڑھاتے۔ نمازِ فجر آپ سویرے ادا کرتے اور نماز کے بعد اشراق تک پھر مراقبہ کرتے تھے۔ اس کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ پھر حویلی (رہائش گاہ) جاتے اور جو طعام تیار ہوتا، تناول فرما کر واپس آتے تھے۔ بعض اوقات حاضرین سے مختصر گفتگو فرماتے تھے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نمازِ پنجگانہ کی مسجد شریف میں امامت فرماتے تھے۔ نمازِ ظہر سے قبل خانقاہ شریف میں آتے اور جماعت کو بیعت سے مشرّف فرماتے تھے۔ نمازِ ظہر مسجد میں ادا کرنے کے بعد حویلی تشریف لے جاتے تھے۔ اگر کچھ فجر کے وِرد و وظائف سے باقی ہوتا تو اسے پورا فرماتے تھے۔ نمازِ عصر مسجد شریف میں ادا فرماتے اور مغرب تک مراقبہ میں بیٹھتے تھے۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد حویلی تشریف لے جاتے۔ پھر نمازِ عشاء باجماعت مسجد شریف میں ادا فرماتے اور پھر پوری رات نوافل اور مراقبہ میں گزارتے تھے۔ صرف کچھ وقت کے لئے آرام فرماتے اور نصف شب کو بیدار ہو کر تہجد کے نوافل پڑھتے تھے۔ یہ آپ کا روزمرّہ کا معمول تھا۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے بارہ (۱۲) برس ایک ہی کمرے میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا۔ جب حج کے لئے روانہ ہوتے تو لواری شریف سے کراچی آنا پڑتا۔ جہاں پر ایک کمرے میں، جو اسی مقصد کے لئے مخصوص تھا، بیٹھ کر کثرت سے ذکرِ الٰہی کیا کرتے اور پھر سفرِ حج اختیار کرتے تھے۔ آپ کو فمِ معدہ کے شدید درد کا عارضہ لاحق تھا۔ جس کی وجہ سے اکثر بے قرار رہتے۔ درد میں ذرا تخفیف ہوتی تو فوراً عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے۔

آپ کے فرزند حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے ان سے فرمایا کہ "اب تو آپ کی جوانی ہے عبادت کرنے کا یہی وقت ہے۔ اس وقت جبکہ میرا بڑھاپا ہے۔ میں قلبی ذکر کے سوا ذکرِ جلی یعنی کلمۂ تہلیل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ روزانہ ستر (۷۰) ہزار بار پڑھتا ہوں"۔

آپ قدس سرہٗ کے فرزند حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ سے نقل میر

حاجی سہرابؒ روایت کرتے ہیں کہ انھیں ایک بار حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ’’میں جس حجرے میں شب و روز رہتا ہوں اس کا ادب ملحوظ رکھا کریں۔ کیونکہ ربِ ذوالجلال کے ملائک اس کا الہام لے کر میرے پاس آتے رہتے ہیں اور حضور سرورِ کائنات ﷺ سے معنوی ملاقات ہوتی ہے‘‘۔

اِسی طرح ایک اور روایت میر صاحب موصوف سے منقول ہے کہ لواری شریف میں کوٹ (قلعہ) پاک کے اندر ایک مکان، جو نیزے شریف کی مغربی سمت پر واقع ہے، ایک دن وہاں حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ تشریف لے آئے۔ دروازے کے باہر پاپوش مبارک اتار کر اندر داخل ہوئے۔ فقراء نے جب پوچھا کہ قبلہ عالم! آپ نے نعلین مبارک باہر کیوں اتارے تو آپ نے جواب دیا کہ ’’اس حجرے میں خلیفہ نظر علی ٹالپور انڈالے والے کی رہائش ہوا کرتی تھی۔ جنہیں سرورِ دوعالم آنحضرت ﷺ ملاقات سے مشرّف فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے میں نے اس حجرے کی ادبیت کی خاطر باہر جوتیاں اتاریں‘‘۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کا لنگر آٹھوں پہر جاری رہتا تھا۔ جہاں سے ہزارہا لوگ روزانہ شکم سیری کرتے تھے، جن میں قرب و جوار کے مسکین باشندے بھی شامل ہوتے تھے۔ ہر ماہ کی چوتھی تاریخ مبارک کو (واضح ہو کہ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ، بانیء درگاہ عالیہ لواری شریف کا یومِ وصال ۴ ذوالقعدالمبارک ہے، اسی مناسبت سے ہر ماہ کی ۴ تاریخ کو عرس کا اہتمام ہوتا ہے) زائرین، فقراء اور شہر کے مکینوں میں طعام کے علاوہ دودھ بھی تقسیم کیا جاتا تھا۔

رمضان شریف کے متبرک مہینے میں سحری اور افطاری کے اوقات میں لنگر پر خاص اہتمام ہوتا تھا۔ یکم رمضان المبارک سے قرآن مجید کے ختمہ کی ابتدا ہوتی اور ستائیسویں شب کو ختمہ مبارک پورا ہوتا۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ مسجد شریف میں جماعت کے ساتھ تراویح ادا فرماتے تھے اور پورا قرآن مجید سنتے تھے۔ چھبیس (۲۶) رمضان المبارک کو افطاری کے موقع پر اور ۲۷ رمضان المبارک کو سحری کے وقت لنگر خانے پر خصوصی انتظام ہوتا تھا۔ نیز اس ماہ مبارک میں جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر روزے نہ رکھتا تو آپ اسے تعزیر دلواتے تھے یا اس پر جرمانہ عائد کیا جاتا تھا۔

آپ قدس سرہٗ نمازِ عیدین، روضۂ اقدس کے صحن میں پڑھایا کرتے تھے۔ ان مواقع پر آپ شاہانہ لباس زیب تن فرماتے۔ جب لوگ آپ کا دیدار کرتے تو رُخ مبارک پر جلوہ فگن تجلیات سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ لواری شریف اور گردو نواح کی جماعت کے علاوہ باہر سے بھی کئی معتقدین و زائرین آتے تھے۔ آپ عیدین کے مواقع پر ان سب کے لئے لذیذ کھانے پکواتے۔ نمازِ عید سے قبل دسترخوان پر باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے لئے کھانا چن دیا جاتا تھا۔ نماز کے بعد جماعت کے افراد اور فقراء وغیرہ کھانا کھاتے تھے۔ پورے شہر کو عام دعوت ہوتی تھی۔

ربیع الاوّل کے ماہِ مبارک میں بھی پورا مہینہ لنگر پر خاص انتظام ہوتا تھا۔ خصوصاً بارہ (۱۲) ربیع الاوّل کو میلاد النبی ﷺ کے جشن کا اہتمام ہوتا۔ کئی اقسام کے کھانے پکتے تھے۔ بیشمار لوگ اس مقدس تقریب میں شریک ہوتے اور بہرہ ور ہو کر جاتے تھے۔

میر امید علی روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا مرحوم سے سنا حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی بود و باش شاہانہ اور آپ کے یومیہ اخراجات کسی بھی ریاست کے نواب سے کم نہ تھے۔ میر موصوف سے ایک اور روایت منقول ہے کہ آپ کے دورِ مبارک میں یہ دستور تھا کہ جو زائرین لواری شریف آتے وہ دو (۲) دن اور دو (۲) راتیں بطور مہمان قیام کرتے تھے۔ ہر ایک کو لنگر سے لذیذ و دلپسند طعام ملا کرتا تھا۔

میر حاجی سہراب باگرانی ؒ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد میر حاجی عبداللہؒ نے مجھے بتایا کہ شکار پور کی طرف رہنے والے ایک بڑے معزز شخص نے ایک بار مجھ سے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے پورا احوال تفصیل سے سنایا۔ جسے سن کر اس شخص نے کہا کہ ''بھائی عبداللہ خان! یہ بات تم نے بلکل سچی کہی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لنگر وغیرہ کا خرچ اور درگاہ شریف کے اخراجات سب آٹھ (۸) دس (۱۰) ہزار روپے یومیہ سے کم نہ ہونگے۔ یہ شاہ مثل شاہ نقشبندؒ بادشاہ کے مسندِ محمدی ﷺ کا وارث ہے۔ بخارا شریف کے شاہ نقشبندؒ بادشاہ کو خداوند کریم کی طرف سے روزانہ دن چڑھنے سے سوا پہر قبل ہی درگاہ شریف کے خرچ کے لیے از غیب مطلوبہ ہزاروں روپے مل جاتے تھے۔ اس بادشاہ کو بھی وہی مرتبہ و اختیار حاصل ہے۔ جو چاہے وہ خرچ کرے''۔

فیضانِ نظر

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ تمام معتقدین و مریدین سے، جو جوق در جوق ملک و بیرونِ ملک سے زیارت کے لئے لواری شریف آتے تھے، نہایت خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔ آپ کی ملاقات سے وہ تمام دکھ درد بھول جاتے تھے اور اس طرح محسوس کرتے تھے کہ گویا خود حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ مسند آراء ہیں۔ مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد، حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنے حلقہ بگوشوں پر نورِ فیض کی ایسی بارش کی کہ صدہا مرید، صاحبانِ کمال و کرامات ہو گئے۔ اس جود و سخا کو دیکھ کر آپ کے ایک خاص مصاحب سیّد محمد علی ولد سیّد علی شاہ ساکن کھڈڑو، آپ سے یوں گویا ہوئے کہ قبلہ! اگر آپ نے دریائے فیض اسی روانی سے جاری رکھا تو کیا عجب کہ ہر شخص اپنے ہاں ایک لواری بنا لے!۔

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے منقول ہے کہ خواجہ سدھا تورہؒ کے نواسے، خواجہ جیو جونیجوؒ نے مجھ سے روبرو بیان کیا کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ سے میں نے گزارش کی کہ قبلہ عالم! آپ کی تلقین اور حکم کے مطابق میں رب کریم کی بندگی، ذکر اور فکر کرتا رہتا ہوں لیکن تا حال مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آپ نے فرمایا کہ ''صورت (پاک) کو کس جگہ جاگزیں کرتے ہو''۔ میں نے عرض کیا کہ قبلہ عالم! قلب میں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ ''صورت (پاک) کو دماغ میں مستحکم رکھو''۔ میں نے کہا قبلہ عالم! میں نے صورت (پاک) قلب میں نقش کی ہے وہ دماغ میں کیسے آئے گی۔ آپ نے فرمایا۔ ''آئے گی''۔ میں نے دوبارہ عرض کیا کہ قبلہ کیسے آئے گی۔ اس طرح میں مقرر نو (۹) بار عرض کرتا رہا، ہر بار آپ نے وہی جواب دیا۔ بالآخر حکم کی تعمیل میں روضۂ اطہر کے آگے مراقبے میں بیٹھا تا کہ صورت (پاک) کو دماغ میں لاؤں۔ لیکن ناکام رہا۔ پھر حق تعالیٰ کو پکار کر حکم کی پیروی کی، تو صورت (پاک) دماغ میں آ گئی۔ اس کے بعد راہ چلتے سر پکڑتا تھا کہ کہیں ٹوپی مبارک کو جھٹکا نہ لگے، کیوں کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ دراز میرانی (زری والی) ٹوپی پہنتے تھے۔ پھر آپ نے خواجہ جیو جونیجوؒ پر اتنی مہربانیاں کیں کہ ان کی کرامتیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ آپ نہایت سخی و کریم تھے۔ آپ کی کرم نوازی سے خواجہ جیوؒ جیسے ہزارہا طالبانِ حق درجۂ کمالیت کو پہنچے۔

دوسری روایت میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے منقول ہے کہ حاجی عبداللہ شاہ درگاہ

گرھوڑ شریف کے ایک عزیز سید حاجی پریل شاہ ساکن گرھوڑ شریف، ہر سال حاجی عبداللہ شاہ کے کارندوں اور باز پرندوں کو لے کر لواری شریف آتے تھے تا کہ رمضان المبارک کے مہینے میں، حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے لئے روزانہ شکار کے ذریعے تیتر فراہم کرسکیں۔ میں بھی لواری شریف میں رہتا تھا۔ سہ پہر کو حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی مجلس میں طالبانِ حق حاضر ہوتے تھے، جن میں کوٹ (قلعہ) پاک میں ساکن اور باہر سے آئے ہوئے جملہ معتقدین ہوتے تھے۔ ایک دن سید حاجی پریل شاہ گرھوڑی نے احوال بیان کیا کہ آج امام الاولیاء قدس سرہٗ نے مشائخ، اغیاث، اقطاب، وغیرہم کا تذکرہ کرتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ ''اگر کسی شخص کا قلب جاری ہو جائے تو وہ بہر صورت رُکنے والا نہیں''۔ پھر اپنی فیضِ نظر سے مجھے یوں سرفراز فرمایا کہ میرا قلب جاری ہوگیا۔ اس کے بعد شاہ صاحب کافی عرصہ تک حیات تھے اور کہا کرتے تھے کہ رات کو میرا قلب ذکر میں اتنی تیزی دکھاتا ہے کہ میں سو نہیں سکتا۔ چنانچہ ساری رات بیٹھا رہتا ہوں اور رات کا کھانا بھی ترک کردیا ہے۔ شاہ صاحبؒ بہت بڑے ولی ہوگذرے ہیں۔

سیّد ٹھارو شاہ ولد سیّد غلام شاہ ساکن گوٹھ (گاؤں) دڑو نزد بوبک نے مجھے (میر حاجی سہراب باگرانی) سے احوال بیان کیا کہ انہوں نے جب حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ سے تلقین لی، تب آپ نے ایسی نور کی بارش کی کہ کچھ دن وہ حالتِ مستی میں گذارتے رہے۔ پہاڑوں اور جنگلوں میں نکل جاتے۔ تھوہر کے درخت کا دودھ پیتے اور پتھروں کو لڑھکاتے تا کہ مر جائیں اور اپنی زندگی مرشد پر واردیں۔ ایک دن آوارہ وسرگرداں دُور ایک پہاڑ پر پہنچے جہاں پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ انہیں شدت کی پیاس لگی اور پیاس سے نڈھال قریب المرگ ہوگئے۔ اسی اثنا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ پانی کا ایک مٹکا اور ایک کٹورا لئے نمودار ہوئے اور آکر میرے قریب واقع ایک درخت کے نیچے مٹکا اور کٹورا رکھ دیا۔ آپ کے دیدار سے میرے مردہ جسم میں جان آگئی، میں اٹھ کر بھاگا تا کہ آپ سے بغلگیر ہو جاؤں۔ لیکن جب نزدیک پہنچا تو آپ غائب ہو چکے تھے۔ میں نے وہاں بیٹھ کر پانی پیا اور سیر ہوگیا۔ میری تلاش میں آپ نے پہلے ہی آدمی بھیج رکھے تھے، جنھوں نے مجھے ڈھونڈھ نکالا اور گوٹھ (گاؤں) لے آئے۔ شاید پانی میں میرے محبوب نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ پینے سے میرے

ہوش وحواس بحال ہو گئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ مذکورہ شاہ صاحب بہت بڑے ولی اللہ ہو گذرے ہیں، جو اس کے دوست تھے اور کئی ایام انہوں نے ساتھ رہ کر گزارے تھے۔

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے مروی ہے کہ خان بہادر غلام نبی شاہ ولد موج علی شاہ ساکن گرھوڑ شریف نے، جو گرھوڑی کے سیّدوں میں سے تھے، روبرو مجھ سے احوال بیان کیا کہ میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے دور میں لواری شریف گیا تھا۔ جب آپ کی دست بوسی کر کے ہم آپ کے روبرو بیٹھے تو میرے والد نے دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ عالم! آپ کی نوازش سے مجھے سب کچھ میسر ہے۔ کسی دنیوی چیز کی کمی نہیں۔ لیکن قبلہ! ایک میرے دل کی مراد باقی ہے، دعا کیجئے کہ وہ پوری ہو۔ میں امامِ آخرالزّماں مہدیٔ موعود کی زیارت ان خاکی آنکھوں سے کروں۔ آپ نے جواباً فرمایا کہ ''موج علی شاہ! بہتر تو یہ ہے کہ مہدیٔ موعود کے ظہور سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ کیونکہ امام آخرالزّماں کا جب دنیا میں وُرُود ہوگا اور ان کی دعوت عام ہوگی تو اس وقت ان پر ایمان لانے والے تو فلاح ونجات پائیں گے لیکن اگر کسی نے ان کا انکار کیا تو وہ کفر میں داخل ہوگا''۔

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے ایک اور روایت منقول ہے کہ میرے والد حاجی عبداللہ باگرانی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی سہپہر کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کاٹھیاوار کے تین (۳) میمن مرید بھی اسی مجلس میں موجود تھے۔ ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ قبلہ! میں پچاس (۵۰) روپے کی ہر ماہ افیم کھاتا ہوں۔ مہربانی کی نظر فرمائیں کہ مجھے اس لعنت سے چھٹکارا ملے۔ پھر دوسرے شخص نے عرض کیا کہ قبلہ! میں دس (۱۰) روپے کی افیم ہر ماہ کھاتا ہوں۔ میں غریب ہوں میرے حال پر نظرِ کرم ہو اور اپنی دعا سے مجھے اس سے نجات دلائیں۔ تیسرے شخص نے عرض کیا کہ قبلہ عالم! یہ بندہ بارہ (۱۲) روپے کی افیم ماہانہ کھاتا ہے۔ عنایت کی نظر فرمائیں تاکہ یہ اس بری عادت سے آزاد ہو جائے۔ اسی طرح میرے والد بھی اس لت میں گرفتار تھے جو ہر ماہ دس (۱۰) روپے کی افیم کھا جاتے تھے۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ اس سے باخبر تھے۔ چنانچہ اس مجلس میں آپ نے سب پر نظرِ کرم فرمائی۔ جس کے اثر سے حاجی عبداللہ کو تو افیم سے اسی وقت نفرت ہوگئی جبکہ اس سے قبل وہ افیم کے بغیر گزارہ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک سال بعد جب انہوں نے مذکورہ کاٹھیاواڑ کے

میمن مریدوں کا حال معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ بھی بعینہٖ افیم سے متنفر ہو چکے ہیں اور افیم کھانے کی عادتِ بد سے چھٹکارہ پالیا ہے۔ یہ محض آپ کا فیضانِ نظر تھا۔

میر حاجی سہراب باگرانی کہتے ہیں کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے ہدایت یافتہ ان صاحبانِ معرفت میں سے کئی حضرات میرے دیکھے ہوئے ہیں، کیونکہ میں سالہا سال سے آپ کے دورِ مبارک میں کوٹ (قلعہ) پاک میں رہتا تھا۔ کتنے ہی طالبانِ حق پاپیادہ لواری شریف آ کر فیضیاب ہوئے۔ جن میں خواجہ قادر بخش فقیر ڈیرہ، خواجہ جیو فقیر جونیجو، کامل فقیر منگریو ساکن گرہوڑ شریف، سید ٹھارو شاہ ساکن دڑو نزد بوبک، سیّد غلام شاہ لکھوی، سیّد غلام محمد شاہ ساکن مٹھیانی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کے نام قابل ذکر ہیں۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے فیض یافتگان میں کئی ایسے صاحبان بھی تھے جنہوں نے عشقِ الٰہی کے بحرِ عمیق میں غواصی کی اور جنہیں آپ کی طرف سے لوگوں کو ارشاد و تلقین دینے کی بھی اجازت تھی۔ ان میں سے معدودے چند کے اسماء گرامی نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

خواجہ مخدوم میاں محمد شفیع دمائی، خواجہ مخدوم میاں محمد صادق دمائی، خواجہ محمد فقیر گاڈھی، حاجی حسن نوتکانی، رئیس ٹھارو شاہ دڑائی، مجذوب برہانی حبیب علی بخش اور خواجہ یاقوت فقیر شیدی وغیرہ وغیرہ۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین۔

چند زعماء کی ملاقات کا ذکر

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے علم و فضل کا وہ مقام تھا کہ دُور دراز ملکوں سے جید علماء اور اکابر، کشاں کشاں خدمتِ اقدس میں اکتسابِ فیض اور تحصیلِ درس کے لئے آتے تھے۔ خلیفہ محمد صدیق سے مروی ہے اور مولانا محترم غلام مصطفیٰ قاسمی بھی روایت کرتے ہیں کہ رئیس العلماء شیخ محمد عابد سندھی ثُمّ یمنی، جو خواجہ محمد زمان ثانی صاحبِ قلعہ قدس سرہٗ کے مرید تھے، حضرت کی خدمت میں لواری شریف حاضر ہوئے تھے اور اسلامی قوانین پر اپنی بے مثل تصنیف ''طوالع الانوار'' اپنے دستخط سے آپ کو ہدیۃً پیش کی تھی۔ اس کتاب کے بارے میں ''درمختار'' اور ''فتویٰ'' کے مصنفین کی رائے یہ ہے کہ شیخ عابد کی یہ معرکتہ الآرا تصنیف اگر ہمارے پیش نظر ہوتی تو شاید ہم اپنی مذکورہ کتابیں نہ لکھتے۔

مولانا قاسمی سے یہ بھی منقول ہے کہ علامہ کتانی نے اپنی کتاب ''فهرس الفهارس''

میں لکھا ہے کہ میں نے مکہ مکرمہ میں حدیث شریف کی سند، حضرت امام الاولیاء، خواجہ محمد سعید مہاجر مکی قدس سرۂ سے حاصل کی۔

اسی طرح ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ سندھ کے نامور جید علماء مولانا گل محمد اور مولانا غلام صدیق ساکنان شہداد کوٹ نے بھی اپنی روحانی تشنگی بجھانے کے لئے حضرت امام الاولیاء قدس سرۂ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ اور کہتے تھے کہ ہم نے سارا ہندوستان چھان مارا لیکن آپ جیسا جید عالم، مجتہد، کامل ولی اللہ اور کہیں نہیں دیکھا۔

خلیفہ محمد صدیق سے مروی ہے کہ امام الاولیاء قدس سرۂ ایک بار مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں مراقب بیٹھے تھے کہ اچانک خادم کو حکم دیا کہ "میرے مصلے کو کھول کر دراز کر دیں"۔ اتنے میں ایک عرب آپ کے روبرو آیا جس نے آپ سے معانقہ کیا۔ آپ نے بالاصرار اسے اپنے مصلے پر بیٹھنے کو کہا۔ لیکن وہ نہ بیٹھا۔ صرف اپنے زانو مصلے پر رکھے۔ دونوں کافی وقت مراقبے میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد وہ عرب رخصت ہوا۔ کچھ حضرات نے اس کے پیچھے جا کر اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ "میں سرہندی فاروقی ہوں۔ میرے دادا ہندوستان سے آ کر ملک یمن میں بس گئے تھے۔ میں حج کے ارادے سے آیا ہوں۔ ایک بار دوران طواف دیکھا کہ طواف کرنے والوں پر عرش سے نور کی شعاعیں برس رہی ہیں۔ میں منتظر رہا تا کہ یہ نشاندہی کر سکوں کہ یہ کس پر نازل ہو رہی ہیں۔ چنانچہ سب لوگ جب طواف کر کے باہر چلے گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص باقی رہ گیا تھا جس پر یہ تنویریں برس رہی تھیں۔ کافی دیر میں نے ان کی راہ دیکھی۔ لیکن طواف کر کے وہ باہر نہ آئے۔ ناچار میں چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے ایک روز شیخ الحرم سے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ سندھ کے بزرگ ہیں۔ ان کے والد بزرگوار کامل الاکمل تھے جو وصال کے بعد مدینہ منورہ میں تا ابد آرام فرما ہیں، مزید مجھے معلوم نہیں۔ چنانچہ آج پھر طواف کرتے ہوئے الحمد اللہ آپ پر نظر پڑ گئی اور میں آپ کی ملاقات کا مشتاق ہوا۔ پھر میں بعجلت تمام طواف سے فارغ ہو کر آپ کی زیارت اور صحبت سے شرف یاب ہوا"۔ اس نے مزید کہا کہ "مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں"۔ جب حضرت امام الاولیاء قدس سرۂ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے بھی اس کی تصدیق کی اور فرمایا کہ "یہ خواجہ امام ربانی مجدد الف ثانی

قدس سرہٗ کے فرزند خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں"۔ مذکورہ شخص جب تک مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہا، حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی صحبت سے مشرّف ہوتا رہا۔

خلیفہ محمد صدیق سے ایک اور روایت منقول ہے کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ جب چوتھے حج پر حرمین شریفین گئے تھے تو ایک بار حرم شریف مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک عرب نے، جو پہلے سے وہاں موجود تھا، آپ کا دامن پکڑ کر عرض گزار ہوا کہ مجھے تلقین دیں اور پھر طواف بیت اللہ کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ "تیسرے دن حج ادا ہونا ہے۔ اس کی ادائیگی کے بعد میں تمہیں توجہ دونگا"۔ اس نے آپ کے لئے اپنے طویل انتظار کی روئداد بیان کی اور نہایت عجز وانکساری سے ایک بار پھر ملتجی ہوا۔ چنانچہ اس کی عاجزی پر آپ نے اسے بیعت سے مشرّف فرمایا اور وہ اپنی مراد کو پہنچا۔ جب وہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ سے رخصت ہو کر حرم شریف سے باہر نکلا تو کچھ فقراء نے اس سے پوچھا کہ تجھے حضرت کا پتا کس نے دیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک بار میں حضرت رسالت مآب ﷺ کے دیدار سے مشرّف ہوا تھا۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے مرشد کے حصول کے لئے التجا کی تھی۔ آپؐ نے حضرت (امام الاولیا قدس سرہٗ) کی جانب جو اس وقت ختمی مرتبت ﷺ کے ہمراہ تھے، اشارہ فرمایا تھا۔ لیکن اس وقت حضرت (امام الاولیاء قدس سرہٗ) عربی پوشاک میں تھے۔ اس لئے میں نے خیال کیا کہ آپ عرب ہوں گے۔ چنانچہ پورا عربستان گھوما لیکن درِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ ایک بار پھر ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد زیارتِ خیر البشر ﷺ سے مشرف ہوا۔ اس بار بھی حضرت (امام الاولیاء قدس سرہٗ) ساتھ تھے۔ میرے دریافت کرنے پر حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "ہم لواری شریف میں رہتے ہیں"۔ چنانچہ لواری کا پتہ معلوم کرتے کرتے ملک شام پہنچا۔ جہاں پر ایک شہر 'لواری' نام کا تھا۔ وہاں موجود نقشبندیوں کی ایک خانقاہ میں آیا اور اس کے سجادہ نشین سے ملاقات کی۔ جس سے دل کو فرحت نصیب ہوئی۔ اگرچہ وہ صورت حضرت (امام الاولیاء قدس سرہٗ) کی نہیں تھی۔ پھر اس بزرگ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں واقع سندھ کے علاقہ میں ایک چھوٹا سا قصبہ 'لواری شریف' ہے، جہاں پر ان سب کے مرشدوں کے مرشد رہتے ہیں۔ مجھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ تمہارا وہاں پہنچنا دشوار ہے۔ حضرت اکثر حرمین

شریفین آتے رہتے ہیں۔تم ان کی آمد کا انتظار کرو۔چناچہ میں انتظار کی طویل گھڑیاں کاٹ کرالحمد اللہ آج اپنی مراد کو پہنچا ہوں۔اس کے بعد جب امام الاولیاء قدس سرہٗ سے ملک شام میں موجود 'لواری' کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ''حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کے خلیفہ خواجہ ابوطالب الھمیؒ نے باوجود اجازت حاصل ہونے کے اپنی پوری زندگی میں صرف ۲/۳ اشخاص کو تلقین دے کر اپنا مرید کیا تھا۔ان میں سے ایک نے اپنے مرشد کے ایماء پر ملک شام جا کر ایک خانقاہ تعمیر کی اور عقیدتاً اس علاقہ کا نام بھی 'لواری' رکھا جو آج تک قائم ہے''۔

ایک پادری کی ملاقات

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے مروی ہے کہ انگریزوں کے دورِ حکومت میں بڑے بڑے پادری یورپ سے ہندوستان آتے تھے اور یہاں کے معزز خاندانوں کے افراد سے مل کر علمی مباحث کیا کرتے تھے۔ایک بار ایک بہت بڑا پادری ولایت سے ہندوستان آیا۔جس کے لئے تمام ضلعی کلکٹر اور ڈپٹی کلکٹروں اور دوسرے سرکاری افسروں کو ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ سندھ کے جن معزز خاندانوں کے افراد سے ملنا پسند کرے ان سے ملنے کا انتظام کیا جائے اور اسے ہر طرح سہولت مہیا کی جائے۔جب وہ سندھ میں وارد ہوا تو اسے لواری شریف کے متعلق بتایا گیا کہ وہاں پر سب سے بڑی درگاہ ہے۔چناچہ اس نے لواری شریف جانے کی خواہش ظاہر کی۔حیدرآباد کے یورپین کلکٹر نے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو لکھ بھیجا کہ ہمارا ایک بڑا پادری ولایت سے آیا ہے اور آپ سے ملاقات کا خواہشمند ہے۔وہ فلاں تاریخ کو آپکے پاس پہنچے گا۔چناچہ تاریخ مقررہ پر وہ لواری شریف آیا اور آپ سے ملاقات کی۔دورانِ ملاقات اس نے چند ایک سوالات بھی کئے۔جن کے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے ایسے شافی اور مدلّل جوابات دیئے کہ وہ حیران وششدر رہ گیا۔آپ نے اس کی دعوت بھی کی۔اپنے مختصر قیام کے دوران وہ بار بار کہتا تھا کہ پیر صاحب بہت بڑے زیرک اور دانا شخص ہیں۔میں نے آج تک ایسا عاقل اور دانا اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔کیونکہ آپ نے مجھے میرے ہی سوالات میں سے جوابات مرحمت فرمائے۔واقعی فہم فراست میں آپ کا کوئی ثانی نہیں۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی کرامات

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی کرامات بیان سے باہر ہیں۔ آپ کا وجود مسعود بجائے خود ایک کرامت تھا، جس کے دیدار سے ہزار ہا دردمندوں کے درد، دور ہو جاتے تھے۔ اور مصائب و آلام میں گرفتار لوگوں کی مشکلیں آسان ہو جاتی تھیں۔ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے مطابق اگرچہ آپ کرامات کرنے کے خلاف تھے۔ اس کے باوجود بے شمار کرامتیں بے اختیار آپ سے ظاہر ہوئیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر، جن کے راوی میر حاجی سہراب باگرائی ہیں، ہم یہاں کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:۔

ایک فقیر بلاول پلیجو نامی کو پولیس نے ایک ہندو بنیئے کے قتل کے مقدمے میں ملوث کیا۔ اُس زمانے میں اکثر پولیس اور سرکاری افسران انگریز اور ہندو ہوا کرتے تھے۔ اس غریب بلاول پر جعلی گواہوں کے ذریعے مقدمہ کھڑا کیا گیا۔ ایک شخص وادھو نامی کو پھسلا کر عینی شاہد بنایا گیا اور اس سے یہ بیان دلوایا گیا کہ میں نے مقتول بنیئے کے گھوڑے کی باگیں تھامیں ہوئی تھیں کہ اس بلاول نے اسے کلہاڑی سے مار ڈالا۔ بلاول کو اس جھوٹے مقدمے کی خبر گرفتاری سے قبل ہی ہوگئی۔ وہ راتوں رات بھاگا بھاگا لواری شریف آیا اور حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے آگے اپنی پگڑی اتار کر فریادی ہوا کہ قبلہ عالم! مجھے اس مقدمے سے چھٹکارا دلائیں۔ میرا آپ کے سوا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔ تمام افسران میری گرفتاری کے درپے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''چھپنے کی بجائے تم سیدھے کورٹ میں حاضر ہو جاؤ''۔ آپ کے کہنے پر وہ براہ راست کورٹ میں پیش ہو گیا اور ڈپٹی کلکٹر کو بیان دیا کہ میں لواری شریف میں تھا۔ جوں ہی مجھے وارنٹ کی خبر ملی میں حاضر ہو گیا ہوں مزید مجھے کچھ علم نہیں۔ ڈپٹی کلکٹر نے اسے دلاسہ دیا اور کہا کہ میں تمہارا صحیح فیصلہ کروں گا۔ اس کے بعد اسے گرفتار کر کے جیل میں رکھا گیا۔ ڈپٹی کلکٹر نے مقدمے کی جلد شنوائی کی۔ گواہوں پر پوری پوری جرح کی گئی اور مقدمے کا فیصلہ سنا کر اسے باعزت بری کر دیا۔ ڈپٹی کلکٹر نے اپنے فیصلے میں نوٹ لکھا کہ بار اُتارنے کے بہانے پولیس نے جھوٹا مقدمہ دائر کیا ہے۔ اس سے پیشتر بھی اِسی قتل کے کیس میں میر جام ٹنڈو والے کے

بارے میں کہا گیا تھا کہ میر نے خون کروایا ہے اور اب اس غریب (بلاول) کو ملوث کر کے جھوٹے گواہ بنا کر اسے گرفتار کیا گیا۔

وڈیرہ دریاخان ولد سلیم ڈاہری ساکن گوٹھ ٹوپن ڈاہری، پر ہندوؤں نے قرض کا مقدمہ دائر کیا تھا۔ قرض کی رقم اگر نقدی سے ادا نہ ہوتی، اُس زمانے میں اُونٹ، مویشی، گھر کا اثاثہ، یہاں تک کہ زمین بھی نیلام ہو جاتی تھی۔ یہ دونوں باپ بیٹے، جوان پڑھ تھے، بھاگے بھاگے لواری شریف آئے اور حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے کہ قبلہ! ہمارا حال تو آپ کو معلوم ہے۔ کافر کا زور بڑھ گیا ہے۔ یہاں تک کہ ہماری زمینیں، جن پر ان کی نظریں لگی ہوئی ہیں، قرض کے عوض ضبط کر لی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا ”فکر مت کرو، یہ میرا خط میر عبداللہ باگرانی کو جا کر دو۔ وہ تمہارے ساتھ ہر شنوائی پر چلے گا، کیونکہ وہ قانون وقواعد سے واقف ہے“۔ آپ کی مہربانی سے غیر مسلم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور ان کی زمین کا کوئی ایک بھی نمبر (قطعہ) یا اُونٹ، مال مویشی وغیرہ قرض کے عوض ضبط نہیں کیا گیا۔ جبکہ اس گاؤں کے پڑھے لکھے دوسرے وڈیروں کی کئی زمینیں، مال اور مویشی وغیرہ پر ہندو قابض ہو گئے۔ میر حاجی سہراب باگرائیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ سب واقعات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

۱۳۱۰ھ میں جب حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ حج کے لئے حرمین شریفین گئے تھے تو اس وقت مکہ مکرمہ میں سخت وبا پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کے کچھ ساتھی اس وبا میں لقمۂ اجل بن گئے۔ نیز تین (۳) ہمراہی اس وبا میں گرفتار موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھے۔ آپ کے خاص مصاحبین میں سے ایک شخص مسمّیٰ شیخ عبدالرحیم ولد شیخ ابراہیم خدمتِ اقدس میں آ کر گڑگڑایا اور دست بستہ ملتجی ہوا کہ قبلہ عالم، اس وقت آپ کے پاس، نقشبندی، قادری، سہروردی اور چشتی تمام سلسلوں کی امانتیں موجود ہیں۔ اگر نقشبندی طریقے کے تحت کرامت ظاہر نہیں کرتے تو دوسرے سلاسل کی امانتوں کے لحاظ سے ہی غیبی امداد فرمائیں۔ اگر آپ مہربانی اور سخا کی نظر نہیں کریں گے تو ہم سب مر جائیں گے۔ اس کی اس بے انتہا عاجزی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ”شیخ! نا اُمید نہ ہو۔ حق تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے۔ سب خیر کرے گا“۔ میر حاجی سہراب باگرائیؒ کہتے ہیں کہ ان مریضوں میں سے ایک شخص حاجی اللہ بخش

نوتکانی نے بذاتِ خود مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ میرے بسترِ علالت کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور اپنے خادمِ خاص حاجی رحیم داد نوتکانی سے فرمایا کہ ''رحیم داد اس کے منہ میں یہ دوا ڈالو۔ اگر گلے سے نیچے اتر گئی تو مرے گا نہیں اور چنگا بھلا ہو جائے گا''۔ چنانچہ آپ کی نظرِ شفا سے وہ صحت یاب ہو گیا۔

انہی بیماروں میں سے ایک اور فقیر حاجی جان محمد جونیجو نے میر صاحب موصوف سے خود بیان کیا کہ میں بیت الخلا میں اجابت کے لئے گیا تو دست اس تسلسل سے آ رہے تھے کہ بند ہی نہ ہوتے تھے۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ مجھے جب وہاں دیر ہوئی تو دوسرے فقراء نے خدمت اقدس میں اطلاع پہنچائی۔ آپ نے فوراً دوا عنایت کی اور کہا کہ ''بیت الخلا کا دروازہ کھول کر دوا، اس کے منہ میں ڈالو''۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مجھ بیمار کے دست بند ہو گئے اور مجھے اٹھا کر بستر پر ڈالا گیا۔ تیسرے دن میں بالکل تندرست ہو گیا۔ اور پھر کوٹ (قلعہ) پاک لواری شریف میں اپنے کام پر لگ گیا۔

تیسرا شخص فاضل میمن بھی ان ہی مریضوں میں سے ایک تھا۔ اس کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔ سب کہتے تھے کہ یہ پل بھر کا مہمان ہے۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی نظرِ عنایت اور تجویز کردہ دوا سے وہ بھی تندرست ہو گیا اور کافی عرصہ تک زندہ رہا اور ۱۳۷۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے چھوٹے فرزند خواجہ محمد اشرف جن کی عمر دس (۱۰) بارہ (۱۲) سال تھی، سخت بیمار ہوئے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج کے باوجود افاقہ نہ ہوا۔ کمزوری اس حد تک آ چکی تھی کہ آپ اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔ سید محمد علی شاہ ولد سید علی شاہ جو ایک بڑے حکیم تھے، انہیں حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے بلا کر فرمایا کہ ''نبض دیکھو''۔ انہوں نے نبض دیکھی اور کہا کہ قبلہ عالم! نبض میں تیزی اور از حد حرارت معلوم ہوتی ہے۔ مجھے تو کچھ سمجھ نہیں پڑتی۔ آپ نے گرم دوائیں تجویز کیں۔ جس پر حکیم کہنے لگا کہ قبلہ عالم! حد سے زیادہ حرارت ہے اور آپ گرم دوائیں تجویز کرتے ہیں جو کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کا دوائیں تجویز کرنا تو محض ایک بہانہ تھا۔ درحقیقت آپ نے مہربانی فرما کر فرزندِ ارجمند کو شفا بخشی۔ اس کے بعد حکیم محمد علی شاہ نے پوچھا کہ قبلہ! مجھے تو کچھ سمجھائیں۔ اس

قدر گرمی ہونے کے باوجود آپ نے گرم دوائیں کیوں تجویز کیں؟ جبکہ دوسرے دن جب میں نے معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ نبض تو اعتدال پر ہے۔ یہ بات تو میری سمجھ سے باہر ہے۔ آپ نے سیّد موصوف سے کہا کہ ”حرارت غریزی، جس پر انسانی جسم کا دارومدار ہے، اُسے ضعف آ گیا تھا۔ اس لئے عارضی گرمی نے اپنا جوش دکھایا“۔ حکیم سیّد محمد علی شاہ نے دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ! آپ کی مہربانی سے شفا ملی ہے ورنہ ایسے واقعات تو ہم نے کبھی نہیں دیکھے۔

ایک فقیر جس کا نام رحیم ڈاھری تھا، وہ کوٹ (قلعہ) پاک لواری شریف میں سخت بیمار ہوا۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ، اس شخص کا علاج حکیم سید محمد علی شاہ ولد سید علی شاہ سے کرواتے تھے۔ بالآخر مذکورہ فقیر اس حالت کو پہنچ گیا کہ سب کہنے لگے اب یہ گھڑی دو گھڑی کا مہمان ہے۔ حکیم سیّد محمد علی شاہ نے علاج سے عاجز آ کر بیمار کا حال خدمتِ اقدس میں عرض کیا۔ آپ نے ذرا توقف فرما کر فقیر کا نام پوچھا، حکیم صاحب نے بتایا کہ قبلہ عالم! فقیر کا نام رحیم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ”رحیم تو اللہ کا نام ہے۔ جاؤ اس کا نام تبدیل کر کے غلام رکھو اور یہ دوا اسے پلاؤ“۔ حکیم سیّد محمد علی شاہ نے حسب الحکم، فقیر کو حضرت کی عطا کردہ دوا پلائی اور نام تبدیل کر دیا، چنانچہ دو (۲) تین (۳) دن میں وہ بالکل صحت یاب ہو گیا۔ یہ محض آپ کی کرامت تھی۔

حاجی رحیم داد نوتکانی، حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے خادمِ خاص تھے۔ ہر وقت آپ کی حاضری میں رہتے تھے۔ آپ اسے کبھی کسی جگہ جانے کی رخصت نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ مکان شریف لواری کے خلفاء، مکان شریف کے کام سے حیدرآباد اور کراچی جانے کے لئے تیار ہوئے۔ انہوں نے حاجی رحیم داد سے کہا کہ اس دفعہ ہم حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ سے بہر صورت تمہارے لئے اجازت حاصل کریں گے اور تمہیں حیدرآباد اور کراچی کی سیر کرائیں گے۔ پھر ان سب نے مل کر حاجی رحیم داد کی اجازت کے لئے خدمت اقدس میں عرض گزاری۔ آپ اجازت دینے پر راضی نہ تھے۔ لیکن انہوں نے حضرت کو بہت ستایا اور بالآخر اجازت حاصل کر لی۔ بعد ازاں حاجی رحیم داد کو ساتھ لیا۔ اور اُونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر تلہار روانہ ہوئے تا کہ وہاں سے کشتی کے ذریعے حیدرآباد جا سکیں۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے ایک اور شخص کو ان کے پاس بھیجا تا کہ حاجی

رحیم داد کو واپس لے آئے۔ یہ شخص جب تلہار پہنچا تو سب کشتی میں سوار ہو کر جانے کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ اس نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا کہ حضرت کے حکم پر حاجی رحیم داد کو لینے آیا ہوں۔ حاجی صاحب واپس جانے کے لئے تیار ہوئے لیکن خلفاء نے انہیں جانے نہیں دیا یہ عذر کر کے کہ حضرت کے پاس بہت سارے خدّام ہیں۔ آپ کو یوں ہی وہم سا ہو گیا ہے، آپ نہایت مہربان اور شفیق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک عذر پر اتفاق کر کے آنے والے فقیر کو سمجھا دیا کہ وہ حضرت سے واپس جا کر کہے کہ میرے پہنچنے سے قبل ہی کشتی روانہ ہو چکی تھی۔ وہ فقیر واپس لواری شریف آیا۔ خلفاء کے کہنے کے مطابق خدمتِ اقدس میں عرض گزار ہوا کہ میرے پہنچنے سے قبل ہی ان کی کشتی جا چکی تھی حالانکہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے تقدیر جان کر ہی حاجی رحیم داد کو واپس بلوایا تھا۔

بہر کیف خلفاء مع رحیم داد کے، کشتی میں سوار ہو کر تلہار سے روانہ ہوئے۔ جب کشتی علی پور کی موری کے پاس پہنچی۔ اس وقت حاجی رحیم داد کشتی سے باہر پاؤں نکالے بیٹھے تھے۔ وہاں پر کشتی زور سے پانی میں اچھلی اور اس زور کا جھٹکا لگا کہ کشتی جا کر موری سے ٹکرائی، جس سے حاجی رحیم داد کی ٹانگ پر سخت چوٹ لگی۔ کیونکہ موری اور کشتی کے بیچ میں اس کی ٹانگ آ چکی تھی۔ اس دردناک حادثہ کی بنا پر سب کشتی میں بعجلت تمام ٹنڈو محمد خان، میر اللہ بخش کے ہاں پہنچے۔ وہاں سے میر صاحب نے ایک قاصد کو اطلاع دینے کے لئے لواری شریف روانہ کیا اور حاجی رحیم داد کو حیدر آباد کی ہسپتال لے جایا گیا۔ ڈاکٹروں نے علاج شروع کیا، لیکن لاحاصل!۔

میر صاحب کا قاصد جب لواری شریف پہنچا اور پورا واقعہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں بیان کیا تو آپ نے فوراً گھڑ سوار ں کو ٹنڈو محمد خان اور حیدر آباد دوڑایا۔ اس حکم کے ساتھ کہ "رحیم داد کو میرے پاس جلد روانہ کرو۔ میں خود ہی یہاں پر اس کا علاج کروں گا"۔ علاوہ ازیں آپ نے اور کئی لوگ روانہ کئے اور یہ ہدایات جاری کیں کہ ہر پانچ (۵)، آٹھ (۸) کوس پر آدمی تعینات ہوں تا کہ مریض ہاتھوں ہاتھ لواری شریف پہنچ سکے اور کہیں بھی دیر نہ ہونے پائے۔ میر اللہ بخش کو نہایت تاکیدی خط لکھا کہ "خرچ خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو، آپ اپنے کارندے، سوار، مزدور، ہاری وغیرہ اس کام پر لگا کر رحیم داد کو میرے پاس سرعت کے ساتھ پہنچائیں"۔ ان احکامات کے ملتے ہی میر موصوف نے روانگی کی

تیاریاں کیں۔ ڈاک پر دو (۲) آدمی تعینات کئے گئے۔ ستر (۷۰) میل کی مسافت ایک لمبی مسافت تھی، کیونکہ اس زمانے میں موٹریں یا بسیں وغیرہ نہیں تھیں کہ جلد آدمی پہنچ سکے۔ فقراء بے چاروں نے بہت دوڑ دھوپ کی، لیکن باوجود اس قدر سرعت و عجلت کے حاجی رحیم داد کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی گئی۔ ان کے جسم پر سوجن چڑھ گئی۔ بالآخر تقدیر غالب آئی اور حاجی رحیم داد لواری شریف اور تلہار کے درمیان ہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

جب ان کا جسدِ خاکی لواری شریف پہنچا اور شرکاء خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "اگر زندہ لے آتے تو میں ہرگز مرنے نہ دیتا۔ لیکن مشیّتِ ایزدی میں کسی کو دخل نہیں اور اب مجھے شریعت مانع ہے"۔ پھر آپ نے صبر اختیار فرمایا۔ مرحوم حاجی رحیم داد پر آپ کا اس قدر پیار تھا کہ آپ نے اس کی قبر روضہء اطہر کے باہر بنوائی۔ نمازِ جنازہ خود پڑھائی اور جب تک کہ فقیر کو لحد میں نہ اتارا گیا اور قبر کو کچی اینٹوں سے تیار نہ کیا گیا تب تک آپ وہیں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی اور پھر رخصت ہوئے۔ مرحوم رحیم داد کے فاتحہ میں آپ نے پلاؤ تیار کروا کے جنازے کے تمام شرکاء کو کھلایا۔ پھر سوئم، دسواں اور چالیسواں، ان تینوں مواقع پر اپنے کسی قریبی عزیز کی جدائی کی مانند، فاتحہ خوانی کروائی۔ کھانا تیار کروا کے جماعتِ کثیر کو کھلایا اور اس قدر مہربانی کا آپ نے اظہار فرمایا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔

قاضی محمد علی، جو لواری شریف میں قیام پذیر تھے اور دراصل ٹیاری کے رہنے والے تھے، انہیں گھر خرچ کے لئے لواری شریف سے رقم ملتی تھی۔ ایک دن قاضی محمد علی کو خناق کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ اپنے خادمین، حاجی غلام محمد نوتکانی اور حاجی عبدالواحد ڈاھری کے ذریعے اسے دوائیں بھجواتے رہے۔ آپ ایلوپیتھی دوائیں استعمال کیا کرتے تھے۔ ان دواؤں کے علاوہ دوسری بے حساب دوائیں بھی موجود رہتی تھیں۔ حاجی عبدالواحد ڈاھری کو آپ نے ہدایت کی کہ "وہ قاضی کے پاس رہیں، بلا ناغہ وقت پر دوا دیتے رہیں اور وقت بوقت مجھے مطلع کرتے رہیں"۔ انجام کار بیماری نے زور پکڑا۔ حاجی عبدالواحد ڈاھری دوڑے دوڑے آئے اور حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں مریض کا حال بیان کیا اور کہا کہ قبلہ، قاضی جان بہ لب ہے، آنکھوں کی پتلیاں گھوم چکی ہیں اور ان پر نزع کا

عالم طاری ہے۔ آپ نے حاجی عبدالواحد کو حکم دیا کہ "اسے جھولی میں ڈال کر میرے پاس فوراً لے آؤ"۔ اس نے ہمت کے ساتھ قاضی کو جھولی میں ڈال کر حاضرِ خدمت کیا۔ قاضی کے دانت پر دانت آ چکے تھے۔ آپ نے فوراً آلات کے ذریعے دانتوں کو علیحدہ کیا اور دوائی گلے میں انڈیل دی۔ قاضی نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ آپ نے قاضی سے فرمایا۔ "قاضی خوف مت کھاؤ۔ بے فکر ہو جاؤ، تم مرو گے نہیں"۔ پھر قاضی کو اس کے ٹھکانے پر پہنچایا گیا۔ علاج جاری رہا اور قاضی بالکل تندرست ہو گئے۔ یہ محض آپ کی کرامت تھی۔ قاضی بڑے عالم تھے۔ نہایت منکسر المزاج اور شریف طبیعت پائی تھی۔ اس لئے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ انہیں بہت چاہتے تھے۔

قاضی محمد اشرف ساکن ٹنڈو جان محمد سے جمال فقیر ساند کی روایت منقول ہے کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے دور میں سیّد ہاشم شاہ کھیجراری والے، جو اس وقت بہت بڑے زمیندار تھے اور نو (۹) ہزار ایکڑ زمین کے مالک تھے۔ باوجود اتنی بڑی زمین کے ان پر ہندو بنیوں کا قرض لاکھوں روپے تک چڑھ گیا۔ وہ لواری شریف، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ قبلہ عالم! مجھ پر عمر کوٹ کے ہندوؤں کا بے حساب قرض ہو چکا ہے۔ دُعا فرمائیں کہ میں اس سے چھٹکارا پاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تم فقیر حاجی یاقوت کو لے جاؤ۔ جو اناج تولتے وقت ترازو کے پاس بیٹھیں گے"۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں خواجہ حاجی یاقوت کو لے جا کر وہاں بٹھایا گیا۔ تول شروع ہوا اور صرف ایک ہی ذخیرے سے تمام قرض ادا ہو گیا۔ اس طرح سیّد آزاد ہو گئے۔ یہ محض آپ کی کرامت تھی جو خواجہ حاجی یاقوت کے وجود کی برکت سے ظاہر ہوئی۔

درگاہ گرھوڑ شریف

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے روایت ہے کہ ایک دن عصر کے بعد ہم سب حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ آپ طریقت پاک کی گفتگو کر رہے تھے۔ اولیاء کرام اور مشائخینِ عظام کی باتوں کے دوران حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ، بانئ درگاہ عالیہ لواری شریف کے خلفاء کا ذکر آیا۔ آپ نے فرمایا کہ "میں نے اپنے والد بزرگوار حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑیؒ نے مکان شریف لواری کے

لئے قابل تحسین کام کیے۔ جس کیلئے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ ایک تو انہوں نے حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کا مزار اقدس یہاں کروایا (جہاں اس وقت واقع ہے)۔ باوجود جماعت کے دیگر لوگوں کی مخالف رائے کے، جو پرانی لواری میں یا خواجہ عبداللطیفؒ ڈھیر دھنی کے مزارِ اقدس کے احاطے میں کروانا چاہتے تھے۔ لیکن شیخ گرھوڑیؒ ہی وہ فردِ واحد تھے جنہوں نے بالاصرار مزارِ اقدس موجودہ جگہ پر کروایا۔ ہمیں کتنی سہولت ہے۔ اگر سلطان الاولیاء کا مزار پُر انوار دور ہوتا تو زیارت کے لئے ہمیں آمد و رفت میں کتنی تکلیف ہوتی۔

دوسرے یہ کہ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کے وصال کے بعد بی بی صاحبہ کی یہ رائے تھی کہ صاحبزادہ حضرت خواجہ گل محمد قدس سرہٗ کی کم سنی کے پیشِ نظر ان (بی بی صاحبہ) کے بھائی سلیمان کو کچھ عرصہ کے لئے سجادہ نشین کیا جائے۔ اس رائے سے جماعت کے کئی لوگوں نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے باوجود گرھوڑیؒ صاحب نے بالاصرار محبوب الصمد خواجہ گل محمد صاحبِ خانقاہ کو مسندِ ارشاد پر بٹھایا اور خود ان سے بیعت ہوئے۔ اس کے بعد ساری جماعت کو صاحبزادے کی بیعت کرنے کے لئے کہا اور یوں گویا ہوئے کہ "جس پر خدا کا نور نازل ہوتا ہو اس کی عمر کا حساب نہیں کرنا چاہئے"۔ شیخ گرھوڑیؒ کے اس اقدام سے پوری جماعت صاحبِ خانقاہ قدس سرہٗ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔

تیسرے یہ کہ شیخ عبدالرحیم گرھوڑی قدس سرہٗ نے حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کے سالانہ عرس پر لواری شریف میں میلہ لگنے نہیں دیا۔ جس طرح دوسری درگاہوں پر سالانہ عرس کے میلے ہوتے ہیں اور جن میں غیر شرعی کام بھی ہوتے رہتے ہیں۔ اسی لئے سالانہ میلہ کا رواج آپ نے لواری شریف میں نہیں ڈالا۔ صرف شریعت و طریقت کے مطابق سالانہ عرس کی تقریبات منائی جاتی ہیں۔ جن میں نماز، قرآن خوانی، تسبیح و تحلیل، نعت و مناقب اور درود و سلام پڑھے جاتے ہیں۔ مذکورہ تینوں کام نہایت قابل تحسین ہیں"۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے ۱۳۱۳ھ میں گرھوڑ شریف کی درگاہ کے سجادہ نشین سید عبداللہ شاہ، ان کے رشتے دار، عزیز و اقربا اور بھائیوں کی اولاد، نیز دوسرے بڑے بڑے منگریہ ذات کے معززین اور فقراء سے یہ تحریر لکھوالی تھی کہ گرھوڑ شریف کی درگاہ صرف مکان شریف لواری کی ملکیت ہے اور رہے گی۔ کسی اور کی اس درگاہ میں کوئی شراکت داری نہیں۔

اس تحریر پر مذکورہ سید حاجی عبداللہ شاہ سجادہ نشین درگاہ گرہوڑ شریف، ان کے لواحقین اور دیگر منگریو خاندان کے معززین کے دستخط ثبت ہیں۔ یہ تحریر آج بھی مکان شریف لواری میں محفوظ ہے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے سفرِ حج

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں جملہ چھ (۶) حجِ عرفات ادا کئے۔ جن میں پہلے تین (۳) حجوں کا احوال، جو آپ نے اپنے والد معظم حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے ہمراہ ۱۲۸۶ھ، ۱۲۹۲ھ اور ۱۲۹۷ھ میں ادا کئے تھے، کتاب ''صقال الضمائر'' میں صراحت سے آچکا ہے۔ بقیہ تین (۳) حج آپ نے اپنے والدِ گرامی کے وصال کے بعد ادا فرمائے۔ جن کا مختصر ذکر حسبِ ذیل ہے۔

واضح ہو کہ جب حضرت امام الاولیا قدس سرہٗ حج عرفات کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوتے تھے تو حرمین شریفین کے معلّمین، اکابرین، معززین اور دیگر مشتاقانِ دید آپ کے آنے کی اطلاع پا کر منتظر رہتے تھے اور جب قافلہ مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ کے قریب ہوتا تو یہ تمام حضرات آپ کے استقبال کے لئے دو (۲)، تین (۳) کوس چل کر آتے تھے اور آپ کا خیر مقدم کرتے تھے۔ پھر جتنے دن آپ کا وہاں قیام رہتا۔ یہ سب روزانہ ملاقات کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کا چوتھا حج

آپ نے چوتھا حج ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں ادا فرمایا۔ یہ حج آپ نے اہل وعیال کے ساتھ ادا کیا۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ، جن کی عمر اس وقت صرف ۴ برس تھی، آپ کے ہمراہ تھے علاوہ ازیں کئی معتقدین، مریدین اور معززین بھی آپ کے ہم رکاب تھے۔

یہ سفرِ حج آپ نے ملک کچھ کی بندرگاہ مَڈئی سے جہاز میں سوار ہو کر کیا تھا۔ ایک ہفتے میں آپ جدّہ پہنچے۔ وہاں سے اُونٹوں پر مکہ معظّمہ آئے۔ مکہ معظّمہ میں قیام کے دوران آپ نمازِ فجر حضرت امام شافعیؒ کے وقت پر ادا کر کے مراقبہ فرماتے تھے۔ طلوعِ آفتاب کے بعد

طواف کر کے پھر رہائش گاہ پر آتے تھے۔

سخت گرمی کی وجہ سے حج کی ادائیگی کے بعد کچھ دن آپ طائف میں اقامت گزیں ہوئے۔ میر حاجی سہراب باگرائی اپنے والد حاجی عبداللہ باگرائی سے روایت کرتے ہیں کہ اس حج کے دوران ان کی ہمشیرہ (میر صاحب کی پھپھی) مائی غلام جنت اور مائی غلام جنت کا بیٹا حاجی فتح علی دونوں حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے ہمراہ تھے۔ جب پانچ (۵) چھ (۶) ماہ گزر گئے تو خواجہ قادر بخش ڈیرہ، جو ایک کامل بزرگ تھے، ہمارے گاؤں آئے۔ میرے والد (حاجی عبداللہ) نے ان سے پوچھا کہ کافی عرصہ ہوا حضرت امام لاولیاء قدس سرہٗ کا کوئی خیریت نامہ نہیں آیا۔ خواجہ قادر بخش ڈیرہ صاحب نے جواب دیا کہ گزشتہ شب مائی غلام جنت حاجیانی تمہاری ہمشیرہ نے مجھے پکارا تھا۔ عالمِ رویا میں مجھے مکہ مکرمہ یا مدینہ منوّرہ کے شہر تو نظر نہ آئے تھے۔ البتہ کوئی اور شہر ہی دکھائی دیتا تھا۔ جس میں کثرت سے باغات تھے۔ پھر جب حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ بخیریت حج سے واپس آئے تو انہوں (میرے والد) نے اپنی ہمشیرہ سے پوچھا کہ تم نے خواجہ قادر بخش ڈیرہ فقیر کو کیوں پکارا تھا اور وہ کون سا شہر تھا۔ اِس پر اُس نے جواب دیا کہ طائف شریف میں ہم قیام پذیر تھے۔ کیونکہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی ہمشیرہ جو ساتھ تھیں، سخت بیمار پڑ گئی تھیں۔ اسی لئے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ "ہم مدینہ منوّرہ جاتے ہیں۔ آپ یہاں (طائف میں) رکے رہیں۔ کیونکہ ہمشیرہ بی بی صاحبہ چلنے کے قابل نہیں"۔ چنانچہ میں نے خواجہ قادر بخش ڈیرہ فقیر کو پکارا تھا کہ دعا کے ذریعے امداد کیجئے کہ یہ امداد کی گھڑی ہے! پھر بی بی صاحبہ تندرست ہوگئیں اور حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ ہمیں بھی طائف سے لے گئے۔ جس دن خواجہ قادر بخش ڈیرہ نے میر حاجی عبداللہ باگرائی سے یہ احوال بیان کیا تھا کہ مائی غلام جنت نے انہیں پکارا تھا۔ اس وقت حاجی عبداللہ نے وہ تاریخ نوٹ کر لی تھی۔ چنانچہ مائی صاحبہ سے بھی اِس تاریخ کی تصدیق ہوگئی کہ وہ اس دن طائف میں بی بی صاحبہ کی خدمت میں حاضر تھیں۔

پھر حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے مدینہ منوّرہ کا قصد فرمایا۔ جب دیارِ حبیب ﷺ پر نظر پڑی تو سواری سے اتر کر پاپیادہ چلنے لگے۔ سب سے پہلے روضۂ اطہر حضرت رسول مقبول ﷺ کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔

مدینہ منورہ میں آپ کا قیام کافی دن رہا۔ دورانِ قیام دیگر اکابرین کے علاوہ مدینہ کے حاکم (شریف) بھی آپ سے ملنے کے لئے آئے تھے۔ آپ نے ان کی مہمان نوازی کی۔

پھر مدینہ منورہ سے پورے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوکر براستہ مکہ معظّمہ جدّہ آئے۔ جہاں سے جہاز پر سوار ہوکر براستہ کراچی لواری شریف پہنچے۔ جماعت کے لاتعداد افراد جو سندھ، کاٹھیاواڑ، گجرات وغیرہ سے مبارک باد دینے آئے تھے، زیارت سے مشرّف ہوئے۔ واضح ہو کہ ان تمام زائرین کے لئے لنگر خانے پر بکرے، گائے، بیل وغیرہ کا ذبیحہ ہوتا تھا اور جماعت کی کثیر تعداد کے لئے طعام تیار کیا جاتا تھا اور اس طرح آپ کا لنگر آٹھوں پہر جاری رہتا تھا۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ
کا پانچواں حج

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے پانچواں حج ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں مع اہل وعیال ادا فرمایا۔ قبل ازیں گزشتہ سال یعنی ۱۳۰۹ھ میں آپ حج کے ارادے سے روانہ ہوکر جب کراچی پہنچے تھے تو اس وقت آپ کی ملاقات سندھ مدرستہ الاسلام کے بانی مرحوم خان بہادر حسن علی آفندی صاحب سے ہوئی تھی۔ جنہوں نے آپ کو مدرسے کی تعمیر کے منصوبے سے آگاہ کیا۔ برصغیر کے مسلمانوں کی اس عظیم درسگاہ کے قیام وتعمیر میں آفندی صاحب کے جوش وجذبے کو دیکھتے ہوئے آپ نے اپنے حج کا پروگرام مؤخر کردیا اور سفرِ حج کے لئے مختص تمام پونجی مدرسے کی تعمیر کے لئے آفندی صاحب کو پیش کردی اور فرمایا کہ ”یہ بھی ایک نیکی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میرا حج قبول کرے گا۔ میں انشاء اللہ آئندہ سال حج کو چلا جاؤنگا“۔ اگست ۱۹۸۵ء میں سندھ مدرستہ الاسلام کے جشن صد سالہ تقریب میں جناب حسن علی آفندی صاحب کے پوتے نثار علی آفندی صاحب نے اپنی تقریر کے دوران مذکورہ واقعے کا ذکر کیا تھا۔

مورخہ ۸ جمادی الاوّل ۱۳۱۰ھ کو آپ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کے روضۂ اطہر کی زیارت سے مشرّف ہوکر حج کے لئے لواری شریف سے روانہ ہوئے اور پورا قافلہ اُونٹوں، گھوڑوں اور گاڑیوں پر سوار ہوکر کوٹری پہنچا۔ کوٹری سے بذریعہ ریل کراچی وارد ہوئے۔ معتقدین، مریدین ومعززین کی ایک بڑی تعداد بھی آپ کے ہمسفر تھی۔ جہاز کی

غیر دستیابی کی وجہ سے کافی دن کراچی میں رُکنا پڑا۔ جہاز ملتے ہی براستہ عدن جدّہ کے لئے روانہ ہوئے۔ عدن میں آپ کے مریدوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور ضیافت کا اہتمام کیا۔ عدن سے جدّہ پہنچے، جہاں مروجہ قانون کے مطابق حاجیوں کے ساتھ دس (۱۰) دن رکنا پڑتا تھا۔ چنانچہ آپ بھی دس (۱۰) دن ٹھہر کر اُونٹوں پر پورے قافلے کے ساتھ مکہ معظّمہ پہنچے۔ دورانِ قیام مکہ معظّمہ، آپ بوقت تہجد کعبۃ اللہ میں حاضر ہوتے تھے۔ مراقبہ کرتے اور نمازِ فجر ادا کرتے۔ اس کے بعد مراقبہ میں بیٹھتے اور طلوعِ آفتاب کے بعد نمازِ اشراق ادا کر کے طواف کرتے اور پھر رہائش گاہ واپس آتے تھے۔

اس سال وہاں پر وبا پھیلی ہوئی تھی، جس کی بدولت کئی فقراء لقمۂ اجل بن گئے۔ ان میں سے تین (۳) فقراء کو جو اس وبا میں گرفتار تھے۔ آپ کی نظر شفاء سے تندرستی ملی جن کا ذکر ''کرامات'' کے عنوان کے تحت اس کتاب میں آچکا ہے۔

حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منوّرہ روانہ ہوئے، جہاں پر چھ (۶) ماہ قیام فرمایا۔ اس حج پر بمبئی سے آپ اپنے والد معظم حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے مزارِ اقدس کے لئے پنجرہ مبارک، جو مختلف قیمتی دھاتوں کے آمیزہ سے زرِ کثیر کی لاگت سے تیار کیا گیا تھا اور جو نہایت دلکش، دیدہ زیب اور شاندار (قبہ نما) تھا، اپنے ساتھ لائے تھے۔ مدینہ منوّرہ کے ان باسیوں کا کہنا تھا، جنہوں نے اس پنجرے کو دیکھا تھا، کہ حکام اس کو نصب کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ کیونکہ اس کی بناوٹ دیگر تمام پنجروں سے عمدہ واعلیٰ تھی۔ اور دیدہ زیبی و دلکشی میں اس پنجرے کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ دریں اثنا آپ نے حاکمِ مدینہ (شریف) اور دیگر معززین کو دعوت دی اور اُن سے فرمایا کہ ''یہ پنجرہ مَیں نے اپنے والد بزرگوار خواجہ محمد حسن مہاجر مدنی قدس سرہٗ کے مزار کے لئے بنوایا ہے۔ آپ اُسے دیکھیں اور اجازت دیں تو مَیں اسے مزار پر نصب کروں''۔ چنانچہ ان تمام صاحبان نے اسے دیکھا اور بخوشی اجازت دی کہ آپ اسے مزار پر نصب کریں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ محض حضرت امام لاولیاء قدس سرہٗ کا تصرّف تھا کہ اس دعوت میں موجود حاکمِ مدینہ و دیگر افسران کے دل اس طرف راغب ہوئے اور وہ اس شاندار پنجرے کی تنصیب پر راضی ہوئے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ پھر مدینہ منوّرہ سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ آئے اور چند

ایام وہاں مقیم رہے۔ پھر خیریت سے بذریعہ جہاز جدّہ سے روانہ ہوکر بندرگاہ کراچی پہنچے۔ کئی جماعت کے افراد کراچی، آپ کو مبارک باد دینے کے لئے آئے تھے۔ علاوہ ازیں لواری شریف سے بھی جماعت کا ایک قافلہ اُونٹوں پر مع خیموں اور سامانِ خورد ونوش کے گدّ وبندر پر آپ کے استقبال کے لئے منتظر تھا۔ آپ ریل میں سوار ہوکر کراچی سے کوٹری آئے۔ پھر جہاز میں سوار ہوکر پتن عبور کر کے گدّ وبندر پہنچے۔ کیونکہ اس وقت کوٹری والا پل نہیں بنا تھا۔ اس لئے گدّ وبندر اور کوٹری کے درمیان چھوٹے جہاز چلتے تھے جس کے ذریعے لوگ آمدورفت کیا کرتے تھے۔ جب آپ پتن عبور کر کے گدّ وبندر پہنچے تو گدّ وبندر کے اسٹیشن پر ہزار ہا افراد آپ کے خیر مقدم کے لئے پہلے سے ہی وہاں موجود تھے۔ آپ نے ان سب پر نظرِ عنایت کی اور انہیں بیعت سے مشرّف فرمایا۔

اس کے بعد وہاں سے منزل بہ منزل عازمِ لواری شریف ہوئے۔ ٹنڈو محمد خان میں میر اللہ بخش کی دعوت پر ایک رات قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے بخیریت لواری شریف وارد ہوئے۔ لواری شریف میں بھی جماعت کے لاتعداد لوگ آئے ہوئے تھے لیکن کوئی بھی بال بچوں کے ساتھ نہیں آیا تھا۔ کیونکہ ایسی اجازت نہیں تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حرمین شریفین کی آمدورفت کے وقت آپ کو کئی ایک اُمور درپیش ہوتے تھے۔ جب زائرین حضرت کو مبارک باد دے کر رخصت ہوگئے تو پھر جماعت کے دیگر افراد بااہل وعیال زیارت کے لئے آنا شروع ہوئے اور مرادیں پاکر واپس اپنے اپنے گھر لوٹے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ
کا چھٹا اور آخری حج

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے چھٹا اور آخری حج ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں مع اہل وعیال ادا کیا۔ آپ لواری شریف سے ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ کو حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کے روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرّف ہوکر مع اہل وعیال روانہ ہوئے۔ ٹنڈو محمد خان میں میر اللہ بخش شہوانی کے ہاں ایک رات قیام کیا۔ صبح مریدوں کو بیعت سے مشرّف فرمایا۔ پھر حیدر آباد آئے جہاں پر میر علی محمد ولد میر جان محمد شہدادانی کے ہاں ٹنڈو میر محمود کی دعوت میں شرکت کی۔ پھر کراچی روانہ ہوئے۔

میر حاجی سہرابؒ سے مروی ہے کہ میں کراچی تک آپ کے ہمراہ تھا۔ تقریباً ایک ہفتہ آپ کراچی میں مقیم رہے۔ پھر دُخانی جہاز کے ذریعے کراچی سے بمبئی کے لئے روانہ ہونے والے تھے، جہاں سے حج عرفات کے لئے جہاز آسانی سے دستیاب ہوتے تھے۔ لیکن پور بندر کی جماعت نے عرض کیا کہ قبلہ عالم، ایک دو (۲) روز کے لئے پور بندر تشریف لے چلیں۔ چنانچہ مریدوں کی معروضات پر پور بندر تشریف لے گئے۔ پور بندر میں آپ نے حاجی عبدالشکور میمن کے ہاں قیام فرمایا۔ جب پور بندر کے ہندو راجہ کو خبر ہوئی کہ لواری شریف کے پیر صاحب شہر میں آئے ہوئے ہیں تو اس نے اپنے وزیر کو خدمتِ اقدس میں بھیجا کہ ملاقات کے لئے وقت لے آئے۔ آپ نے راجہ کے وزیر کو فرمایا کہ ''اگر راجہ میرے پاس آیا تو یہ اس کے لئے رسوائی کی بات ہوگی کیونکہ وہ ریاست کا حاکم ہے اور رعایا طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرے گی اور کہے گی کہ راجہ کو ملنے کی کیا ضرورت تھی یا پیر صاحب خود کیوں نہیں ملنے گئے وغیرہ وغیرہ اور اگر میں ان کے پاس چل کر جاؤں گا تو اسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے ہم اس کے حق میں یہیں پر دعا گو ہیں''۔

آپ نے دو (۲) راتیں پور بندر میں گزاریں۔ روانگی کے وقت آپ کی سواری کی خاطر بگھیاں (گھوڑا گاڑیاں) منگوائیں گئیں۔ آپ بنگلے سے نکل کر بگھیوں کے قریب آئے۔ آپ کے فرزند امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرۂ ملحقہ بنگلے میں سکونت پذیر تھے۔ جب تک وہ نہ آگئے، آپ بگھی کے نزدیک منتظر کھڑے رہے۔ اور فرمایا کہ ''امام صاحب آکر بگھی میں سوار ہوں تو پھر ہم بیٹھیں گے''۔ چنانچہ جب حضرت امام العارفین خواجہ احمد زماں قدس سرۂ تشریف لے آئے اور بگھی میں بیٹھ گئے تو انکے بعد آپ بگھی میں سوار ہوئے۔ پور بندر میں گرد ونواح کے اضلاع، جام نگر، موربی، ٹنکارا وغیرہ سے جماعت کے کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ موربی کی جماعت نے موربی آنے کی دعوت خدمتِ اقدس میں پیش کی لیکن آپ نے یہ فرما کر قبول نہیں کی کہ ''وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ اب مزید رُکنا ممکن نہیں۔ کیونکہ یہاں سے بمبئی جانا ہے''۔ پور بندر سے آپ بخیریت بمبئی پہنچے۔ جماعت کے بہت سے افراد بمبئی تک آپ کے ساتھ تھے۔ بمبئی میں آپ تقریباً ایک ماہ قیام پذیر رہے۔ پھر وہاں سے جہاز میں سوار ہوکر براستہ جدّہ، مکہ مکرمہ وارد ہوئے۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہ کے خادم حاجی عبدالواحد ڈاھری ساکن گاؤں عمر ڈاھری نزد شاہ پور چاکر، جو آخری حج میں میں حضرت کے ساتھ تھے، راوی (حاجی سہراب) سے بیان کرتے ہیں، ہم ماہِ شوال میں مکہ معظمہ پہنچے۔ شوال اور ذی قعدہ دو (٢) ماہ آپ طبیعت مبارک میں خوش تھے۔ کبھی معمولی سا عارضہ لاحق ہوجاتا۔ لیکن زیادہ تر شادان وفرحان نظر آتے تھے۔ جب حج کے ایام قریب آئے تو ہم عرفات پہنچے۔ آپ نے بخیریت تمام مناسکِ حج ادا کئے۔ تین (٣) دن منیٰ میں گذارے اور پھر بخیریت واپس مکہ مکرمہ آئے۔

اس کے بعد حضرت امام الاولیاء قدس سرہ کو بخار اور اسہال کی معمولی شکایت ہوئی۔ جس کی وجہ سے جسم مبارک میں کمزوری بڑھ گئی۔ اس کے باوجود صبح وشام آپ کعبۃ اللہ شریف میں حاضر ہوتے تھے۔ صحت روز بروز گرتی چلی گئی۔ اس حالت میں بھی آپ دو (٢) فقراء کے کندھوں پر ہاتھ مبارک رکھ کر سہارے کے بل پر چلتے تھے اور زیارتِ بیت اللہ سے مشرف ہوتے تھے۔ ایک دن زیارت کعبۃ اللہ سے واپس آرہے تھے۔ کچھ فاصلہ بھی طے کرلیا تھا کہ اچانک فرمایا "مجھے واپس کعبۃ اللہ شریف لے چلو۔ تاکہ میں حاجی قاسم میمن بمبئی والے کے حق میں حسبِ وعدہ دعا کرسکوں۔ کیونکہ اس نے بمبئی میں مجھ سے کہا تھا کہ قبلہ عالم! مہربانی کرکے میرے لئے کعبۃ اللہ شریف میں ضرور دعا کرنا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں ضرور تیرے لئے دعا کروں گا"۔ اس پر فقراء نے عرض کیا کہ قبلہ! آپ کی طبیعت مبارک بہت ناساز ہے کچھ فاصلہ تو ہم طے کرآئے ہیں، لہٰذا اس وقت مکان پر واپس چلنا ہی مناسب ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ "نہیں مجھے ضرور بیت اللہ جانا ہے"۔ آپ اس قدر رحیم اور کریم تھے کہ باوجود شدید تکلیف کے اس شخص کی دعا کے لئے واپس ہوئے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ اب دوبارہ آنا ممکن نہیں۔ پھر کعبۃ اللہ شریف سے بخیریت اپنی رہائشگاہ تشریف لے آئے۔

تمام مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد آپکی طبیعت مبارک ١٢ ذوالحجہ سے زیادہ خراب ہونی شروع ہوئی۔ دن بدن ضعف ونقاہت بڑھتی گئی۔ بالآخر ٢ محرم الحرام ١٣٢۴ھ کو اپنے فرزند حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہ کو اپنا جانشین مقرر کرکے ان کے سینہ اقدس کے سہارے بیٹھے۔ اس کے بعد وصال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ٦٠ برس تھی۔

آپکی وصیت کیمطابق آپ کا مزار پُر انوار جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ میں حضرت امیر عبدالرحمٰنؓ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کی لحد مبارک کے برابر بنایا گیا۔ جو مرجع خاص وعام ہے۔ آپ کے وصال پر کئی اکابر نے تواریخِ وفات لکھیں۔ جن میں قاضی ابوالحسن کی کہی گئی تاریخِ وفات بزبان فارسی سندھی کتاب ''لواری جالال'' حصہ دوئم میں چھپ چکی ہے۔

ملفوظات

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے مقولات وملفوظات اَن گنت ہیں۔ جن میں سے بیشتر آپ کی معرکتہ الآرا تصنیف ''صقال الضمائر'' میں آ چکے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے احوال مبارک میں مذکور ہے۔ آپ روزانہ سہ پہر کو مجلس منعقد کیا کرتے تھے جس میں قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ، احادیث شریف، بزرگانِ دین کے اقوال اور تصوف کے رموز ونکات پر گفتگو ہوتی تھی۔ آپ بھی اس گفتگو میں شریک ہوتے تھے اور اپنے ارشادات سے حاضرین کو مستفیض فرماتے تھے۔ آپ کا کلام طالبانِ حق کے لئے نورِ ہدایت اور سالکانِ طریقت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ یہاں پر گنجائش کی کمی کے باعث ہم آپ کے چند ملفوظات رقم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسمّی آخوند ادریس ساکن کراچی جو پیشے کا بڑھئی اور معمار تھا، گاہے گاہے لواری شریف آ کر خدمت کے جذبے کے تحت کچھ عرصہ کوٹ (قلعہ) پاک کا کام کرتا تھا۔ پڑھا لکھا شخص تھا اور حضرت کی مجلس میں کچھ وقت کے لئے حاضر ہوتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ ہم لوگ دنیوی کام کاج میں ہر وقت گرفتار رہتے ہیں۔ لواری شریف کبھی کبھی آنا ہوتا ہے۔ اس لئے آرزو یہ ہوتی ہے کہ زیارت بھی کریں اور طریقت اور تصوف کی گفتگو بھی سنیں۔ ایک دن جبکہ وہ اپنا کام پورا نہیں کرنے پایا تھا کہ مجلس کا وقت ہو گیا اور وہ کام ادھورا چھوڑ کر مجلس میں جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اس پر کوٹ (قلعہ) پاک لواری شریف کے کام کے نگران حاجی صادق کوٹھار نے اس سے کہا کہ بھائی جان! آج مجلس میں جانا ملتوی کردو۔ یہ کام پورا کرلو۔ کل چلے جانا۔ اس پر آخوند نے کہا کہ برادر! ہمارا قسمت سے کبھی کبھی آنا ہوتا ہے۔ لہٰذا دلی تمنّا ہوتی ہے کہ یہ گھڑی ہم اپنے آقا کی مجلس میں گذاریں۔ لواری شریف کا کام تو کرتے رہیں گے۔ یہ کہہ کر وہ مجلس میں پہنچ گیا۔ کچھ دیر کے

بعد حاجی صادق کوٹھار بھی مجلس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ سے گذارش کی کہ قبلہ عالم! آپ کی مجلس میں حاضری زیادہ مقدم ہے یا کوٹ پاک لواری شریف کا کام؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ''کوٹھار! سچ پوچھتے ہو تو میری مجلس تو کجا لواری شریف کا کام ہر شے پر مقدم ہے''۔ مذکورہ واقعہ راوی سے خود حاجی محمد صادق کوٹھار نے بیان کیا۔

میر حاجی سہراب باگرائی سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام الالیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''ذکرِ الٰہی، مراقبہ اور رت جگا نہایت کٹھن کام ہیں۔ جبکہ لواری شریف پیدل آنے میں مرید کے لئے جو فائدہ ہے وہ کسی اور میں نہیں۔ اگرچہ پیدل چلنے میں تھوڑی بہت تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ لیکن اس سے بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بیشتر فقراء کو لواری شریف پا پیادہ آنے سے ہی بڑے بڑے درجات حاصل ہوئے ہیں''۔

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ''قرآن پاک کی تفسیر یہ ہے کہ جو کچھ نفس کہے اس کے خلاف عمل کیا جائے''۔

تالیف و تصانیف

حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کی حیاتِ مبارکہ سنتِ نبوی ﷺ کا کامل نمونہ تھی۔ آپ امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کی مانند دین کے مجتہد، خواجہ امام ربانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ کی طرح مجدّدِ دین تھے اور خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کی مثل شاہانہ پوشاک زیب تن فرماتے تھے۔ شرعی و طریقتی مسائل، قرآن مجید، احادیث اور فقہ کے احکام اور بزرگانِ دین کے اقوال کے مطابق سلجھاتے تھے۔ آپ نہایت علم پرور تھے۔ قاضی ولی محمد نُمیاروی جیسے جید عالمِ دین کو اپنے ہاں ٹھہرایا ہوا تھا۔ آپ کی صدہا تحریریں، فیصلے اور فتاویٰ پر اس وقت کے جید علماء کرام اور مفتیانِ عظام نے مہر تصدیق ثبت کی۔

تصانیف میں آپ کی اہم تصنیف ''صقال الضمائر'' بزبانِ فارسی پہلی بار ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۶ء میں بمبئی سے اور دوسری بار ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ جس کا اردو ترجمہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

علاوہ ازیں ''فیوضاۃ اللواریہ'' بھی آپ کی ایک قابل قدر تصنیف ہے، جو منفرد

مقام کی حامل ہے۔اس کتاب میں آپ نے شریعت وطریقت کے کئی اسرار ورُموز بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئی۔انشاء اللہ اسے بھی جلد شائع کروایا جائے گا۔

مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے کتاب ''مرغوب الاحباب'' مصنفہ خلیفہ نظر علی کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔اس ضمن میں میر حاجی سہراب باگرائیؒ روایت کرتے ہیں کہ ان کے روبرو امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ سے مولوی غلام علی گوپانگ نے کہا تھا کہ قبلہ! کتاب ''مرغوب الاحباب'' کی تکمیل حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے کی تھی۔اس پر امام العارفین قدس سرہٗ نے کہا کہ ''مولوی! مجھے اس کا علم نہیں''۔مولوی موصوف نے پھر کہا کہ قبلہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے خود مجھ سے ذکر کیا تھا کہ کتاب مرغوب الاحباب جو خلیفہ نظر علی کی تصنیف ہے، اسے خلیفہ صاحب نے ابھی مکمل نہیں کیا تھا کہ وہ وفات پاگئے۔چنانچہ میں نے اس کتاب کو تکمیل تک پہنچایا۔یہ کتاب بھی تاحال شائع نہیں ہوئی۔

ان تصانیف (نثری) کے علاوہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کا شعری مجموعہ بھی فارسی اور عربی میں موجود ہے۔ جو ''دیوانِ سعید'' کے نام سے موسوم ہے اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔اس میں شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے اسرار ورُموز بیان کئے گئے ہیں، اس کا کچھ حصہ ''صقال الضمائر'' میں چھپ چکا ہے۔علاوہ ازیں آپ نے کئی ایک قطعات بھی عربی وفارسی زبانوں میں تحریر کئے ہیں۔جو قلمی شکل میں موجود ہیں۔

فارسی اور عربی کلام کے علاوہ آپ نے سندھی میں بھی اشعار کہے ہیں۔جن میں مناجات اور نعتیں بھی شامل ہیں۔آپ کا سندھی کلام جو ''معرفت نامہ'' اور ''سجاگی'' (بیداری) کے عنوان سے کہا گیا ہے۔وہ سندھی کتاب ''لواری جالال'' حصہ دوئم میں چھپ چکا ہے۔علاوہ ازیں آپ کی ایک سندھی نعت بھی مذکورہ کتاب میں شائع ہوچکی ہے۔

اولاد امجاد

میر حاجی سہراب باگرائیؒ سے مروی ہے کہ حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ نے سندھ کے مختلف ارباب خاندانوں میں چار (۴) شادیاں کیں۔آپ کی پہلی شادی میاں عبیداللہ

ولد حضرت خواجہ محمد زمان ثانی صاحب قاعہ قدس سرہٗ کے گھرانے میں ہوئی۔ اس بی بی صاحبہ کی وفات کے بعد آپ کی دوسری شادی اپنے ماموں کے گھرانے میں ہوئی۔ یہ بی بی صاحبہ بھی جلد رحلت کر گئیں۔ آپ کی تیسری شادی آپ کی اہلیہ ثانی کی سگی بہن سے ہوئی۔ یہ بی بی صاحبہ بھی مختصر عرصہ آپ کے قدموں میں رہ کر وفات پا گئیں۔ ان تینوں ازواج مطہرات سے آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

آپ کی چوتھی شادی آپ کے والد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے اپنے سسرال میں کی۔ یہ بی بی صاحبہ حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی اہلیہ ثانی کے بھائی کی دختر تھیں۔ جن سے حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو دو (۲) فرزند ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام نامی خواجہ احمد زمان اور دوسرے کا نام خواجہ محمد اشرف تھا اور ایک دختر نیک اختر تولد ہوئیں، جو حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کے وصال کے تقریباً ایک سال بعد اس دار فانی سے رحلت کر گئیں۔ جن کی لحد مبارک روضہ اقدس کی مغربی سمت واقع ہے۔ جہاں پتھر کا مصلیٰ بنا ہوا ہے۔

حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے فرزند حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ مکہ مکرمہ کے جید علماء، مشائخین اور اکابرین نے وہیں آپ کی دستار بندی کی۔

حضرت، امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ کے حالاتِ مبارکہ سندھی کتاب ''لواری جا لال'' حصہ دوئم میں مختصر چھپ چکے ہیں۔ جو انشاللہ جلد ہی اردو میں بھی شائع کئے جائیں گے۔ یہاں پر صرف آپ کی دنیا میں تشریف آوری کی بشارت کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ آپ کے جدِ امجد حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے اپنے آخری حج بیت اللہ پر روانگی سے کچھ عرصہ قبل آپ کے والد گرامی حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو یہ خوشخبری دی تھی کہ ''تمہارے گھر لڑکا تولد ہوگا۔ اس کا نام احمد رکھنا۔ ایسا جلیل القدر ہوگا جیسے نیل والے''۔ اشارہ صاحبِ روضۂ منورہ کی طرف تھا۔

حضرت امام العارفین قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۱۶ ذوالحجہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء کو لواری شریف میں ہوئی۔ اس وقت آپ کے دادا بزرگوار اور پدر محترم حج کی ادائیگی کے لئے حرمین شریفین گئے ہوئے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ کے جدّ امجد حضرت

مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے آپ کے والد گرامی کو پھر یہ خوشخبری دی کہ ''تمہارے گھر لڑکا تولد ہوا ہے۔ لیکن میرے کان یہ نوید نہ سن سکیں گے۔ کیونکہ میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اگر میری زندگی میں بظاہر یہ اطلاع مجھے مل جاتی تو میں شہر مدینہ کے لوگوں میں مصری تقسیم کرواتا''۔

بالآخر حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ نے مدینہ منورہ میں ۷ صفر المظفر ۱۲۹۸ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کے وصال کے بعد جب حضرت امام الاولیاء قدس سرہٗ کو آپ کی ولادت کی اطلاع بذریعہ تار موصول ہوئی تو آپ نے حضرت مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی آرزو کے مطابق شہر مدینہ کے لوگوں میں مصری تقسیم کروائی اور آپ (حضرت امام العارفین خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ) کی تاریخ ولادت بزبان فارسی ابجد کے حساب سے اس طرح موزوں فرمائی:۔

''احمد زماں چون زادہ شُد نامش بگشتہ فالِ اُو

بادا چوُ احمد در زماں ہمچو مجدّد حالِ اُو

گفتا سعید از فال خوش بر آیۂ ''یاتی'' فزا

''بشرالزل'' کاید بروں اعدادِ زیبا سالِ اُو

(احمد زماں جب تولد ہوئے تو ان کا نام ہی ان کا فال بن گیا۔ خواجہ احمد سرہندیؒ کی مانند دین کی تجدید کرنے والے صاحب حال ہوں گے۔ سعید کہتے ہیں کہ ولادت کے فال کے لئے اگر آیت ''یاتی من بعدی اسمہٗ احمد'' میں اضافہ کریں۔ ''بشرالزل'' کا تو ان کے سال ولادت کے اعداد نکل آئیں گے (۱۲۹۷ھ)''۔

ختم شد

فہرست کتب

حضراتِ اقطابِ عظام لواری شریف کی سوانح، ان کے ملفوظات ومقولات، کلام و ارشادات کی تمام کتب زیادہ تر فارسی اور عربی زبانوں میں عارفانِ ماسبق کی تالیف کردہ ہیں۔ ان کتب کا اجمالی ذکر کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عام آگاہی کے لئے اب تک درگاہ لواری شریف کے جتنے سجادہ نشین ہوئے ہیں، ان کے اسماء گرامی ذیل میں دیئے جائیں:۔

۱۔ حضرت **سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان** کلاں نقشبندی قدس سرہٗ
(بانیِ درگاہ لواری شریف) ۱۱۲۵ھ تا ۱۱۸۸ھ

۲۔ حضرت **محبوب الصمّد خواجہ گل محمد** قدس سرہٗ
(صاحبِ خانقاہ) ۱۱۷۷ھ تا ۱۲۱۸ھ

۳۔ حضرت **غوثِ عالم خواجہ محمد زمان ثانی** قدس سرہٗ
(صاحبِ قلعہ) ۱۱۹۹ھ تا ۱۲۴۷ھ

۴۔ حضرت **خواجہ پیر محمد حسن مہاجر مدنی** قدس سرہٗ
۱۲۳۵ھ تا ۱۲۹۸ھ

۵۔ حضرت **امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکّی** قدس سرہٗ
۱۲۶۴ھ تا ۱۳۲۴ھ

۶۔ حضرت **امام العارفین خواجہ پیر احمد زمان** قدس سرہٗ
۱۲۹۷ھ تا ۱۳۵۷ھ

۷۔ حضرت **پیر بادشاہ خواجہ پیر گل حسن صدّیقی** قدس سرہٗ
۱۳۲۷ھ تا ۱۴۰۲ھ

۸۔ حضرت **راحمی بادشاہ پیر فیض محمد نقشبندی** قدس سرہٗ
۱۳۴۸ھ تا ۱۴۱۶ھ

ان بزرگان کرام سے متعلق وہ کتب جو ہنوز شائع نہیں ہوئیں ان کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	کتاب کا نام اور تعارف
۱	**فتح الفضل** کلام حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ از شیخ عبدالرحیم گرہوڑیؒ
۲	**لذت الوصل شرح فتح الفضل**
۳	**الجواهر لبدائع** از خواجہ بلال
۴	**الورد المحمدی** فارسی شرح مقولات حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان کلاں قدس سرہٗ
۵	**تکمله الوردا لمحمدیؒ** از میر نور علی شاہ لکھویؒ
۶	**مرغوب الاحباب** از نظر علی بلوچ تکملہ حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہ
۷	**فیوضات اللواریه** از حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہٗ
۸	**تحقیقات لواری شریف**

ان کتب کا ذکر جو شائع ہوئیں یا جن کے تراجم شائع ہوئے۔

نمبر شمار	کتاب کا نام اور تعارف
۱	**لطيفة التحقيق فی نسب آل صدیقؓ** سیّد رفیق علی پشنگی کچھی (غیر مطبوعہ) ۱۱۲۲ھ۔ تصنیف فارسی سندھی ترجمہ: از ماسٹر غلام حسین اردو ترجمہ: از محمد آدم اسحاقانی ۱۹۹۶ء۔ ناشر: مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف
۲	**ابیاتِ سندھی** عربی شرح کلام حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان کلاں قدس سرہٗ (غیر مطبوعہ)

سندھی ترجمہ: ازشمس العماء ڈاکٹر محمد داؤد پوتہ مرحوم جو ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا

اردو ترجمہ: از محمد آدم اسحاقانی جسے دادا بھائی فاؤنڈیشن نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا

۳ **فردوس العارفین** ازمیر بلوچ خان ٹالپرؒ

تصنیف فارسی (غیر مطبوعہ)

اردو ترجمہ: از شیخ محمد یونس باڑی نقشبندی ۲۰۰۲ء

ناشر: مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

۴ **مقولات تصوف** (حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان کلاںؒ قدس سرہٗ)

فارسی .(غیر مطبوعہ) مولفہ: شیخ میاں محمد ابراہیم ساند

سندھی ترجمہ: ماسٹر غلام حسین دایہ مرحوم

جسے انتظامیہ جماعت لواری شریف نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا

اردو ترجمہ :زممتاز مرزا

جسے دادا بھائی فاؤنڈیشن نے ۱۹۸۴ء میں شایع کیا

۵ **صقال الضمائر** فارسی مصنف: حضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہٗ

پہلی بار ۱۳۱۲ھ میں ممبئی سے شائع ہوئی

دوسری بار ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں کراچی سے شایع ہوئی

اردو ترجمہ: محمد آدم اسحاقانی

۱۹۸۸ء۔ ناشر: مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

۶ **دیوانِ سعید** ازحضرت امام الاولیاء خواجہ پیر محمد سعید مہاجر مکی قدس سرہٗ

منظوم کلام بزبان فارسی وعربی

۷ **لواری جا لال** سندھی از ڈاکٹر ہوتچند مولچند گر بخشانی

جو پہلی بار ۱۹۳۴ھ میں شائع ہوئی

اور دوسری بار ۱۹۷۳ھ میں شائع ہوئی

۸ **اولیائے لواری شریف** (اردو ترجمہ لواری جا لال) ازعبدالکریم جان محمد ٹالپر

جسے انتظامیہ جماعت لواری شریف نے ۱۹۷۵ھ میں شائع کیا

۹ **لواری جا لال** (حصہ دوئم) سندھی
از محمد پناہ پھرڑو
اس میں تین بزرگان خلف لواری شریف کے حالات زندگی مجمل طور پر تحریر کیے گئے ہیں جسے مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا

۱۰ **آئینہ اولیاء** (سندھی) جسے انتظامیہ جماعت لواری شریف نے ۱۹۷۴ء میں شائع کیا

۱۱ **متن ابیات سندھی** (سندھی) جسے انتظامیہ جماعت لواری شریف نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا

۱۲ تحفہ لواری شریف (سندھی)
از غلام محمد گرامی

۱۳ **تذکرہ اولیاء کرام نقشبندیہ لواری شریف**
از چودھری شمشاد علی وارثی
(اردو) مطبوعہ ۱۴۰۰ھ

۱۵ **پیر بادشاہ لواری شریف** سندھی (ایک تا اٹھارہ)
حضرت بادشاہ پیر گل حسن صدیقی (ساتویں سجادہ نشین) درگاہ عالیہ لوار شریف کے حالات حیات مبارکہ
ناشر: ناجیہ شاگرد تنظیم / حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ فاؤنڈیشن

۱۶ **خواجہ احمد زمان صدیقی نقشبندی قدس سرہٗ**
(سندھی) مطبوعہ ۱۹۸۴ء ناشر ناجیہ شاگرد تنظیم

۱۷ **پارس** (کتابچہ) سندھی
اس میں حضرت امام العارفین خواجہ پیر احمد زمان قدس سرہٗ سے ایک غیر مسلم کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات شائع کیے گئے ہیں مطبوعہ ۱۹۸۱ء ناشر عبدالکریم جان محمد

۱۸ **اظہارِ حقیقت**
اس میں ساتوں سجادہ نشین درگاہ لواری شریف کے مختصر حالات زندگی اور ۹ ذوالحجہ کو درگاہ شریف پر ہونے والے قدیمی عرس کے اجتماع پر ۱۹۳۹ء میں کانگریسی بندش کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔
ناشر: جماعت لواری شریف

۱۹ **راحمی بادشاہ لواری شریف**
(ایک تا چار) ناشر: حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ فاؤنڈیشن

۲۰ امام الاولیاء لواری شریف
از میر سہراب باگرانی
ناشر: حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ فاونڈیشن

۲۱ Saints of Luari Sharif & their predcessors
ناشر: حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ فاونڈیشن
از خدا بخش ارباب

۲۲ Hazrat Qazi Ahmed
از خدا بخش ارباب
ناشر: حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ فاونڈیشن

علاوہ ازین مندرجہ ذیل کتب میں بھی ان بزرگان کرام کے حالات حیات مبارکہ شائع ہوئے ہیں۔

نمبر شمار	کتاب کا نام اور تعارف			
۱	تحفتہ الکرام	فارسی. سندھی. اردو		میر علی شیر قانع
۲	تذکرہ صوفیائے سندھ	اردو		اعجاز الحق قدوسی
۳	اولیاء نقشبند	اردو		محمد امین شرقپوری
۴	اهي ڏينهن اهي شينهن	سندھی		پیر علی محمد راشدی
۵	تذکرہ مشاہیر سندھ	(حصہ سوم)	سندھی	دین محمد وفائی

موجودہ سجادہ نشین

درگاہ لواری شریف کے موجودہ سجادہ نشین حضرت پیر محمد صادق قریشی نقشبندی مدظلہ العالیٰ ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو اپنے سلف صالحین کی طرح درگاہ شریف کی خدمت اور جماعت کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ نیز آپ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہٗ و دیگر بزرگان لواری شریف کی تعلیمات کو عام کرنے کے دلی خواہشمند ہیں۔ آپ کی کوشش ہے کہ ان بزرگان سے متعلق جتنی بھی غیر مطبوعہ قدیم کتب موجود ہیں۔ ان کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کروا کے مشتہر کی جائیں۔ تا کہ عوام النّاس زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

ختم شد